کیا یہ قرآن پر غور نہیں کرتے یا ان کے
دلوں پر قفل لگ گئے ہیں (محمد: ۲۴)

ذرا سوچیں تو سہی!

محمد منیر شاکر
ایم اے سوشیالوجی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

Marfat.com

کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے
دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں (محمد:۲۴)

ذرا سوچیں تو سہی!

تالیف

محمد منیر شاکر

ایم اے سوشیالوجی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	ذرا سوچیں تو سہی!
تالیف	محمد منیر شاکر
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تاریخ اشاعت	اکتوبر 2014ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	TF75

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37247350۔ فیکس 042-37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 021-32212011-32630411۔ فیکس:۔ 021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Website:- www.ziaulquran.com

فہرست

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
1	انتساب	7
2	عرضِ ناشر	8
3	غرض	9
4	رحمٰن کے بندے	14
5	عقل مند کون؟	18
6	کون ہیں علم والے؟	21
7	خوفِ الٰہی کے ثمرات	26
8	ڈر اور امید	30
9	ڈر اس کی دیر گیری سے	33
10	اللہ کا گرفت کرنے کا انداز	35
11	ہم سے قرآن کی بابت پوچھا جاتا ہے	38
12	قرآن کا احترام	44
13	اتحادِ امت کی علمبردار آیت	45
14	”آپ ﷺ اُس سے منہ پھیر لیں“	52
15	حضور ﷺ کی ثناء خوانی قرآن کی زبانی	57
16	انبیاء علیہم السلام کو اپنے جیسا کہنا گمراہوں کا قول ہے	63
17	یہ دو شخص کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟	65
18	مال و دولت کی تاثیر	69
19	’مال و دولت‘ اقبالؒ کی نظر سے	75

Marfat.com

20 'فقر' اقبالؒ کی نظر سے..........77
21 اللہ کا فضل..........79
22 دنیا دھوکہ دینے والی چیز ہے..........85
23 دنیا آخرت کی ضد اور اس کے مقابلہ میں بے حیثیت ہے....90
24 متاع دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں..........95
25 دنیا مانگنے سے آخرت کھوٹی ہو جاتی ہے..........98
26 اعمال کو برباد کر دینے والی چیزیں!..........103
27 خود پسندی و خود ستائی..........108
28 اپنے اعمال کو کبھی بھی ستائش کی نظر سے نہ دیکھو!..........111
29 بندہ کی پسند و ناپسند کی حیثیت..........115
30 آزمائشیں کیوں آتی ہیں؟..........118
31 مصیبت بندہ کے اپنے ہی ہاتھوں کا کیا دھرا ہوتی ہے.......125
32 زبانی کلامی ایمان نہیں ہوتا..........130
33 صبر..........133
34 شکر..........137
35 اخلاص (عمل کی قبولیت کا سبب)..........141
36 رضا (خوشنودی)..........145
37 توکل (بھروسہ)..........150
38 جنات اور ان کی طاقت (علم)..........157
39 خواہش نفس..........160
40 جانور بلکہ جانوروں سے بھی گئے گزرے..........165

Marfat.com

41 شرک............168
42 اللہ کی محبت اور دوستی کیسے نصیب ہو!............171
43 اللہ کی مدد کیسے حاصل ہوتی ہے؟............176
44 "رحم" کا حصول کیسے!............179
45 قُربِ خداوندی............182
46 اپنی طرف آنے والوں کو وہ راہ دیتا ہے............185
47 دل............187
48 دل کا چالو ہونا (مراقبہ)............192
49 اللہ کا ذکر............195
50 تہجد............200
51 کم سونا جنتیوں کا وصف ہے............204
52 زیادہ کھانا کافر کھاتے ہیں............208
53 کم ہنسیں زیادہ روئیں............211
54 تصوف............214
55 غصہ............216
56 جھوٹ............218
57 غیبت............222
58 بے حیائیوں سے بچو............224
59 تکبر............229
60 کان، آنکھ اور دل کی باتوں پر بھی گرفت ہوگی............231
61 صحبت............235

Marfat.com

62 اللہ کی راہ میں خرچ کرنا..........242

63 نیک کام ورنہ وبالِ جان..........248

64 امر بالمعروف ونہی عن المنکر..........251

65 اُن کی پیروی کرو جو اُجرت نہیں لیتے..........254

66 شیطان (ابلیس)..........257

67 تصوفانہ اطاعت..........261

68 جاگیرداری کا مذہبی تحفظ -- کیسے؟..........266

69 دنیا کی زینت و آرائش چاہنا!..........272

70 توبہ..........278

71 تقویٰ (پرہیزگاری)..........282

72 لوگو چوکنے ہو جاؤ..........287

73 آزمائش والی چیزیں ---- پُرخطر و پُرفریب!.......... 291

74 دین کو بدل کے رکھ دینے والا تضاد.......... 303

73 سورہ فتح کی پہلی تین آیات کا مفہوم اور ان کی وضاحت.....323

74 قصرِ نماز -- ایک نقطۂ نظر..........328

75 نماز تراویح میں ہمارا قرآن پڑھنا..........330

76 رؤیت ہلال -- ایک زاویۂ نگاہ..........334

77 فہرست کتب..........349

Marfat.com

انتساب

جہانبانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا!
(اقبال)

یہی نظر دکھلاتی ہے انساں کو انساں کا مقام
میں اسی کام سے اپنا کام رکھنے والوں کے نام

Marfat.com

عرض ناشر

پاک اور صالح زندگی ہی دنیا و آخرت میں فوز و فلاح کی ضامن ہے۔ قرآن مجید میں اسے حیات طیبہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہی زندگی انسان کو منزل حقیقی رضائے الٰہی سے ہمکنار کرتی ہے۔

حیات طیبہ انسان کیونکر گزارے اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ ایمان لائے، پھر رب کی بندگی کو شعار بنائے، جادہ مستقیم پر چلے، شیطان کی راہ پر چلنے سے گریز کرے۔ دین و شریعت نے اس کے لیے زندگی گزارنے کا جو منہاج مقرر کر دیا ہے۔ اس پر یکسوئی سے چلتے ہوئے نگاہ اپنی منزل پر رکھے اور ادھر ادھر، دائیں بائیں مکروہات سے نظر بچائے اور مقصود کی طرف رواں دواں رہے۔

''ذرا سوچیں تو سہی'' میں اسی حقیقت کو اپنے خاص انداز اور اسلوب سے بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ سبق باور کرایا گیا ہے کہ ہمیں دنیا میں زندگی سے لطف اندوز ہوتے آخرت پر بھی پوری نظر رکھنی چاہیے جہاں ہمارے پروردگار نے ہمارے لیے ابدی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔ جہاں وہ اپنی رضا اور خوشنودی کی دولت سے نوازے گا اور اپنے حسن مطلق کا دیدار بخشے گا۔ ان نعمتوں کو پانے کے لیے جس طرح کی زندگی کی ضرورت ہے۔ فاضل مصنف نے بڑی فکر کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی ہے اور آپ کے سامنے اس کا ایک عملی نقشہ کھینچنے کی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ مصنف کے علم و فہم اور زور قلم میں برکت دے۔ یہ کتاب ان کے علم، مطالعہ اور تجربے کا نچوڑ ہے۔

غرض

سورہ سبا(34) کی آیت 46 میں ہے کہ کہہ دیجئے کہ تمہیں صرف ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے واسطے ضد چھوڑ کر دو دو مل کر یا تنہا کھڑے ہو کر سوچو تو سہی' تمہارے صاحب (ﷺ) کو کوئی جنون نہیں' وہ تو تمہیں ایک بڑے سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والے ہیں۔ سورہ مائدہ (5) کی آیت 105 میں ہے کہ اے ایمان والو تم اپنی فکر رکھو۔ سورہ ص (38) کی آیت 46 میں ہے کہ ہم نے انہیں (پیغمبروں کو) ایک خاص بات یعنی فکرِ آخرت کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ سورہ حشر (59) کی آیت 18 میں ہے کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر ایک اچھی طرح دیکھ بھال کر کے جانچ پڑتال کر لے کہ کل کیلئے آگے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو' بے شک اللہ عزوجل باریک بین کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔ اسی سورہ کی آیت 21 میں ہے کہ اگر اس عظمت و ہیبت والے قرآن کو کسی پہاڑ پر اُتارتے تو تُو دیکھتا کہ خوفِ الٰہی سے وہ پست ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور یہ مثالیں تو لوگوں کیلئے ہم بیان کرتے ہیں کہ وہ سوچیں۔ سورہ طٰہٰ (20) کی آیت 113 میں ہے کہ اسی لیے ہم نے عربی میں قرآن اُتارا اور اس میں طرح طرح سے عذاب کے وعدے دیئے کہ کہیں انہیں ڈر ہو یا اس سے ان کے دل میں کچھ سوچ (فکر) پیدا ہو۔ سورہ ق (50) کی آیت 37 میں ہے کہ اس (قرآن) میں ہر صاحب دل کیلئے عبرت ہے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے اور دماغ حاضر کر کے ہمہ تن گوش ہو کر نصیحت سنے۔

میرے بھائیو! ذرا سوچیں تو سہی کہ سورہ مومنون (23) کی آیت

Marfat.com

115 میں ہے کہ تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے؟ سورہ القیامہ (75) کی آیت 36 میں ہے کہ کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ اسے ایسے ہی آزاد بغیر حساب کے چھوڑ دیا جائے گا۔ سورہ عنکبوت (29) کی آیت 2 میں ہے کہ کیا لوگ اس گمان میں ہیں کہ اتنی بات پر ہی چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے؟

دوستو! سورہ جن (72) کی آیت 24 بھی ہمیں جھنجوڑ رہی ہے کہ "(ان کی آنکھیں نہ کھلیں گی) یہاں تک کہ اسے دیکھ لیں جس کا ان کو وعدہ دیا جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ سوئے ہوئے ہیں، مریں گے تو بیدار ہوں گے۔ یعنی پھر آنکھیں کھلیں گی۔ ہماری آنکھیں کب کھلیں گی؟ مرنے کے بعد تو سب کی آنکھیں کھل جائیں گی مگر اس وقت کیا فائدہ؟ جیسا کہ سورہ فجر (89) کی آیات 24&23 میں ہے کہ "جس دن جہنم سامنے لائی جائے گی اس دن انسان کی سمجھ میں (مقصد حیات) آئے گا مگر آج اس کے سمجھنے کا فائدہ کہاں؟ وہ کہے گا کہ کاش میں نے اپنی اِس زندگی کیلئے پیشگی سامان کیا ہوتا!"۔ پیشگی سامان کے طور پر کرنے والے کام قرآن کی روشنی میں آپ کے سامنے آئینہ کی مانند رکھ دیئے گئے ہیں۔ ان کاموں کو دیکھیں، اور ان میں اپنے آپ کو دیکھیں اور پھر ذرا سوچیں تو سہی!

ندرت فکر و عمل کیا شے ہے؟ ذوق انقلاب
ندرت فکر و عمل کیا شے ہے؟ ملت کا شباب
ندرت فکر و عمل سے معجزاتِ زندگی
ندرت فکر و عمل سے سنگ خار لعلِ ناب

(اقبال)

سراج منیر ﷺ کی روشنی میں دیکھ اپنے اندر کے ظلمات
ذرا سوچ! تیرے سر پہ ہے تاجِ اشرف المخلوقات
اشرف المخلوقات کی کیا ایسی ہوتی ہیں عادات
ہم نے پوری کر دکھائی شیطاں کے وعدہ کی بات
ذرا دیکھ تیرے اوپر ہیں خالق کے کتنے انعامات
ان انعامات کے بہر صورت دینے ہیں حسابات
خدا کی قسم نعمتوں پر ہونے ہیں ضرور سوالات
لگنی ہے ضرور عدالت ' ہونی ہے ضرور سماعت
ذرا دھیان کر تیرے اوپر ہیں بہت سے واجبات
واجبات ادا کیئے بغیر کہیں نہیں نجات
دھوکہ نہ دے دیں کہیں شیطاں کے وسوسہ جات
جھوٹ ہو سکتی نہیں کبھی بھی پیغمبروں کی تنبیہات
ڈریں کہ جب تیرے سامنے کھڑے ہونگے ربانی احکامات
فیصلہ یہی ہے کہ نہ ماننا ' ہیں تیرے تکبرات
ابھی سے کر لو اپنے مالک سے بہتر تعلقات
کہہ رہے ہیں تجھے قبر کی رات اور پل صراط
بندے کا کام تو ہے صرف ماننا مالک کے احکامات
پھر پائے گا خدمات کے بدلے جنت کے باغات
اعمال پر بھروسہ نہیں پس ماننی ہے خالق کی بات
تیرے اعمال پر ہی منحصر ہے تیری ابدی حیات

Marfat.com

جن کے کردار سے جھلکتے ہیں اللہ و رسول کے فرمودات
منزلیں آساں ' دور رہتے ہیں ان سے سب خطرات
جس عقل کے ہوں مینارۂ نور سراج منیر ﷺ کی تجلیات
نہیں بہکا سکتے اسے کسی طرح بھی دنیا کے طلسمات
انسانی مرکب میں ہیں حیوانی' شیطانی اور فرشتوں کی صفات
اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھ کے کر کشید اپنی ایمانیات
گر مقصود ہے کہ نہ ہوں مانند حیوانات و جمادات
تو تیری دینی حالت میں رہے سدا عروجِ تغیرات
ابھی سے درست کر لو اپنے سارے سوال و جوابات
وقت ختم ہونے پہ لے لیے جائیں گے تمام پرچہ جات
اس ناگہانی وقت کے معلوم نہیں کسی کو لمحات
ہر دم اس کی تیاری کے پورے کرو لوازمات
دل میں ہیں اس وقت کیلئے بہت سے خدشات
یا الٰہی منیرؔ کی تو ہیں ساری تجھ سے حاجات
جن اوقات میں تو دیکھے گا اپنے اعمال کی اوقات
سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں آئے گا تیرے ہاتھ
جس کے سامنے ہوتے ہیں حساب کے مرحلہ جات
دور رہتے ہیں اس سے خرافات و فضولیات
شاید کہ پیدا کر دیں تجھ میں آخرت کے تفکرات
اس لئے ہیں منیر شاکر کی یہ ساری گزارشات

Marfat.com

نوٹ: قرآن پاک کے حوالہ جات میں پہلے سورت کا نام' پھر سورت کا نمبر اور کولن (:) کے بعد آیات مبارکہ کا نمبر ہے۔

احقر
محمد منیر شاکر
(ایم اے سوشیالوجی)
(03344006604)

****

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

(اقبال)

اپنی سوچوں کی موجوں کو تو قبلہ رخ کردے
کہ تیری پستی کا اس کے سوا علاج نہیں

(منیر)

رحمٰن کے بندے

رحمٰن نے سورہ فرقان (25) کی آیات 63 تا 74 میں اپنے بندوں کی بڑے واضح انداز میں یوں صفات بیان فرمائی ہیں کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر اطمینان، وقار اور متواضعانہ شان کے ساتھ میانہ روی سے، احتیاط برتتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں اور زندگی کی راہ پر اس طرح چلتے ہوئے جب ان کا کسی جاہل یا بیہودہ شخص سے واسطہ پڑتا ہے تو سلام کر کے (سلیقے سے الجھے بغیر) ان سے الگ ہو جاتے ہیں، اور وہ رات اپنے رب کے حضور قیام اور سجدے میں گزارتے ہیں اور وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بے شک اس کا عذاب گلے کا پھندا ہے، بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کے لحاظ سے بدترین ٹھکانہ ہے اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ حد سے بڑھتے ہیں (اسراف نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ایک رُوپیہ بھی خرچ کرنا اسراف ہے) اور نہ تنگی (کنجوسی) کرتے ہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال پر رہتے ہیں اور وہ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے معبود (خواہش نفس، مال و دولت اور جاہ و منصب) کو نہیں پوجتے۔ کسی کو ناحق نہیں مارتے، نہ وہ بدکاری کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام (زنا) کرے وہ اپنے اُوپر سخت وبال لائے گا، اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب کیا جائے گا (ایک تو خود برے عمل کا عذاب اور دوسرا اس لئے کہ اُس کا عمل دوسرے لوگوں کے لیے باعث ترغیب بنا) اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے (تجدید ایمان) اور اچھے کام (بمطابق سنت) کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بھلائیوں میں بدل دے گا' کیونکہ اللہ ہی بخشنے والا مہربان ہے اور جو توبہ کرے (گناہ کا خیال بھی دل میں نہ آنے دے) اور فرماں

Marfat.com

برداری والے کام بھی کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع لایا جیسا چاہیے تھا اور جو جھوٹی گواہی (جس بات کا علم نہیں ہوتا نہیں کرتے) نہیں دیتے اور جب کبھی اتفاقاً کسی بیہودہ مجلس پر سے گزر ہو تو اپنی عزت (ایمان) سنبھالے گزر جاتے ہیں ملوث نہیں ہوتے اور جب انہیں ان کے رب کی آیتیں (نصیحتیں) یاد دلائی جاتی ہیں تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے بلکہ بگوش و ہوش سنتے ہیں، بچشم بصیرت دیکھتے ہیں، ان سے اصلاح پذیر ہوتے ہیں، نفع اُٹھاتے ہیں اور ان آیتوں پر فرماں بردارانہ گرتے ہیں اور وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں دے ایسی (صفات رکھنے والی) بیویاں اور اولاد کہ ان کے حسن عمل اور ان کی اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ محبت و اطاعت دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی، دل خوش ہوں اور ہمیں ایسے پرہیز گاروں کے گھرانے کا امام ہونے کا شرف عطا فرما اور ان کے لیے مثالی کردار کا نمونہ بنا۔

رحمٰن کے بندوں کو قرآن میں رحمٰن نظر آتا ہے
تیرا شیدا تیرے فرمان پہ قربان نظر آتا ہے
عشق کی چھری کے نیچے سانس لینا دشوار نظر آتا ہے
اُسے نشاط کہاں نصیب وہ تو غمگین نظر آتا ہے

اُوپر بیان کردہ صفات کو اگر ہم اپنے مقابل کریں تو یقیناً ہمارے سر ندامت اور شرمندگی سے جھک جائیں گے۔ بالخصوص بے حیائی اور بیہودہ گوئی کے ہم رسیا ہو گئے ہیں۔ گھر میں، سفر و حضر میں گانے سننے سے، ڈرامہ / فلم بینی سے اور نظر بازی سے غیر محسوس طریقے کے ساتھ ہمارے دلوں پر شیطان کا قبضہ ہو چکا ہے۔ اسے کہتے ہیں آنکھوں، کانوں اور دلوں پر مہر کا لگنا اور دل کا سیاہ اور زنگ آلود ہو جانا "ان کے دلوں

Marfat.com

پر ان کے بداعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے" المطففین (83):14۔اس لیے نصیحت کا ہم پر اثر نہیں ہوتا، ذکرالٰہی میں دل نہیں لگتا اور اطاعت بڑی گراں گزرتی ہے کیونکہ دل بیمار ہے۔دل کی بیماری سے لاپرواہی خودکشی کے مترادف ہے لہذا اسے آسان نہیں لینا چاہیے۔ہم خوفناک حد تک اللہ سے بے خوف ہو گئے ہیں اور شیطان ہمیں فریب کے ساتھ لمبی اُمیدوں کے سبز باغ دکھاتا ہے۔حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطانوں کا دورہ دلوں پر اسی وقت ہوتا ہے کہ جب وہ صفات مذمومہ سے بھرے ہوں کیونکہ شیطانوں کی تماشگاہ وہی ہیں اور جو شخص ان صفات سے اپنے دل کو خاص اور صاف کرلے شیطان اس کے دل کے گرد نہیں پھرتا۔

موسیقی کے ذریعے شیطان نے انسان کو برباد کردیا
رحمٰن کی بجائے انسان نے شیطان کو شاد کردیا
رب روٹھا ، سارا عمل چھوٹا، ہوا رستہ کھوٹا
شیطان نے دل میں ہمارے اپنے کنبے کو آباد کردیا

اللہ رب العزت سورہ مریم (19) کی آیت 58 میں بھی اپنے بندوں کی صفت یوں بیان فرماتا ہے کہ "رحمٰن کے بندے وہ ہیں جب ان پر رحمٰن کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے"۔ہم میں سے کتنے ایسے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں؟ اور کتنے ایسے ہیں جو اسے سمجھ کر پڑھتے ہیں؟ پھر کتنے ایسے ہیں کہ جن کی زندگیوں میں قرآن کا عمل دخل ہے؟ پھر ان میں کتنے ہیں ہیں جن پر درج بالا آیت میں مذکور کیفیت طاری ہوتی ہے؟ جو کہ رحمٰن کے بندوں کی نشانی ہے۔اس کیفیت کے طاری ہونے کا کیا محرک ہے؟ سورہ مائدہ (5) کی آیت 83 میں ہے کہ "اور جب وہ رسول ﷺ کی طرف نازل کردہ قرآن سنتے ہیں

Marfat.com

تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے اُبل رہی ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے (یعنی معرفت حاصل کر لی ہے)"۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی معرفت کے درپے ہو کیونکہ وہ ہر خوبی کی جڑ ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ جب اپنے پروردگار کی اطاعت کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو اپنی معرفت بخشتا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب معرفتیں معرفت الٰہی کے حاصل ہونے کے لیے مطلوب ہوتی ہیں۔ دنیا کی محبت ہر ایک خطا کی جڑ ہے یہی مرض لاعلاج ہے اور سب خلقت اس میں مبتلا ہے اور وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کم پہچانتے ہیں اگر پہچانتے ہوتے تو اللہ سے محبت ضرور کرتے کیونکہ " ایمان والے اللہ تعالیٰ سے شدید محبت (عشق) کرتے ہیں"۔ البقرہ(2):165۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت الٰہی کا سارا راز آنحضرت ﷺ کے فرمان و عمل کی پیروی میں ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب حاصل کرنے کی راہ سب خلق پر مسدود ہے سوائے ان مومنوں پر جو رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والے اور آپ ﷺ کے طریقہ سنت کے تابع ہیں۔

محبت بندے کو اطاعت پر برانگیختہ کرتی ہے
مسلماں کو منیر یہ مسلماں ہونے کا پتہ دیتی ہے

رحمٰن کے بندوں والی صفات اپنانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم معرفت، قرآن اور اتباع رسول ﷺ کی طرف آئیں۔ یہ تینوں چیزیں آپس میں لازم و ملزوم اور ایک دوسرے کا ثمر ہیں۔ ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانک کر اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہیے کہ رحمٰن کے بندوں والی صفات سے ہم کس درجہ دور ہیں۔ جتنے دور ہوں

Marfat.com

گے اتنا اس کی ناراضی میں اضافہ کریں گے اور اس کی ناراضی ہمیں جہنم تک پہنچا دے گی کیونکہ جہنم اللہ کی ناراضی کی محسوس شکل ہے۔

علم و عمل میں پیدا کر تو اپنی پہچان
شاید کہ راضی ہو جائے اس طرح رب رحمٰن

****

عقل مند کون!

سورہ بقرہ (2) کی آیت 269، سورہ آل عمران (3) کی آیت 7 اور سورہ رعد (13) کی آیت 19 میں ہے کہ نصیحت وہی مانتے ہیں جو عقل مند ہیں یعنی نصیحت ماننے والوں کو اللہ رب العزت عقل مند کہہ رہا ہے۔ سورہ الانبیاء (21) کی آیت 10 میں ارشاد ہے کہ بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک کتابِ نصیحت اتاری جس پر عمل کرنے والوں کے لئے ناموری (عزت ہی عزت) ہے تو کیا تمہیں اس بات کی اتنی بھی عقل نہیں۔ سورہ یٰسین (36) کی آیت 60 تا 62 میں ہے کہ اے اولادِ آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کا کہنا نہ ماننا بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی بندگی و فرمابرداری کرتے رہنا یہی سیدھی راہ ہے اور بے شک اس نے تم میں سے بہت ساری خلقت کو بہکا دیا کیا تم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے۔ سورہ زمر (39) کی آیت 17 & 18 میں ہے اور جن لوگوں نے طاغوت کا کہنا نہ مانا اور ہمہ وقت وہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف ہی متوجہ رہے انہی کے لئے خوشخبری ہے ایسے میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو بات (نصیحت) کو پوری توجہ سے کان لگا کر سنتے ہیں پھر ان بہترین باتوں کی اتباع کرتے ہیں یہی تو ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے اور یہی تو عقل مند ہیں۔ اسی سورہ کی آیت 9 میں ہے

Marfat.com

بھلا جو شخص راتوں کے اوقات سجدے اور قیام کی حالت میں (عبادت میں) گزارتا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی اُمید رکھتا ہو کیا اسکا حشر نا فرمانوں جیسا ہو گا آپ ﷺ فرمائیں کیا برابر ہیں جاننے والے (معرفت الٰہی کے) اور انجان۔ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔ سورہ مائدہ (5) کی آیت 100 میں ہے کہ آپ ﷺ فرما دیں کہ گناہوں سے لتھڑا ہوا گندا اور گناہوں سے پاک ستھرا برابر نہیں اگرچہ تجھے گندے کی کثرت بھائے تو اللہ سے ڈرتے رہو اے عقل مندو کہ تم فلاح پاؤ۔ یعنی گناہوں سے بچنا عقل مندی کی علامت اور فلاح کی نشانی ہے۔ سورہ بقرہ (2) کی آیت 197 میں ہے کہ عقل مند اللہ سے ڈرتے ہیں یعنی اللہ کے عذابوں سے ڈرتے ہوئے منع کئے ہوئے کاموں سے رکتے ہیں اور نیک کام کر کے روتے ہیں کہ کہیں رد نہ ہو جائیں۔ یہ عقل مندی کی نشانی ہے۔ سورہ انعام (6) کی آیت 32 میں ہے کہ اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کود (گھڑی پل کا مزہ جسے بقا نہیں پھر تھکاوٹ) اور بے شک پچھلا گھر بھلا ان کے لئے جو ڈرتے ہیں تو کیا تمہیں اتنی بات کی بھی سمجھ نہیں۔ سورہ اعراف (7) کی آیت 149 میں ہے کہ اور بے شک آخرت کا گھر بہتر ہے ان کو جو پرہیز گاری (اللہ کی رضا و محبت میں نیکیوں کی طرف لپکنا اور خوف سے نافرمانی و گناہ سے بچنا) رکھتے ہیں تو کیا تمہیں اتنی عقل بھی نہیں۔ سورہ یوسف (12) کی آیت 102 میں بھی یہی بات ہے۔ سورہ قصص (28) کی آیت 60 میں ہے کہ اور تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ صرف دنیا کی زندگی کے برتنے کے لیے اور اس کی رونق و زینت ہے (فانی ہے) اور جو اللہ کے پاس ہے (اعمالِ آخرت کے بدلے اجر کی صورت میں) وہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے تو کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں (کہ باقی کو چھوڑ کر فانی کے پیچھے پڑے ہو)۔ سورہ

Marfat.com

ملک (67) کی آیت 10 میں ہے کہ اور دوزخی کہیں گے اگر ہم نصیحت غور سے سنتے یا عقل سے سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔ سورہ مائدہ (5) کی آیت 103 میں ہے کہ اور اکثر کافر عقل نہیں رکھتے۔ حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی گئی کہ کون سا مومن زیادہ عقل مند ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو موت کو کثرت سے یاد کرتا ہو اور خوب اسکی تیاری کرتا ہو۔ ہم عقل منداُسے کہتے ہیں جو خوب دنیا کمار ہا ہو اپنی ہوشیاری و ذہانت سے عہدوں پر ترقی کرتا جار ہا ہو اور کاروبار کو خوب سنبھالا ہو اور اس میں بڑھوتی کرتا جائے۔ ایسی عقل تو کافروں کے پاس بھی بہت ہے۔ مگر اللہ کریم فرمار ہے ہیں کہ کافر عقل نہیں رکھتے۔ لہٰذا اللہ و رسول ﷺ کے نزدیک عقل یا عقل مندی کیا ہے؟ اس کی جستجو کرنی چاہیے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر تو عقل مند ہے تو تُو اپنے آپ کو جہنم میں شمار کر' تا کہ یہ بات تجھے نیک اعمال پر برانگیختہ کرتی رہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاقل آدمی ہر وقت اپنے عیوب کا متلاشی رہتا ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ عقل مند وہ شخص ہے کہ جو کچھ دیکھے اُس سے آخرت کے حالات یاد کرے اگر اندھیرا دیکھے تو قبر کی تاریکی یاد کرے اگر سانپ دیکھے تو قبر اور دوزخ کے سانپ یاد کرے اگر بُری صورت دیکھے تو منکر و نکیر اور دوزخ کے فرشتے یاد کرے اگر ڈراؤنی آواز سُنے تو نفخہ صور یاد کرے اگر آگ دیکھے تو دوزخ کی آگ یاد کرے جو دنیا کی آگ سے 70 گنا زیادہ سخت ہے اور اگر ذلت و عزت دیکھے تو قیامت کے دن مردود اور مقبول ہونا یاد کرے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کو ذلیل رکھے اور موت کے بعد کے لئے اعمال کی تیاری کرے احمق وہ ہے جو اپنے نفس کی پیروی بھی کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بخشش کی اُمید بھی رکھتا ہو۔

ہم درج بالا بحث کی روشنی میں بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم کتنے عقل مند ہیں؟ عقل مند تو وہی ہوگا جو اللہ ورسول ﷺ کی نظر میں عقل مند ہوگا۔

جو تجھ سے یگانہ اور دنیا سے بیگانہ بنادے
الٰہی مُنیرؔ کو تو ذرا ایسی عقل عطا فرمادے

****

کون ہیں علم والے؟

سورہ بقرہ (2) کی آیت 30 تا 34 سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے علم کے ذریعے آدم علیہ السلام کو برتری دلوا کر فرشتوں سے سجدہ کروایا۔ اسی سورہ کی آیت 247 سے واضح ہے کہ اللہ رب العزت کے ہاں قوم کے سردار اور لشکر کا سالار بننے کیلئے دولت معیار نہیں بلکہ اس کا معیار علم اور شجاعت ہے۔ سورہ نمل (27) کی آیات 38 تا 40 میں آنکھ جھپکنے میں ملکہ بلقیس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں لانے والا شخص بزورِ علم ہی اس پر قادر ہوا۔ سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 18 میں ہے کہ "اہل علم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں"، یعنی علم والوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے تابع رہتے ہیں۔ سورہ انعام (6) کی آیت 97 میں ہے کہ ہم نے نشانیاں مفصل بیان کردیں علم والوں کیلئے۔ سورہ توبہ (9) کی آیت 122 میں ہے کہ "مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ (علم) حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ دین کے احکامات کی مخالفت سے بچیں"، یعنی علم حاصل کرنے کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ لوگوں کو اللہ کی ناراضی سے ڈرا کر اس کے احکامات کی مخالفت و نافرمانی سے بچایا

جائے اس طرح وہ جہنم سے بچیں گے کیونکہ اللہ کی ناراضی کی محسوس شکل جہنم ہے۔

سورہ نحل (16) کی آیت 43 میں ہے کہ اے لوگو! اگر تمہیں معرفتِ الٰہیہ اور دینِ الٰہیہ کا علم نہیں تو علم والوں سے پوچھو۔ سورہ انبیاء (21) کی آیت 7 میں ہے کہ اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں جس بات کا علم نہ ہو۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ انسان عالم نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے علم پر عمل نہ کرے۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ جب ایسا امر درپیش ہو کہ اس کو قرآن و حدیث میں نہ پائیں تو کس طرح کریں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ نیک بختوں سے سوال کرو اور اس کو ان کے مشورہ پر منحصر کرو۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نیک بخت لوگوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے علم کی وجہ سے دنیا طلبی نہیں کرتے اس لیے کہ کم درجہ عالم کا یہ ہے کہ وہ دنیا کو حقیر جانتا ہو آپ مزید فرماتے ہیں کہ علم بے عمل خطرناک امر ہے۔ سورہ فرقان (25) کی آیت 59 میں ہے کہ ''رحمٰن کے بارے جاننا ہے تو کسی جاننے والے (عالم) سے پوچھ''۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی آئی کہ میرے باب میں اس عالم سے سوال مت کر جس کو محبت دنیا نے بدمست کر رکھا ہے، وہ تجھے میری محبت سے علیحدہ کر دے گا، ایسے لوگ میرے بندوں کے راہزن ہیں۔ حضرت سہیل تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کے سوا تمام انسان مُردے ہیں اور باعمل علماء کے سوا تمام لوگ دیوانے ہیں اور عالم اخلاص والا ہوتا ہے اور اخلاص والوں کو یہ خوف ہوتا ہے کہ ان کا انجام کیا ہوگا؟

سورہ طٰہٰ (20) کی آیت 114 میں ہے کہ کہو اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔ حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان جب تک طلب

Marfat.com

علم میں رہتا ہے تب تک عالم ہوتا ہے اور جب وہ یہ گمان کرتا ہے کہ میں جان چکا تب جاہل ہو جاتا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض اکابر کا قول ہے کہ جو علم سیکھنا فرض ہے وہ علم' اخلاص، نفس کی آفتوں، شیطان کے خطروں اور فرشتے کے الہام میں تمیز کرنے کا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ تمام علوم سے اشرف علم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسول کو جاننا ہے پھر وہ علم جو ان علوم تک پہنچنے کا ذریعہ ہو، مزید فرماتے ہیں کہ یہ بات متفقہ علیہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (انبیاء کے بعد) سب سے بڑھ کر ہیں اور دین میں کوئی ان کی چال نہیں چل سکتا نہ کوئی ان کی گرد کو پا سکتا ہے حالانکہ ان کی فضیلت ''علم الکلام'' اور ''علم فقہ'' سے نہ تھی بلکہ ''علم آخرت'' اور اس کے طریق کو اختیار کرنے سے تھی۔

سورہ نحل (16) کی آیت 95 میں ہے کہ ''اللہ کے عہد پر تھوڑے دام مول (دنیا کا نفع) نہ لو' یاد رکھو اللہ کے پاس والی چیز (اجرِ آخرت) ہی تمہارے لئے بہتر ہے بشرطیکہ تم میں علم ہو' یعنی علم والے کی نظر آخرت پر ہی ہوتی ہے۔ سورہ فاطر (35) کی آیت 28 میں ہے کہ ''اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں'' یعنی خوفِ خُدا رکھنا علم والوں کی نشانی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا علم بڑھے تو چاہیے کہ حق تعالیٰ سے اس کا خوف اور اطاعتیں بھی بڑھیں۔ سورہ صف (61) کی آیات 10&11 میں ہے کہ ''اے ایمان والو! کیا تمہیں وہ تجارت بتلاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو' یعنی اپنی جان و مال دین میں لگا کر دردناک عذاب سے بچانے والی تجارت کرنا اہل علم کی نشانی ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے نفسِ علم کے سمجھنے میں غلطی کی ہے یہ لوگ اس علم کو جو اصل میں کام کا علم ہے حاصل نہیں کرتے جیسے علم تفسیر، علم حدیث، علم تصوف، علم اخلاق (کردار سازی)، ریاضت کے طریقے اور دوسرے علوم یعنی علم راہ آخرت، دین کی راہ کی توفیق، دل کی نگہداشت اور مراقبہ کا طریقہ، یہ علوم ہر ایک شخص کیلئے فرضِ عین ہیں مگر یہ لوگ ان کارآمد علوم کو کارآمد علوم ہی تصور نہیں کرتے بلکہ ان علوم کو جو ان کو دنیا سے آخرت کی طرف بلانے والے نہیں، حرص سے قناعت کی طرف لے جانے والے نہیں، ریا سے اخلاص کی طرف مائل کرنے والے نہیں ہیں' تمام عمر بڑے ذوق وشوق سے ان میں مشغول رہتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ علم تو یہی ہے جو ہم نے حاصل کیا ہے اور جو شخص علم دین اور علم اخلاق کی طرف راغب ہوتا ہے اس کو یہ لوگ جاہل و بے خبر کہتے ہیں' آپ مزید فرماتے ہیں کہ جو شخص علم و حکمت کو اپنی لگام بناتا ہے' لوگ اسے اپنا امام بناتے ہیں۔ حضرت بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ علم کی طلب دنیا سے فرار کیلئے ہوتی ہے نہ کہ دنیا طلبی کیلئے، مزید فرماتے ہیں کہ جو علم سے حصول حکومت اور حصول دنیا کا طالب ہو تو اللہ تعالیٰ کا تقرب اس سے عداوت رکھتا ہے اس لیے کہ وہ آسمان اور زمین میں مبغوض ہے۔ حضرت اللہ یار خاں رحمۃ اللہ علیہ دلائل السلوک میں لکھتے ہیں کہ تمام دنیاوی علوم محبت دنیا کے ساتھ حاصل ہو سکتے ہیں بلکہ محبت دنیا ان کے حصول میں معاون ہوتی ہے سوائے علوم صوفیہ (علم آخرت) کے، یہ علوم محبت دنیا کے ساتھ حاصل نہیں ہو سکتے' ان کا حصول خواہشِ نفس کے دور ہونے پر موقوف ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ آخر زمانے میں عابد جاہل ہوں گے اور علماء فاسق، آپ ﷺ نے فرمایا کہ علم کو اس غرض سے مت سیکھو کہ اس سے علماء پر فخر اور بیوقو

Marfat.com

فوں سے بحث (مناظرہ) اور لوگوں کے منہ اپنی طرف (عزت حاصل کرنے اور مقبولیت کیلئے) پھیر و اور جو کوئی ایسا کرے گا تو وہ دوزخ میں جائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں دجال کی بہ نسبت غیر دجال سے تم پر زیادہ فکرمند ہوں' عرض کی گئی وہ کیسے ؟ فرمایا کہ میں گمراہ کرنے والے ائمہ سے ڈرتا ہوں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا کے ساتھ مشغول ہو جانا جاہل کا بد ہے لیکن عالم کا بدتر۔

حصولِ علم کیلئے تن من کی بازی تم لگا دو
جہادِ زندگانی میں علم کو ہتھیار اپنا تم بنالو
علم و عمل کے میداں میں پیدا کرو اپنی پہچان
شاید کہ پڑ جائے اس سے ملت کے جسم میں ذرا جان

(منیر)

****

خوف الٰہی کے ثمرات

سورہ اعراف (7) کی آیت 154 میں ہے کہ ہدایت اور رحمت اُن کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ سورہ انفال (8) آیت 29 میں ہے کہ اے ایمان والو! اگر اللہ سے ڈرو گے (اس طرح کے گناہ ترک کر کے اور اطاعت بجالا کر) تو اللہ تعالیٰ تمہیں کفر و معاصی سے بالکل جدا کرنے والی، محفوظ رکھنے والی اور غالب کر دینے والی زبردست قوت دے گا اور تمہاری برائیاں اُتار دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تو بڑے ہی فضل والا ہے۔ سورہ حجر (15) کی آیت 45 میں ہے کہ بے شک ڈرو الے باغوں اور چشموں میں ہونگے۔ سورہ نحل (16) کی آیت 128 میں ہے کہ بے شک اللہ اُن کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور نیکیاں کرتے ہیں۔ سورہ نور (24) کی آیت 52 میں ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی

Marfat.com

فرمابرداری کریں، خوف الٰہی رکھیں اور اُس کے عذابوں سے ڈریں وہی نجات پانے والے کامیاب لوگ ہیں۔ سورہ یٰسین (36) کی آیت 11 میں ہے کہ آپ ﷺ کے ڈرانے کا وہی شخص اثر قبول کرسکتا ہے جو نصیحت پکڑے اور اُس پر چلے اور رحمٰن سے ان دیکھے ڈرے تو ایسے کو بخشش اور باوقار اجر کی بشارت سنا دیجیے۔ سورہ زمر (39) کی آیت 20 میں ہے کہ ہاں وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اُن کے لئے جنت میں منازل رفعیہ جن کے اوپر مزید ارفع منازل ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ ہے اللہ کا وعدہ، اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ سورہ ق (50) کی آیات 33 تا 35 میں ہے کہ جو رحمٰن سے ان دیکھے ڈرتا رہا اور توجہ والا جھکا ہوا دل لایا اُن سے فرمایا جائے گا جنت میں جاؤ سلامتی کے ساتھ ہمیشہ رہنے کے لئے' اُن کے لئے اس میں ہوگا جو چاہیں بلکہ اُن کی چاہت سے بھی زیادہ۔ سورہ طور (52) کی آیت 26 میں ہے کہ جنتی بولے بے شک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں اللہ عزوجل سے بہت ڈرا کرتے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا جنتیوں کا وصف ہے۔ سورہ رحمٰن (55) کی آیت 46 میں ہے کہ جو روز قیامت اللہ جل شانہ کے حضور حساب کے لئے کھڑا ہونے سے ڈرا اور گناہوں کو ترک کیا اور احکامات بجالایا اُس کے لئے دو جنتیں ہیں۔ سورہ طلاق (65) کی آیات 2 اور 3 میں ہے کہ اور جو اللہ جل جلالہ سے ڈرے اللہ سبحانہٗ اُس کے لئے نجات کی راہ نکال دیتا ہے اور اُس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے کہ جس کا اُسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ سورہ قلم (68) کی آیت 34 میں ہے کہ بے شک ڈروالوں کے لئے اُن کے رب کے پاس چین کے باغ ہیں۔ سورہ اعراف (7) کی آیت 128 میں ہے کہ اور اخیر کامیابی اُنہی کی ہوتی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے ڈرنے والوں کی خصوصیت اور کیفیت بھی بیان فرمائی

Marfat.com

ہے۔ سورہ حاقہ (69) کی آیت 48 میں ہے کہ بے شک یہ قرآن ڈروالوں کے لئے نصیحت ہے یعنی ڈروالوں پر قرآن کی نصیحت کا اثر ہوتا ہے جیسا کہ سورہ الاعلیٰ (87) کی آیت 10 میں ہے کہ ڈرنے والا تو نصیحت لے گا۔ سورہ فاطر (35) کی آیت 28 میں ہے کہ اللہ سے اُس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں یعنی اللہ سے ڈرنا اہل علم کی خصوصیت ہے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اللہ عزوجل کی کہ میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور سب سے زیادہ اُس کا خوف رکھنے والا ہوں۔ حالانکہ نبی ﷺ کو سب سے زیادہ معلوم تھا کہ اللہ بخشنے والا ہے۔ ہم اس لئے بے خوف ہیں کہ ہمیں علم (معرفتِ الٰہی) حاصل نہیں۔ سورہ مومنون (23) کی آیت 57 میں اللہ رب العزت ڈروالوں کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ بے شک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے سہمے ہوئے ہیں۔ سورہ اعراف (7) کی آیت 201 میں ہے کہ بے شک وہ جو ڈرنے والے ہیں جب اُنہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے تو اللہ کی یاد میں فوراً ہوشیار ہوجاتے ہیں اور پوری طرح چوکسی کی حالت (ریڈ الرٹ) میں آجاتے ہیں۔ یعنی وہ شیطانی عمل کر کے نہیں بلکہ صرف شیطانی خیال (وسوسہ) آنے پر ہی فوراً خطرے سے خبردار ہوجاتے ہیں، اللہ کی طرف پہلے سے بڑھ کر رجوع کرتے ہیں اور اپنے اعمال کا فوراً محاسبہ کرتے ہیں۔ سورہ انفال (8) میں ایمان والوں کی نشانی بتاتے ہوئے آیت 2 میں اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ ایمان والے وہی ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے دل ڈر جائیں۔ یعنی خوف الٰہی کے بغیر ایمان نامکمل ہے۔ ہم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے؟ کس چیز کا انتظار ہے؟ سورہ حدید (57) کی آیت 16 میں ہے کہ "کیا ایمان والوں پر ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ جل شانہ کے ذکر سے اور جو حق اُتر چکا ہے اُس سے اُن کے دل

Marfat.com

دہل جائیں اور خوف وخشیت پکڑیں اور نرم ہو جائیں اور کہیں اُن جیسے نہ ہو جانا جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر جب اُن پر ایک زمانہ گزر گیا تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور اُن میں بہت سے فاسق ہو گئے''۔ڈریں اس بات سے کہ کہیں ہمارا حشر فاسقوں میں نہ ہو جائے کیونکہ بے خوفی کے باعث ہمارے دل بھی سخت ہو چکے ہیں اس لئے نافرمانی سے ہم باز نہیں آتے۔سورہ اعراف (7) کی آیات 97 تا 99 میں ہے کہ کیا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ اُن پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سو رہے ہوں یا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ اُن پر ہمارا عذاب دن چڑھے آئے جب وہ کھیل رہے ہوں کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خبر ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر جنہوں نے تباہ ہونا ہوتا ہے۔سورہ ملک (67) کی آیات 16 اور 17 میں ہے کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ آسمانوں والا تمہیں زمین میں دھنسا دے یا اچانک زمین لرزنے لگے یا کیا تم اس بات سے بے فکر ہو گئے ہو کہ آسمانوں والا تم پر پتھر برسا دے پھر تو تمہیں خوب معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا۔سورہ انشقاق (84) کی آیات 10 تا 13 میں ہے کہ اور وہ جس کا نامہ اعمال اُس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا وہ عنقریب موت مانگنے لگے گا اور بھڑکتی آگ میں جائے گا بے شک وہ دنیا میں اپنے گھر والوں میں خوش وخرم (بے خوف) تھا۔حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت کی قسم میں دو خوف اور دو امن ایک بندے میں جمع نہیں کروں گا یعنی اگر کوئی شخص دنیا میں مجھ سے ڈرے گا تو آخرت میں اُس کو بے خوف رکھوں گا اور اگر دنیا میں بے خوف رہے گا تو قیامت کے دن اُس کو خوف میں رکھوں گا۔حضرت ابو دردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم سے یہ بات فرماتے ہیں کہ جو شخص موت کے وقت اپنے ایمان کے چھن جانے سے بے خوف

ہو جاتا ہے اُس کا ایمان ضرور ہی چھن جاتا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو اپنے دین پر مطمئن ہو جائے اُس سے دین چھین لیا جاتا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندے کا خود کو عیب اور تقصیر سے پُر سمجھنا اور حق تعالیٰ کو اس کی عظمت اور بے نیازی کی صفت کے ساتھ پہچاننے کا ثمرہ ''خوف'' ہے۔ عارفانِ الٰہی اپنا خاتمہ سعادت پر ہونے یا شقاوت پر ہونے کا بہت خوف رکھتے ہیں اور یہ خوف سب سے بڑا ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ خوف والا وہ ہے جو خود کو اُس بیمار کی طرح بنائے جو موت کے ڈر سے کھانے کی چیزوں سے پرہیز کرتا ہے۔ شیخ سہیل تستری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صدیقین ہر لحظہ سوء خاتمہ یعنی ایمان جانے سے ڈرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ''پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ جل جلالہ سے ڈرتے رہو اور فرمان سنو تو مانتے اور عمل کرتے جاؤ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اپنے بھلے کو اور جو شخص اپنے نفس کی حرص (طمع و لالچ) سے محفوظ رکھا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں'' التغابن (64):16۔

بے خوفی ہماری سمجھ سے بالا تر ہے　　اسی لئے نافرمانی ہماری زیادہ تر ہے
ہم اللہ سے نہیں لوگوں سے ڈرتے ہیں　　اسی لئے ہم دشمن کے ہاتھوں مرتے ہیں
جو یہاں خوف میں رہتا ہے　　آخرت اُسی کی ہے قرآں یہ کہتا ہے
آتش خوف سے ایمان کا پھل پکتا ہے　　جیسے آگ میں سونا کندن بنتا ہے
خوف خدا جب جسم پہ طاری ہو جاتا ہے　　گناہ کرنا پھر بھاری ہو جاتا ہے
آب خوف سے گر ایمان کی آبیاری ہے　　کھیتی منیرؔ پھر بارآور تمہاری ہے

****

Marfat.com

ڈر اور امید

سورہ اعراف (7) کی آیت 56 میں ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اس سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے۔ سورہ انبیاء (21) کی آیت 90 مین ہے کہ بے شک وہ (اللہ والے) بھلے کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور ہمیں ہر وقت امید اور خوف کے ساتھ یاد رکھتے ہیں اور ہمارے حضور گڑگڑاتے رہتے ہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفس کو نیکیوں کی طرف متوجہ کرنے اور خرابیوں سے روکنے والی یعنی بندے کو عبادت پر اُبھارنے کیلئے دو چیزیں، امید اور خوف ہیں، اجرِ عظیم کی امید اور جنت میں عمدہ عمدہ نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا یقین بندے کیلئے نیک کام کرنے کا باعث و ذریعہ بنتا ہے، خوف یہ ہے کہ انسان ہر وقت رب تعالیٰ کے دردناک عذابوں سے ڈرتا رہے جو نافرمانی اور گناہ کرنے والوں کو دیئے جائیں گے لہٰذا امید اور خوف سالک کیلئے دو پروں کی طرح ہیں جن کی قوت سے وہ بلند مقامات تک پہنچتا ہے کیونکہ جمالِ الٰہی کے حجابات بہت بلند ہیں جب تک امید صادق پیدا نہ ہو اور جمالِ الٰہی کی لذت مدد نہ کرے ان بلندیوں کو طے کرنا بہت مشکل ہے، اس کے برعکس نفسانی خواہشات جو دوزخ کی راہ پر واقع ہیں ایسی غالب، انسان کو فریب دینے والی اور اپنی طرف کھینچنے والی ہیں کہ انسان کا اِن کے دام سے بچنا مشکل ہے جب تک انسان کے دل پر اللہ تعالیٰ کا خوف غالب نہ ہو اس ہویٰ وہوس سے بچنا نا ممکن ہے مزید فرماتے ہیں کہ خوف اور امید مساوی ہونے چاہییں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر قیامت کے دن ندا ہو کہ آج بہشت میں صرف ایک ہی شخص جائے گا تو سمجھے کہ وہ ایک میں ہوں اور اگر منادی ہو کہ دوزخ میں صرف ایک شخص ہی ڈالا جائے گا تو میں ہراساں رہوں گا کہ کہیں وہ ایک شخص میں نہ ہوں، آپ

Marfat.com

مزید فرماتے ہیں کہ قربِ رحمٰن جو بہت دور دراز فاصلے پر اور مکروہاتِ قلبی سے بچاؤ اور اعضاء کی محنتوں میں چھپی ہوتی ہے ممکن نہیں کہ بغیر ذریعہ رجاء (امید) کے اس تک کوئی پہنچ سکے اور نارِ جحیم اور عذابِ الیم جو شہوات لطیف اور لذائذ عجیبہ کے اندر مخفی ہے اس سے بغیر تازیانہ خوف کے کوئی بچ سکے اس لئے امید اور خوف دو بازو ہیں جن کے ذریعے مقرب آدمی عمدہ مقامات کی طرف اُڑتے ہیں آپ مزید فرماتے ہیں کہ یہ وقت ایسا ہے کہ جس میں رجاء کے اسباب لوگوں میں بیان نہ کرنا چاہییں بلکہ خوف دلانے میں بھی اگر مبالغہ کیا جاوے تب بھی لوگوں کا راہِ راست پر آنا دشوار ہے اور اسباب رجاء کا ذکر بالکل ہی تباہ و برباد کر دیتا ہے جو آدمی گناہ پر مغرور ہو کر اللہ تعالیٰ پر تمنا کرے اور عبادت سے روگرداں رہے اور گناہوں میں گھسا رہے تو اُس کے حق میں رجاء زہر ہے امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ رحمت و مغفرت پر مبنی آیات مبارکہ اور احادیثِ شریفہ دو قسم کے بیماروں کے واسطے شفاء کا حکم رکھتی ہیں ایک تو ایسا بیمار جو کثرتِ گناہ کے باعث ناامید ہو کر توبہ نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ مجھ جیسے بندۂ روسیا کی توبہ بارگاہِ الٰہی میں ہرگز قبول نہیں ہوگی تو ایسے شخص کی ناامیدی توڑنے کیلئے آیات و احادیثِ رحمت و مغفرت شفاء ہوں گی، دوسرا بیمار وہ شخص ہے جو اللہ کے خوف سے دن رات عبادت میں مشغول ہے اور اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ زبردست اور شاقہ ریاضت اس کو ہلاک کر ڈالے گی، نہ راتوں کو سوتا ہے نہ کھانا کھاتا ہے تو ایسے شخص کے خوف کو توڑنے کیلئے رحمت و بخشش والی آیات و احادیث اس کے زخموں کا مرہم ہیں لیکن جب ان آیات و احادیث کو تو غافلوں کے سامنے بیان کرے گا تو ان کی بیماری مزید بڑھ جائے گی ایسے لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو راستہ میں سو گیا ہو کسی نے اُس کو سوتے سے جگا کر اتنی شراب پلا دی کہ وہ مست و بے خود ہو کر گر پڑا، پہلے تو

Marfat.com

یہ ایک معمولی آواز سے بیدار ہو سکتا تھا لیکن اب تو ایسا مدہوش ہوا ہے کہ اگر کوئی پچاس ٹھوکریں بھی مارے تو بیدار نہ ہوگا، اگر تم ایسے شخص کو نصیحت کرو گے تو وہ کہے گا جناب خاموش رہیے حق تعالیٰ رحیم و کریم ہے اس کو میرے گناہوں کی کیا پرواہ، بہشت ہم گنہگاروں کو ضرور ملے گی، جو واعظ لوگوں کو اس قسم کی باتیں کہے وہ واعظ نہیں دجال ہے اس کی مثال اس احمق طبیب کی سی ہے جو حرارت سے بیمار ہونے والے کو شہد دے اور کہے کہ اس میں شفاء ہے اگرچہ شہد میں شفاء کا ہونا صحیح اور درست ہے مگر ایسے بیمار کیلئے جس کا مرض سردی سے ہو، امام صاحب مزید فرماتے ہیں اگر تمہارے دین میں رحمت و کرم کے یہ معنی ہیں کہ بغیر بوئے تم کھیتی کاٹ لو تو اس صورت میں دنیا کے اندر زراعت و تجارت اور روزی کی طلب کیوں کرتے ہو بس آرام سے بیٹھے رہو کہ حق تعالیٰ رحیم و کریم و رزاق ہے اور اس کو اس بات پر قدرت حاصل ہے کہ بغیر بیج بوئے اور بغیر محنت کے وہ کھیتی اُگا سکتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ تم ایسے کرم کے قائل نہیں ہو تو پھر اعمالِ آخرت کیے بغیر آخرت کے بارے میں تم ایسا کیوں خیال کرتے ہو کہ بس یونہی بخش دیئے جاؤ گے، جو یہ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ رحیم و کریم ہے وہ ہر ایک کو یونہی بہشت عطا کر دے گا ایسا خیال کرنے والا بیوقوف ہے امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ رجاء سب کا سب اہلِ خوف کیلئے اور خوف سب کا سب اہلِ رجاء کیلئے ہے حسنِ ظن یہ ہے کہ بندہ اس کی نافرمانی سے بچے، اس کے عذاب اور مواخذے سے ڈرے اور اس کی خدمت اور بندگی میں کوشش کرے آپ مزید فرماتے ہیں کہ عفو (معافی) کی امید پر بیٹھے رہنا حماقت کی دلیل ہے۔ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد نے فرمایا احمق ہے وہ شخص جو خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ سے لطف و کرم کی امید رکھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا خوف ہی

Marfat.com

اصل علم ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوف اور امید ایمان کے دوستون ہیں خوف والا عبادت اس ڈر سے کرتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ سے دور نہ کردے اور امید والا اس امید پر عبادت کرتا ہے کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کا وصل نصیب ہو جائے مزید فرماتے ہیں کہ عبادت کے بغیر خوف اور امید بے معنی ہیں۔

امید ہی امید گر دل پہ چھائی ہے — گمراہی کی راہ دل نے اپنائی ہے
کیا کرنا تھا کیا کرتا پھرتا ہے — بساطِ عمل پہ منیرؔ سخت مات کھائی ہے
دنیا تو صرف مزرعۂ بہشت ہے — ہم نے تو عمل سے صرف دنیا کمائی ہے

****

ڈر اُس کی دیر گیری سے

سورہ نحل (16) کی آیت 61 میں ہے کہ اور اگر اللہ رب العزت لوگوں کو اُن کے ظلم (نافرمانی) پر فوراً گرفت کرتا تو زمین پر کوئی چلنے والا نہ بچتا لیکن وہ انھیں ایک مقرر کیے ہوئے وعدے تک مہلت دیتا ہے پھر جب ان کا وعدہ آئے گا تو نہ ایک لمحہ پیچھے ہٹیں گے نہ آگے بڑھیں گے۔

نافرمانی سے مہلت کو مزید مہلک نہ بنا
فریب دنیا میں پڑ کے اپنا مزید قلق نہ بڑھا

سورہ لقمان (31) کی آیت 24 میں ہے کہ ہم نافرمانوں کو تھوڑی مہلت دیں گے کہ وہ دنیا کے مزے اٹھالیں بالآخر پھر ہم انھیں بے بس کر کے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے۔

یہ گرفت ہی ہے کہ تو دنیا میں مشغول ہو گیا
ڈھیل سے دھوکہ کھا کے تو خالق سے غافل ہو گیا

Marfat.com

بے پرواہ کے خوف سے لا پرواہ تو ہو گیا
گمراہی کے دوش پہ منیر ہوا تو ہو گیا

سورہ ابراہیم (14) کی آیات 42 & 43 میں ہے کہ ظالموں (نافرمانوں) کو ڈھیل دی جارہی ہے ایسے دن کیلئے جس میں آنکھیں کُھلی کی کُھلی رہ جائیں گی بے تحاشہ دوڑیں گے اپنے سر اُٹھائے ہوئے کہ (شدتِ دہشت سے) ان کی پلکیں ان کی طرف لوٹتی نہیں اور ان کے دلوں میں کچھ سکت نہ ہوگی۔ سورہ مریم (19) کی آیت 75 میں ہے کہ آپ فرمائیں جو گمراہی میں ہوتا ہے اللہ رحمٰن اس کو خوب لمبی ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ وہ ان چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں جن کا وعدہ کئے جاتے ہیں یعنی عذاب (بُرے اعمال کا انجام) یا قیامت (موت) کو۔

مہلت سے پیدا ہوتی ہے غفلت
لوگو! یہ مہلت ہے بڑی قیامت

سورہ بقرہ (2) کی آیت 15 میں ہے کہ منافق اپنے دوغلے کردار سے اللہ رب العزت کا استہزا کرتا ہے اور اللہ رب العزت اُس کو اِس گھناؤنے کردار پر سخت گرفت کرنے کیلئے ڈھیل دیتا ہے تا کہ وہ سرکشی میں بھٹکتا رہے۔ سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 178 میں ہے کہ "اور نہ خیال کریں جو کفر کر رہے ہیں کہ ہم جو مہلت انھیں دے رہے ہیں یہ بہتر ہے ان کیلئے، ہم تو صرف اس لیے انھیں مہلت دے رہے ہیں کہ وہ اور زیادہ گناہ کرلیں اور ان کیلئے ذلیل وخوار کرنے والا عذاب ہے"۔ کیا معلوم ہم بھی مہلت دیئے گئے ہوں؟ سورہ حج (22) کی آیت 48 میں ہے کہ بہت سی ظلم (نافرمانی) کرنے والی بستیوں کو میں نے ڈھیل دی پھر آخر انھیں پکڑ لیا (کیوں ہوش نہیں کرتے؟) تمہیں میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ سورہ مومنوں

Marfat.com

(23) کی آیات 55 & 56 میں ہے کہ کیا یہ نافرمان خیال کر رہے ہیں کہ وہ جو ہم ان کی مال اور بیٹوں سے مدد کر رہے ہیں اور یہ جو جلد جلد ان کو بھلائیاں اور نعمتیں دے رہے ہیں کیا یہ ان کے اعمال کی جزا ہیں یا ہمارے راضی ہونے کی دلیل؟ نہیں نہیں! بلکہ انھیں خبر ہی نہیں (یہ تو ہم انھیں آزمائش کیلئے ڈھیل دے رہے ہیں تاکہ سخت گرفت کریں)۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوبصورت انداز میں اس بات کی عکاسی کی ہے ۔

نہ جا اُس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اُس کی
ڈر اُس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اُس کا

****

اللہ کا گرفت کرنے کا انداز

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم یا فرد پر گرفت کرنا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ کیا کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی گرفت کے کیا اشارے اور علامات (Indicators) ہیں؟ آئیں قرآن کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کہیں گرفت والا معاملہ ہمارے ساتھ تو نہیں ہو رہا؟ کہیں ہم قرآن سے نابلدی کی بنا پر گرفت والے اشاروں کو کوئی اہمیت ہی نہ دے رہے ہوں؟ ہمیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہونی چاہیے کہ ہائی وے پر چلنے والی گاڑی اشاروں کو اگر نہیں دیکھتی یا نظر انداز کرتی ہے تو وہ کس عبرت ناک انجام سے دوچار ہو جاتی ہے؟ لہٰذا ہمیں گرفت والے اشاروں کا اچھی طرح ادراک ہونا چاہیے تاکہ اشارہ دیکھتے ہی ہم خطرے کو سمجھ جائیں اور احتیاطی تدابیر اختیار کریں۔

سورہ انعام (6) کی آیت 44 میں ہے کہ "پھر جب انھوں نے بھلا دیا جو نصیحتیں ان کو کی گئی تھیں (کیا ہم نصیحتیں یاد رکھے ہوئے ہیں؟) ہم نے ان پر ہر چیز

(صحت وسلامتی اور وسعتِ رزق وعیش وغیرہ) کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے (انھیں اپنے علم وعقل کا کمال قرار دیتے ہوئے اپنے آپ کوان کا مستحق سمجھنے لگے) تو ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا (مہلت ختم اور توبہ کا دروازہ بند) اب آس ٹوٹے (ناامید ہوکر) رہ گئے"۔ عبرت پکڑنے کیلئے نہایت ہی فکر انگیز آیت ہے اور ہمارے حسبِ حال بھی۔ اس آیت میں دیکھیں کہ صحت وسلامتی اور وسعتِ رزق وعیش وغیرہ کا دروازہ کھلنا اللہ کی گرفت کرنے کا اشارہ (Indicator) دے رہا ہے مگر ہم اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت، کرم اور فضل قرار دیکر بڑے شاداں ہوتے ہیں حالانکہ یہ ڈرنے کا مقام ہے۔

سورہ اعراف (7) کی آیت 94&95 میں ہے کہ "ہم نے جب کسی بستی میں نبی بھیجا مگر ہم نے اس بستی والوں کو (تکذیبِ رسالت پر) پہلے محتاجی، تنگدستی اور بیماری میں مبتلا کر کے پکڑا کہ شاید اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائیں، گڑگڑائیں اور زاری کریں لیکن اس کے باوجود جب وہ اپنی ضد اور نافرمانی پر مصر رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تنگ دستی کو فراخی رزق اور بیماری ومصیبت کو صحت مندی وعافیت میں بدل دیا پھر ان کا یہ حال ہو گیا کہ نعمت کی فراوانی نے ان کی آنکھوں پر پٹی اور دلوں پر مہر لگا دی یعنی وہ غفلت میں پڑ گئے اور کہنے لگے یہ کوئی اللہ کی طرف سے آزمائش نہیں ہے بلکہ گردشِ زمانہ ہے حالات ایک جیسے نہیں رہتے کبھی تنگی کبھی فراخی، ہمارے پچھلوں پر بھی ایسا ہوا تھا بھلا انھوں نے کون سا اپنا طرزِ حیات (دین) چھوڑ دیا تھا وہ اسی پر قائم رہے چنانچہ ان کی سرکشی اور تکبر مزید بڑھ گیا نتیجۃً اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی غفلت میں اچانک پکڑ کر ہلاک کر دیا"۔ دیکھیں یہاں بھی رزق کے گھٹنے اور بڑھنے کا راز کھلتا ہے اور یہ ہر دو صورتیں اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے کا تقاضا کرتی ہیں، ہم

Marfat.com

ذرا غور کریں تو ہم میں سے ہر ایک رزق کے گھٹنے یا بڑھنے کے عمل میں کہیں نا کہیں کھڑا ہے اور سوچے کہ کتنے خطرناک مقام پہ کھڑا ہے! حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب دل غفلت میں ہوتا ہے اور جسم اگرچہ نعمتوں میں ہو تو وہ نعمت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر غصہ ہوتا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہے کہ وہ دنیاوی نعمتیں جو سعادتِ آخرت کا وسیلہ نہیں ہیں فی الحقیقت ان کو نعمت نہیں کہنا چاہیے مزید فرماتے ہیں کہ ایسی چیز سے جو دین کے راستے کو طے کرنے میں تیری مددگار نہیں اس سے خوش نہ ہو۔

خوشحالی و بدحالی دونوں اس بات کی ہیں متقاضی
بے نیاز سے نہ برتو منیؔر ذرا بھی بے نیازی
دونوں حالتوں میں نہ چھوٹے چوکھٹِ بارگاہِ الٰہی
یہی حالتیں کرتی ہیں تیرے بندہ ہونے کی غمازی

سورہ توبہ (9) کی آیت 115 میں ہے کہ "اللہ کی شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت کے بعد گمراہ (گمراہی کی صورت گرفت) کرے جب تک انھیں صاف صاف یہ نہ بتادے کہ کس چیز سے انھیں بچنا ہے" کیا ہمیں صاف صاف الفاظ میں بتا نہیں دیا گیا کہ دنیا کی زندگی کا سامان ایک دھوکہ ہے (20:57) اور دنیا کا سارا مال اعمالِ آخرت کے مقابلے میں بے حیثیت ہے (77:4) پھر ہمیں آخرت کی فکر کیوں نہیں ہے؟ مال و دولت جمع کرنے پر ہی کیوں کمربستہ ہیں؟ اسی گرفت (گمراہی) میں ہی مرجانا کتنا خطرناک ہوگا! سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 16 میں ہے کہ جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوشحالوں پر احکام بھیجتے ہیں (اپنی یاد دہانی کرواتے ہیں) پھر وہ اس میں بے حکمی کرتے ہیں (اور ان کے دیکھا دیکھی دوسرے

Marfat.com

چھوٹے لوگ بھی) تو اس پر بات پوری ہو جاتی ہے تو ہم اسے تباہ کر کے برباد کر دیتے ہیں۔ سورہ حج (22) کی آیت 48 میں ہے کہ "بہت سی ظلم (نافرمانی) کرنے والی بستیوں کو میں نے ڈھیل دی پھر آخر انھیں پکڑ لیا' (کہاں بھاگو گے؟) میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے"۔ نافرمانیوں کے باوجود ہمارا اس طرح صحیح سلامت رہنا ڈھیل ہی ہے لہٰذا ہمیں اس ڈھیل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً توبہ کرنی چاہیے ورنہ یہ ڈھیل مزید سخت گرفت کا باعث بنے گی۔ سورہ قصص (28) کی آیت 59 میں ہے کہ "ہم بستیوں کو اس وقت ہلاک کرتے ہیں جب کہ وہاں والے ظلم و ستم (کھلم کھلا نافرمانی) پر کمر کس لیں"۔ ان اشاروں کو دیکھ کر زندگی کی گاڑی چلائیں ورنہ انجام کار بہت برا ہو گا۔

اللہ کا گرفت کرنے کا انداز منیرؔ ذرا پہچان
آنکھ والوں کیلئے اس میں عبرت کا ہے بہت سامان

****

ہم سے قرآن کی بابت پوچھا جانا ہے

سورہ زخرف (43) کی آیت 44 میں ہے کہ "یقیناً یہ قرآن آپ ﷺ اور آپ کی امت کیلئے نصیحت ہے اور عنقریب تم لوگ اس کی بابت پوچھے جاؤ گے"۔ کہ تم نے قرآن کا کیا حق ادا کیا، اس پر کتنا عمل کیا اور اس نعمت کا کیا شکر بجا لائے؟ میں یہ تو فتویٰ نہیں دے سکتا کہ بغیر سمجھے قرآن پڑھنے پر ثواب نہیں ملے گا مگر قرآن کو بغیر سمجھے اس آیت کی منشا قطعی پوری نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی بڑے دکھ اور افسوس کا مقام ہے کہ قرآن سمجھ کر پڑھنے پر دلائل دینے پڑتے ہیں۔

Marfat.com

جزداں میں لپیٹے طاقِ نسیاں سے قرآں نے مجھے پوچھا
میں ہوں تیرا مونس و غمخوار تو کیوں ہے مجھ سے روٹھا
دنیا میں قبر میں حشر میں ہوں تیرے لئے ایک نور
مجھے چھوڑ کے تو کرتا ہے کیوں اپنی منزل کو کھوٹا

(منیر)

قرآن کا حق اس کی پیروی ہے جو اسے سمجھے بغیر ممکن نہیں مگر افسوس! یہ تو ہماری ترجیح ہی نہیں ہے؟ سورہ انعام (6) کی آیت 155 میں ہے کہ "اور یہ برکت والی کتاب (قرآن) ہم نے اُتاری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو کہ تم پر رحم ہو"۔ اطاعت و پیروی کے بغیر رحم نہیں ہے۔ سورہ انبیاء (21) کی آیت 106 میں ہے کہ بیشک یہ قرآن کافی ہے عبادت والوں کو۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا ہو اور وہ گمان کرے کہ مجھ سے زیادہ کوئی اور غنی ہے تو اُس نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے ٹھٹھا کیا۔ یہ بھی آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص قرآن سے تونگر نہ ہوا وہ ہم میں سے نہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگلے لوگ قرآن کو جانتے تھے کہ حق تعالیٰ کے پاس سے خط آیا ہے وہ اس پر غور و فکر اور عمل کرتے تھے تم لوگوں نے اِس کا درس اختیار کیا ہے اِس کے حروف کے زیر و زبر درست کرتے ہو اور اس پر عمل کرنے میں سستی کرتے ہو۔ امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ جو لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی غلام کے پاس اس کے مالک کا خط آئے اور اُس میں غلام کی نسبت احکام لکھے ہوں وہ غلام بیٹھے اور اس خط کو خوش آوازی سے پڑھے اس کے حروف خوب درست ادا کرے اور اُن احکام میں

سے جو اس میں لکھے ہیں کچھ بجا نہ لائے تو بلا شبہ وہ غلام عقوبت و سزا کا مستحق ہوگا۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ اے قاری عاجز تجھ کو کلام کی قرآت سے اتنا ہی بہرہ ہے کہ اس کے الفاظ زبان پر پھرائے اور زبان سے ان کو حرکت دے لے وگرنہ تو جو کچھ پڑھتا ہے اس کو سوچتا تو شایان تھا کہ اہوال سے تیرا پتا پھٹ جاتا کہ جیسے سید المرسلین علیہ السلام کے بال سفید ہوئے تھے اور جب تو نے زبان کی حرکت ہی پر اکتفا کیا تو تُو قرآن کے ثمر سے محروم رہا۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاریوں پر شیطان کی تلبیس اس طرح ہے کہ ابلیس ان کو دکھلاتا کہ کثرتِ قرآت بڑے ثواب کی بات ہے اور یہی اس کی تلبیس ہے اس لئے کہ قرآت تو خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے چاہیے نہ کہ لوگوں کی تعریف حاصل کرنے کیلئے اور وہ بھی آہستگی سے ہو۔ علامہ اقبال ہمارے قرآن پڑھنے کو یوں بیان فرماتے ہیں ۔

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے صاحب کتاب نہیں

اللہ رب العزت نے قرآن پڑھنے والوں کی خصوصیت اور کیفیت سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 109 میں یوں بیان فرمائی ہے کہ اور ٹھوڑی کے بل بے ساختہ گر پڑتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے خشوع وخضوع اور اپنے رب کے حضور عجز و نیاز سے نرمی کے ساتھ دل کے جھکنے میں مزید اضافہ فرماتا ہے۔ سورہ طٰہٰ (20) کی آیت 113 میں ہے کہ ''اور اسی لیے ہم نے عربی میں قرآن اتارا اور اس میں طرح طرح سے عذاب کے وعدے دیئے کہ کہیں انھیں ڈر ہو یا اس سے ان کے دل میں کچھ سوچ (فکر) پیدا ہو۔ اس کو سمجھے بغیر یہ کیسے ممکن ہوگا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تفکر کے معنی علم و آگاہی کے ہیں تفکر ہی تمام حسنات کی اصل

Marfat.com

اور کلید ہے۔ سورہ زمر (39) کی آیت 23 میں ہے کہ "اپنے رب کا خوف رکھنے والوں کے قرآن سے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور دل نرم ہو جاتے ہیں اور رغبت کرتے ہیں یادِ الٰہی کی طرف"۔ اگر ہم قرآن پڑھتے ہیں تو ہمیں بھی قرآن پڑھنے کی اپنی کیفیت کا اندازہ لگانا چاہیے۔ علامہ اقبالؒ قرآن پڑھنے کی کیفیت کو یوں بیان فرماتے ہیں ؂

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحب کشاف

قرآن پر ہمارا ایمان بس زبانی کلامی ہے ہماری زندگیاں قرآن سے یکسر نابلد اور نا آشنا نظر آتی ہیں۔ ہماری قرآن سے شناسائی اگر ہے تو بس اتنی کہ "جو کتاب کو نہیں جانتے مگر یہ کہ زبانی پڑھ لیا (بے سمجھے) البقرہ (2):78"۔ ہم سمجھتے ہے کہ کلام اللہ میں بڑی طاقت ہے مگر ہم نے یہ ساری بڑی طاقت دم درود، تعویذ دھاگے اور قرآنی آیات و سورتوں کے ورد کے ذریعے مفادِ دنیا کے حصول تک محدود کر رکھی ہے جبکہ اللہ رب العزت سے صرف دنیا مانگنے پر ہی بندے کا آخرت سے حصہ ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ سورہ الشوریٰ (42) کی آیت 20 میں ہے کہ "جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کیلئے اُس کی کھیتی بڑھائیں گے اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اُسے اُس میں جو اُس کیلئے لکھ چھوڑا ہے دیں گے اور آخرت میں اُس کا کچھ حصہ نہیں" چہ جائیکہ کلام اللہ کے ذریعے مفادِ دنیا حاصل کیا جائے! ایسا کرنے سے آخرت کھوٹی ہو جاتی ہے کیونکہ اِس سے اخلاص جو اعمال کی قبولیت کا سبب ہے کا جاتے رہنا یقینی بات ہے۔

"دنیا" کیا ہے؟ اکثر لوگ اِس بارے مغالطے میں ہیں! یہاں میں "دنیا" کی تعریف (Defination) دینا چاہتا ہوں کہ "ہر وہ چیز "دنیا" ہے جو اعمالِ آخرت کمانے

Marfat.com

اور دین کی مدد کرنے میں ہماری معاون و مددگار نہیں''، اور ہر وہ کارِ آخرت اخلاص سے خالی اور ریاء کاری ہے جو مفادِ دنیا کے حصول کیلئے کیا جائے۔

ہم میں یہ تصور بڑا زور پکڑ چکا ہے کہ کلام اللہ (قرآن) میں بڑی طاقت ہے؟ قرآن کی ایسی طاقت کے مظاہرے ہم جگہ جگہ جعلی پیروں کے ہاتھوں دیکھتے رہتے ہیں۔ قرآن کی ایسی طاقت کا تصور ہمیں عہد نبوی ﷺ میں بالکل نہیں ملتا جیسا تصور ہم نے بنایا ہوا ہے۔ غزوہ احزاب (خندق) عہد نبوی میں مسلمانوں پر سخت وقتوں میں سے ایک سخت وقت تھا۔ اس موقع پر مسلمان خوب جھنجوڑے گئے۔ تقریباً تمام گروہ کفارِ مکہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے بالکل مٹانے کیلئے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے نہ تو خصوصی طور پر ایسی کوئی سورت اتاری اور نہ ہی پہلی نازل کردہ سورتوں میں سے کسی کے بارے یہ کہا کہ اس میں بڑی طاقت ہے لہٰذا اس کا اتنی بار وظیفہ کرو' یا لکھ کر اپنے پاس رکھ لو' اس سے دشمن اندھا ہو جائے گا یا بھاگ جائے گا یا اُس کا ارادہ بدل جائے گا۔ ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اور نہ ہی حضور اکرم ﷺ نے نازل شدہ قرآن میں سے کسی سورت یا آیت کے بارے ایسا کہا بلکہ اِس پُر خطر صورت حال سے نپٹنے کیلئے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا۔ صحابہ نے بھی ایسا کوئی مشورہ نہیں دیا کیونکہ ان کے ہاں بھی مسائل کو حل کرنے کیلئے قرآن کی ایسی طاقت کا تصور نہ تھا بلکہ باہم مشاورت سے دستیاب اسباب و وسائل کو بروئے کار لا کر خندق کھودنے کیلئے مشورہ کو عملی جامہ پہنایا گیا' نہ ہی ایسے کسی موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کے بازوؤں پر کسی بھی قسم کے ''امام ضامن'' باندھے۔ علامہ اقبالؒ اس حقیقت سے یوں پردہ اُٹھاتے ہیں۔

Marfat.com

زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطرِ قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے
(چلیپا معنی گلے میں ڈالنے والا صلیب کی طرح)

سورہ فرقان (25) کی آیت 30 میں ہے کہ "اور رسول اللہ ﷺ نے عرض کی کہ اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے لائق ٹھہرا دیا ہے"۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے جن لوگوں کی قرآن کو چھوڑنے کی شکایت کی ہے کہیں ہم تو ان میں شامل نہیں؟ کوئی بھی ایسا نہیں چاہے گا کہ وہ شکایت کیے جانے والوں میں ہو مگر ہم نے قرآن کا دامن بھی کتنا تھاما ہوا ہے؟ ہماری زندگیوں میں اس کا کتنا عمل دخل ہے؟ لمحہ فکریہ ہے کہ قرآن کو چھوڑنا گویا نبی اکرم ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کیے ہوؤں میں شامل ہونا ہے۔ جو نبی ﷺ کی شکایت کیے ہوؤں میں شامل ہو گیا اس کے ٹھکانے کی کوئی شک رہ جائے گی۔ ڈریں اُس وقت سے جب روزِ محشر کہا جائے گا کہ الگ ہو جاؤ قرآن کو چھوڑنے والو! کہیں ہمارا اُن میں شمار نہ ہو جائے؟۔

قرآں سے کتنی ہماری ہے شناسائی بتا رہی ہے ہماری ذلت و رسوائی
زبانوں پہ ہمارے قرآں ضرور ہے مگر دلوں سے ہمارے ہنوز یہ دور ہے
(منیر)

نوٹ: اصلاحِ احوال کے متمنی طالبوں کیلئے منتخب قرآنی آیات کے مفہوم پر مشتمل بندہ کی کتاب "میں نے تو پہلے ایسا نہیں پڑھا" بھی دستیاب ہے۔ امید ہے یہ کتاب قرآن فہمی میں آپ کی انشاء اللہ معاون ومددگار ثابت ہوگی۔

****

Marfat.com

قرآن کا احترام

سورہ واقعہ (56) کی آیات 75 تا 79 میں ہے کہ'' ہمیں ستاروں کی منزلوں کی قسم (کہ قرآن کے الفاظ، آیات، مضامین اور مفاہیم ستاروں کی مانند ہیں اور انسان کو منزل تک پہنچا دیتے ہیں) اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے' کہ یہ بڑے ہی بلند رتبے کا قرآن ہے جو ثبت ہے ایک محفوظ کتاب میں' اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو تمام آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے پاک صاف اور مطہر ہیں''۔ قرآن کو صرف قانون، اُصول اور ضابطے کی کتاب سمجھنے والوں کیلئے اس میں سبق ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے صرف اُصول وضابطے کی کتاب کبھی بھی نہیں سمجھا کیونکہ کسی بھی قانون، اُصول اور ضابطے کی اعلیٰ سے اعلیٰ کتاب پڑھنے سے یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی' جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیات 107 تا 109 میں ہے کہ بے شک وہ جنہیں اس قرآن کے اترنے سے پہلے ہی آپ ﷺ کی بعثت کا علم ملا' جب ان پر یہ قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل بے خود ہو کر سجدہ میں گر پڑتے ہیں' اور کہتے ہیں پاکی ہے ہمارے رب کو بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونا تھا' اور ٹھوڑی کے بل بے ساختہ گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے خشوع و خضوع اور اپنے رب کے حضور عجز و نیاز سے نرمی کے ساتھ دل کے جھکنے میں مزید اضافہ فرماتا ہے۔ سورہ مریم (19) کی آیت 58 میں ہے کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جب ان پر رحمٰن کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے۔ سورہ زمر (39) کی آیت 23 میں ہے کہ'' اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی آیتوں پر مشتمل ہے' اپنے رب کا خوف رکھنے والوں کے اس سے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جسم پر کپکپی طاری ہو

Marfat.com

جاتی ہے اور دل نرم ہو جاتے ہیں اور رغبت کرتے ہیں 'لپکتے ہیں یادِ الٰہی کی طرف"۔ پیروی کیلئے اس کے بہترین ضابطۂ حیات ہونے میں بھی کوئی شک نہیں ہے جیسا کہ سورہ فرقان (25) کی آیت 73 میں ہے کہ "جب انہیں ان کے رب کی آیتیں (نصیحتیں) یاد دلائی جاتی ہیں تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے بلکہ بگوش و ہوش سنتے ہیں اور بچشم بصیرت دیکھتے ہیں اور نصیحت سے اصلاح پذیر ہوتے ہیں' نفع اٹھاتے ہیں اور ان آیات کو فرماں بردار بن کر اپناتے ہیں"۔ بس ان دونوں باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھنا ہی قرآن کا احترام ہے۔

****

اتحادِ امت کی علمبردار آیت

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ۔
الحجر (47:15) مفہوم: اور ہم ان (جنتیوں) کے سینوں میں جو کچھ ایک دوسرے کے بارے (اگر) رنجش و کینے تھے سب کھینچ لیں گے' وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت فرمائی ہے کہ ان تمام جھگڑوں، اختلافات اور نزاعات کے بارے خاموش رہا جائے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان واقع ہوئے کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے باہمی تنازعات کو دور کردے گا"۔ لہٰذا جو صحابہ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے بارے اعتراض کرتے ہیں ان کیلئے تنبیہ ہے کہ ان کے درمیان اگر کوئی شکر رنجی تھی بھی تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان صلح کروا دے گا اور وہ جنت میں اعلیٰ مقام پر ہوں گے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ محیر العقول وابستگی رکھنے والے جانثار ساتھیوں اور

Marfat.com

ابتدائی تربیت یافتہ ٹیم پر اعتراض کرنے والے ایمان اور اسلام کی بنیادوں کو ہلا رہے ہیں۔ یہ انہیں اپنے جیسا قیاس کرتے ہوئے سمجھتے ہیں کہ جیسے ہم حرص و ہوس کے بندے، دولت و دنیا کے پجاری، جاہ ومنصب کے دیوانے، خواہش نفس کے پیچھے چلنے والے، سینوں میں عناد و عداوت اور حسد و بغض لیے ہوئے ہیں شاید وہ بھی معاذ اللہ ایسے ہوں گے' نہیں نہیں ہرگز نہیں، وہ تو کامیابی کی سند مدعائے حیات حاصل کیے ہوئے ہیں کہ وہ اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی، ہے کوئی دنیائے عالم میں انبیاء کے بعد ان جیسا، نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ اللہ کریم تو روزِ حشر مسلمانوں کی آپس میں صلح کروا دے گا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بڑھ کر بھی کوئی مسلمان ہوں گے جن کی وہ صلح کروائے گا؟ وہ تو جنت میں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے مگر ان لوگوں کا کیا بنے گا جو ان ہستیوں سے محبت کے نام پر ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے ہیں؟ فرقہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں۔ امت میں فتنہ پیدا کر رہے ہیں حالانکہ فتنہ قتل سے بھی بدتر ہے۔ امت کو دولخت کر دیا گیا، اس سے ہماری ہوا اُکھڑ گئی ہے، دنیا میں ہمارے کہیں پاؤں نہیں لگ رہے، دشمن خوب فائدہ اُٹھا رہا ہے عبرت کا مقام ہے۔

ہمیں اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آپس کی لڑائیاں (اگر تھیں بھی) لڑنے کی سند کہاں سے مل گئی کہ ہم ان کی لڑائیوں کو جاری و ساری رکھیں؟ کیا قرآن نے کہا؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؟ یا کیا یہ اصحاب ہمیں کہہ کر گئے کہ ہمارے بدلے لیتے رہنا؟ میں عالم نہیں ہوں، کوئی ایسی سند ہو تو رہنمائی فرما دیں۔ ایسا کیوں ہو گیا کہ اہل بیت کی عظمت وفضیلت کا بیان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک چند جید صحابہ کو نشانے پر نہ رکھ لیا جائے اور اسی طرح عظمت صحابہ کا

Marfat.com

بیان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اہل بیت پر طعن کے تیر نہ برسا لیے جائیں؟

ان کا آپس میں موازنہ کرنے یا درجہ بندی (اہل بیت اور صحابہ کرام اور صحابہ کرام کی آپس میں) کرنے کا جواز کہاں سے مل گیا؟ کیا ان کی درجہ بندی کرنا ایمان کیلئے ضروری ہے؟ کیا ان کی درجہ بندی کرنے سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے؟ اور درجہ بندی نہ کرنے سے کیا ایمان میں کمی واقع ہوتی ہے؟ مجھے پھر رہنمائی کی ضرورت ہے۔ حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ آپ نے یہ سن کر سخت غصہ کیا اور فرمانے لگے کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میں دونوں میں موازنہ کیے جانے تک زندہ رہوں گا' ارے یہ دونوں اسلام کیلئے بمنزلہ ''سر'' کے ہیں۔

اے کہ نشناسی خفی را جلی ہشیار باش
اے گرفتارِ ابوبکر و علی ہشیار باش

(اقبال)

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین، افضل دین اور قیامت تک کیلئے آفاقی دین ہے اور داعیٔ دین ﷺ سب انبیاء و رسل سے افضل و کامل و اعلیٰ، ایسے کامل و اعلیٰ داعی کے لائے ہوئے کامل و اعلیٰ آفاقی دین کی پہلی ٹیم جس کی تربیت خود داعی اسلام ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے فرمائی اس ٹیم کا جو نقشہ ہم پیش کرتے ہیں جس کے مطابق صحابہ آپس میں دست و گریبان نظر آتے ہیں' تو اس طرح ہم آفاقی دین، داعی کامل ﷺ اور ان کی تربیت کے حوالے سے دوسرے مذاہب کو کیا پیغام دے رہے ہیں؟ یہ کس طرح کا آفاقی دین ہے؟ کس طرح کی تربیت ہے؟ کیا اس طرح ہم سیدھا سیدھا الزام معاذ اللہ نبی اکرم ﷺ کو نہیں دے رہے ہیں؟ جناب مسعود احمد صاحب ''تاریخ

Marfat.com

الاسلام والمسلمین کا مقدمہ" میں لکھتے ہیں کہ "خلافت راشدہ کو نام نہاد ملوکیت میں تبدیل کرنے کا ذمہ دار صحابہ کرام اور دوسرے اکابر کو ٹھہرایا گیا' اس کے ساتھ ساتھ ملوکیت کو غیر شرعی نظامِ حکومت ظاہر کر کے انتہائی کراہت آمیز شکل میں پیش کیا گیا' جس کے نتیجہ میں صحابہ کرام اور دوسرے اکابر کو محض دنیا دار، مکار اور خوشامدی کی حیثیت سے پیش کیا گیا' کوئی صحابی کسی صحابی کے خلاف زہر افشانی کر رہا ہے' کوئی کسی کے خلاف نبرد آزما ہے' آپس میں تلواریں چل رہی ہیں' دنیا میں کوئی پیچھے رہنا نہیں چاہتا' مال و دولت اور اقتدار کی ہوس نے سب کو اندھا کر دیا ہے' غرض یہ کہ جس معاشرہ کو رسول اللہ ﷺ نے تیار کیا تھا وہ اسلام سے کوسوں دور تھا' وہ افراد جو رسول اللہ ﷺ کے فیض یافتہ تھے وہی صحیح معنوں میں مسلم نہیں تھے تو بعد والوں کا کیا کہنا؟ نتیجہ یہ نکلا کہ رسول اللہ ﷺ (نعوذ باللہ من ذالک) اپنے مقصد میں ناکام رہے اور اپنے بعد منافق اور دنیا کے پیچھے بھاگنے والے چھوڑ گئے' اس فتنہ نے نبوّت کی عمارت کو متزلزل کر دیا اور اسلام کے متعلق بدگمانی پیدا ہونے لگی"۔

یہ صحابہ جن پر اعتراض کیا جاتا ہے' ہیں بھی وہ جو ابتدائی ایمان لانے والوں میں سے ہیں جس وقت ایمان لانا جان جوکھوں میں ڈالنے کے مترادف تھا' اپنا سب کچھ لوٹا دیا' بے پناہ سختیاں برداشت کیں، کئی ساتھی جان سے گئے سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی ان کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش نہیں آئی۔ کوئی بدبخت چاہے بھی تو ان پر منافقت کا الزام نہیں لگا سکتا۔ منافقت بھی مدینہ میں جا کر شروع ہوئی' مدینہ میں منافق پیدا ہوئے مگر پھر بھی کوئی بدبخت ایسا سوچے تو یہ نبی اکرم ﷺ کے نور نبوت اور علم نبوت کی نفی ہوگی کہ نبی ﷺ کو معلوم ہی نہ ہوا کہ ان کے اردگرد کیسے لوگ تھے حالانکہ آپ ﷺ کو منافقوں کا علم تھا (30:47,63:4 اور 4:63 تا 6)۔ اگر

یہ ابتدائی ساتھی دین سے نکال دیئے جائیں تو پیچھے کیا بچتا ہے؟

سورہ فتح (48) کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کے ساتھیوں کی صفات بیان فرماتا ہے کہ وہ کفار پر شدید ہیں اور آپس میں بڑے ہی رحم دل۔ سورہ حشر (59) کی آیت 9 میں ارشاد ہے کہ وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اور دوسروں کو وہ چیز دے دیتے ہیں جس کی انہیں خود اشد ضرورت ہوتی ہے۔ سورہ انفال (8) کی آیت 63 میں ذکر ہے کہ ان کے دلوں میں (سو برس کی عداوتیں تھیں مگر) الفت پیدا کردی، دل ملا دیئے۔ سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 103 میں بھی اسی طرح کا مضمون ہے۔ قرآن انہیں آپس میں شیر و شکر بتا رہا ہے اور ہم انہیں آپس میں دست و گریبان دیکھ رہے ہیں؟ حوالے کے طور پر ثبوت ڈھونڈ کر لاتے ہیں اور اپنے علم کے زور پر ایسے ایسے نکتے بیان کر کے ثابت کر رہے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے اور آپس میں حسد و بغض رکھتے تھے، یہ کس کے دین کی خدمت ہو رہی ہے؟

حدیث شریف کو جانچنے کا ایک اُصول بیان کیا جاتا ہے کہ جو قرآن سے ٹکرائے اُس کو رد کر دو۔ تقریباً ہر مسلک والوں نے اپنے اپنے مسلک کی عینک لگا کر بہت ساری احادیث بزعم خویش قرآن سے ٹکراتی ہوئی دیکھ کر رد کر دیں مگر یہاں تو پورے کے پورے مسالک قرآن سے ٹکرا رہے ہیں مگر پھر بھی ''ناجی'' ہونے کا دعویٰ ہے؟ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جو مواد صحابہ کو آپس میں لڑاتا ہوا ثابت کرتا ہے اسے قرآن سے ٹکراتا ہوا سمجھ کر آنکھیں بند کر کے یک قلم جنبش رد کر دیا جاتا یا رد کر دیا جائے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسے واقعات، حوالہ جات اور ان کے فرامین لاتے ہیں جن سے ثابت ہو کہ

Marfat.com

وہ آپس میں بڑے رحم دل تھے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ایک دوسرے کا احترام کرنے والے تھے اپنے آپ کو دوسرے سے قطعی افضل نہیں سمجھتے تھے۔ یہ تصور عین قرآن کے مطابق بھی ہے اور امت کی عمارت کو مضبوط بھی کرتا ہے۔ ایسے علماء کرام وذاکرین عظام جن کی روزی روٹی اسی فساد پھلانے کے ساتھ وابستہ ہے اور انہیں اپنی دوکان داری بند ہونے کا خدشہ ہے وہ کیوں کر ایسی باتیں لائیں گے؟ یہ تو دونوں طرف کے مثبت سوچ رکھنے والے علماء وذاکرین اور نوجوانوں کو سوچنا ہوگا اور اصلاح کیلئے اٹھنا ہوگا۔ یقین جانو مسلمانوں کا اتحاد باطل وطاغوت کے مقابلے میں ایٹم بم سے بھی زیادہ مؤثر ہتھیار ہے۔ ذرا سوچو اگر مسلمان اکٹھے ہوتے تو عراق و افغانستان کو اس طرح تخت وتاراج کیا جاتا؟ کیا فلسطینیوں پر اس طرح ظلم وبربریت کا بازار گرم رکھا جاتا؟ کیا ایران پر اس طرح پابندیاں لگتیں؟

جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ میں سے ہے مگر کچھ موقعوں پر جھوٹ کو جائز قرار دیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دو بھائیوں کے درمیان صلح کروانے کیلئے جھوٹ کا استعمال کرنا' یہ جائز ہے، یہاں تو دو افراد کا معاملہ نہیں بلکہ نبی ﷺ کی پوری امت لہولہو ہے، ایسا جھوٹ جو دو بھائیوں کے درمیان صلح کا باعث ہو، دو متحارب گروہوں کو قریب لے آئے یا امت محمدی کی شیرازہ بندی کا باعث بنے ایسے سچ سے بہتر ہے جس سے معاشرہ میں فتنہ وفساد پھیلے اور امت کا شیرازہ بکھر جائے۔

بہتر بات یہی ہے کہ ان تمام نزاعات کے بارے خاموشی ہی اختیار کی جائے جو ان کے درمیان شیطان نے (برادرانِ یوسف کی طرح) پیدا کیے، میرا خیال ہے کہ اس سے ایمان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی بلکہ یہ ''خاموشی'' اتحادِ امت کا باعث بن کر اجر وثواب میں اضافہ کرے گی۔

Marfat.com

''اللہ رب العزت جنتیوں کے سینوں میں جو کچھ ایک دوسرے کے بارے رنجشیں و کینے ہوں گے کھینچ لے گا وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے''۔اس معاملہ میں حضرت علامہ اقبالؒ کی درمندی ملاحظہ کریں۔

وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے
دیکھ! کوئی دل نہ دکھ جائے تیری تقریر سے
محفل نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ
رنگ پر جو اب نہ آئیں ان فسانوں کو نہ چھیڑ
ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے، ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہد کہن کی داستانوں میں
آ، غیریت کے پردے اک بار پھر اُٹھا دیں
بچھڑوں کو ملا دیں، نقشِ دوئی مٹا دیں
شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادسحر کیا!

****

''ہماری ترقی کا راز اس میں نہیں کہ ہم آگے ہی آگے بڑھتے جائیں بلکہ اس میں ہے کہ ہم پیچھے ہی پیچھے چلتے جائیں یہاں تک کہ ہم صحابہ کرام کے دور تک پہنچ جائیں''۔

(مولانا الطاف حسین حالی)

Marfat.com

''آپ ﷺ اُس سے منہ پھیر لیں''

سورہ نجم (53) کی آیات 29 اور 30 میں ہے کہ تو آپ ﷺ اس سے منہ پھیر لیں جو ہماری یاد سے منہ پھیرے اور جن کی چاہت بجز زندگانی دنیا کے اور کچھ نہیں یہی ان کے علم کی انتہا ہے۔ایسی چاہت رکھنے والے سے ایک تو آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے منہ پھیر لیا دوسرا اس لئے کہ سورہ اعراف (7) کی آیت 176 میں ہے کہ ''جو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے''۔ کتے کی طرح حال والے سے آپ ﷺ کیونکر منہ نہیں پھیریں گے۔حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک حدیث شریف میں ہے کہ میرے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو انواع و اقسام کے لذیذ کھانے کھائیں گے ان کے پیٹ تھوڑے کھانے سے سیر نہ ہوں گے اور طرح طرح کے لباس پہنیں گے خوبصورت عورتیں اور قیمتی گھوڑے رکھیں گے اور وہ بہت مال پر بھی قناعت نہیں کریں گے ان کا ہر عمل دنیا کے واسطے ہوگا' میں محمد ﷺ تم کو حکم دیتا ہوں کہ جو کوئی تمہاری اولاد میں ان کو دیکھے اس کو چاہیے کہ ان کو سلام نہ کرے، بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرے اور اگر کوئی اس کے خلاف کرے گا وہ اسلام کو ویران اور برباد کرنے میں ان کا مددگار ہوگا۔امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ وہ دنیاوی نعمتیں جو سعادت آخرت کا وسیلہ نہیں ہیں فی الحقیقت ان کو نعمت نہیں کہنا چاہیے مزید فرماتے ہیں کہ ایسی چیز جو دین کے راستے کو طے کرنے میں تیری مددگار نہ ہو اس سے خوش نہ ہو۔حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو چیز یاد الٰہی سے روک دے وہ دنیا زشت (بری) ہے اور جو چیز واصل بحق کردے وہ مزرعہ بہشت ہے ان فرامین کی روشنی میں یہ بات واضح ہے جو چیز اعمال آخرت کمانے میں معاون و مددگار نہیں وہ دنیا ہے۔ایسی دنیا کی چاہت

رکھنے والے سے حضور ﷺ کو منہ پھیر لینے کا حکم دیا جارہا ہے۔

سورہ حجر (15) کی آیت 3 میں ہے کہ "آپ ﷺ انہیں کھاتا، نفع اُٹھاتا اور امیدوں میں مشغول ہوتا چھوڑ دیجیے یہ خود بھی جان لیں گے"۔ اس آیت مبارکہ میں تنبیہ ہے کہ لمبی امیدوں میں گرفتار ہونا اور لذاتِ دنیا میں غرق ہو جانا ایمان دار کی شان نہیں۔ فرمان رسول ﷺ ہے کہ مجھے سب سے زیادہ جو خوف ہے وہ امت کا خواہش کی اتباع کرنے اور لمبی امیدیں رکھنے کا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں اور خواہشات کا اتباع حق سے روکتا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان طویل زندگی کو دو جہتوں سے اپنے دل میں چاہتا ہے ایک نادانی اور دوسری وجہ دنیا کی محبت۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لمبی لمبی آرزوؤں کی نحوست ہی ہے جو تجھ کو حق تعالیٰ کی معصیت اور مخالفت میں ڈالتی ہے مزید فرماتے ہیں کہ امیدوں کو کم کر تا کہ تیرے قلب کو قرب اور باطن کو مخلوق سے صفائی نصیب ہو۔

سورہ معارج (70) کی آیت 42 میں ہے کہ آپ ﷺ انہیں چھوڑ دیں ان کی اپنی بیہودگیوں میں پڑے اور کھیلتے ہوئے یہاں تک کہ یہ اپنی اس دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ سورہ انعام (6) کی آیت 159 میں ہے کہ "وہ جنہوں نے اپنے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہو گئے آپ ﷺ کا ان سے کوئی تعلق نہیں"۔ امت کا شیرازہ جب سے بکھرا ہے امت کہیں کی نہ رہی۔ ایسی ہوا اکھڑی ہے کہ اب سنبھلنے کا نام ہی نہیں لے رہی۔ ملت اسلامیہ کا اتحاد عالم کفر کی موت ہے لہٰذا عالم کفر اپنی پوری چالبازیوں کے ساتھ اسے اکٹھا نہیں ہونے دے رہا۔ ان کے اختلافات کو خوب ہوا دیتا ہے۔ علامہ اقبال علیہ رحمتہ نے اس راز سے کیا

Marfat.com

خوب پردہ اُٹھایا ہے۔

حکمت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کردیتا ہے گاز

دنیا میں سارے فتنہ وفساد کے خاتمہ کا راز مسلمانوں کے اتحاد میں پنہاں ہے یعنی دنیا میں فتنہ وفساد کے ایک طرح سے مسلمان ذمہ دار ہیں جیسا کہ سورہ انفال (8) کی آیت 73 میں ہے کہ "کافر آپس میں ایک دوسرے کے دوست و مددگار ہیں (جیسے نیٹو) اگر تم آپس میں ایسے دوست و مددگار نہ ہوئے تو زمین میں بڑا فتنہ وفساد ہوگا"۔ ہر مسلمان کو اپنی اپنی سطح پر اس بات کا جواب دینا ہوگا۔ دیکھیں! زبان حال سے کس طرح اس آیت کی سچائی ظاہر ہو رہی ہے۔ علامہ اقبال علیہ رحمتہ نے اس نکتہ پر بھی یوں حکیمانہ رہنمائی فرمائی ہے۔

تہران ہو گر عالم مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

امت کے اختلافات کے کئی اسباب ہیں۔ خود غرضیاں، حکومت و سلطنت کی ہوس، جاہ و منصب کا لالچ، ذہنی عیاشیاں، اپنے دنیاوی مفادات کا تحفظ وغیرہ ہے۔ ہم فرقہ واریت پھیلا کر ایک طرح سے دین وملت کی بنیادیں کھوکھلی جو کر رہے ہیں سو کر رہے ہیں بلکہ نوجوان نسل کو بھی دین سے برگشتہ کر کے بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ مزید دکھ اور تکلیف دہ بات یہ ہے کہ ہم نے داعئ اسلام ﷺ کی ذات گرامی کو وجہ تنازع بنایا ہوا ہے۔ میں حضور نبی کریم ﷺ کے بارے عقیدہ رکھنے کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ "آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، آپ ﷺ انسانوں

Marfat.com

میں سے ہیں مگر ہم جیسے انسان نہیں ہیں، آپ ﷺ پوری کائنات میں افضل ترین ہیں ،سب سے زیادہ اللہ کریم کے مقرب ترین ہیں اور ہمیں اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ترین ہیں''۔کیا ایمان کیلئے آپ ﷺ کے بارے یہ عقیدہ کافی نہیں ہے؟ باقی جو باتیں ہیں کہ آپ ﷺ کب سے ہیں؟ کب سے نبی ہیں؟ حاضر و ناظر؟ نور و بشر؟ آپ ﷺ کا علم غیب؟ مختارِ کل علیٰ ہذا القیاس۔ان باتوں کے بارے خاموشی اختیار کی جائے جیسے اہل سنت کا عقیدہ جنگ جمل اور جنگ صفین کے بارے میں ''خاموشی'' کا ہے یعنی یہ خاموشی کا عقیدہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ پہلے سے ہی موجود ہے۔ بڑا پیارا عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ اس لئے ہے کہ اندیشہ ہے کہ کہیں ان ہستیوں یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے (اللہ تو ان کی آپس میں صلح کروادے گا۔ الحجر 15:47) کوئی ایسی بات نہ نکل جائے کہ جس سے ایمان خراب ہو جائے یا چلا جائے۔ دوسری طرف نبی ﷺ کے بارے ان ''خاموشی'' والے موضوعات پر بحث و تمحیص میں ذرا سی بے احتیاطی سے سب کچھ برباد ہونا یقینی ہے۔حضرت مہر علی شاہ صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے۔

کوئی مثل نئی ڈھولن دی
چپ کر مہر علی اے جاہ نئی بولن دی

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقل مندی کا تقاضہ یہ ہے کہ جب ایک عظیم خطرے کا گمان ضعیف بھی ہو تو اس سے بچنا چاہیے۔امام صاحب ایک حدیث شریف کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ ''لا ادری'' (میں نہیں جانتا) بھی علم ہے مگر یہ کلمہ نفس پر بھاری ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ بالعموم ہم سب کیلئے اور بالخصوص علماء کیلئے

Marfat.com

کسی مسئلہ کے بارے میں یہ کہنا "میں نہیں جانتا" بہت مشکل ہے۔ "خاموشی" کے عقیدہ میں اس علم "میں نہیں جانتا" کا بھی اضافہ کر لیں۔ کسی نے کیا خوبصورت بات کی ہے۔

محمد ﷺ سرِ وحدت ہیں رمز ان کی کوئی کیا جانے
شریعت میں تو بندے ہیں حقیقت میں خدا جانے

اتحاد امت کے عظیم مقصد کو اگر آپ سامنے رکھ کر یہ عقیدہ اپناتے ہیں، مجھے تو یہ باعث نجات نظر آتا ہے۔ خاموشی اختیار نہ کر کے ہم نے کون سا ان مسئلوں کو حل کر لیا ہے۔ اب "خاموشی" سے جوڑنے کی بات کریں ٹوٹ تو بہت چکے ہیں۔ علامہ اقبال علیہ رحمتہ نے کیسی دردمندی کے ساتھ اصل کام کی طرف توجہ دلوائی ہے۔

دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی   دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا
اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت   دے ان کو سبق خودشکنی خودنگری کا

ذرا غور فرمائیں جن سے نبی ﷺ نے منہ پھیر لیا اور لاتعلقی کا اظہار فرما دیا بھلا ان کے برے انجام میں کوئی شک رہ جائے گا۔

جن سے نبی ﷺ اپنا منہ پھیر لیں گے   عذاب والے اسے گھیر لیں گے
ہر اک منیر شفاعت کا متمنی ہے   مگر ہر اک غلام خواہش نفسانی ہے

****

نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا
بنا ہمارے حصارِ ملت کی اتحادِ وطن نہیں ہے

(اقبال)

Marfat.com

حضور ﷺ کی ثنا خوانی قرآن کی زبانی

سورہ آل عمران (3) کی آیت 81 میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول ﷺ آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لیئے اس پر ایمان لانا اور اُس کی مدد کرنا ضروری ہے فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ اسی سورہ کی آیت 164 میں ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا جب انہی میں سے ایک رسول بھیجا، پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور حکمت (سنت) اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ سورہ بقرہ (2) کی آیت 119 میں ہے کہ ہم آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور جہنمیوں کے بارے آپ ﷺ سے پرسش نہیں ہوگی۔ اسی سورہ کی آیت 104 میں ہے کہ اے ایمان والو! تم (نبی ﷺ کو) ''راعنا'' نہ کہا کرو بلکہ ''انظرنا'' کہا کرو یعنی ہماری طرف نظر کرم فرمائیں اور غور سے سنتے رہا کرو تا کہ آپ کو ایسا کہنے کی نوبت ہی نہ آئے اور کافروں (نبی کی تنقیص کے درپے) کیلئے دردناک عذاب ہے۔ صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب حضور اکرم ﷺ کے کسی ارشاد گرامی کو اچھی طرح سمجھ نہ سکتے تو عرض کرتے ''راعنا'' یعنی ہماری رعایت فرماتے ہوئے دوبارہ سمجھا دیجئے لیکن یہود کی عبرانی زبان میں یہی لفظ ایسے معنی میں مستعمل تھا جس میں گستاخی اور بے ادبی پائی جاتی تھی اللہ رب العزت کو اپنے محبوب ﷺ کی عزت و تعظیم کا یہاں تک پاس تھا کہ ایسے ذو معنی لفظ کا استعمال بھی ممنوع فرما دیا جس میں گستاخی کا شائبہ تک بھی ہو۔ سورہ

Marfat.com

آلِ عمران (3) کی آیت 31 میں ہے کہ آپ ﷺ انہیں فرمائیں اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے اسوۂ حیات کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالو (میری اتباع کرو) تب اللہ کریم تم سے محبت فرمانے لگے گا اور بخش دے گا تمہارے گناہ اور اللہ تو بڑا ہی بخشنے والا بہت ہی رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ رب العزت سے محبت فرض ہے اور سب محبتوں کی نسبت اسی کی طرف ہونی چاہیے اور اتباع رسول ﷺ کے بغیر دعویٰ محبت بے معنی ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امت آپ ﷺ کی وہی ہے جو آپ ﷺ کی پیرو ہو اور آپ ﷺ کی پیروی وہی کرتا ہے جو دنیا سے رو گرداں ہو کر آخرت پر متوجہ ہو۔ سورہ آل عمران (3) کی آیت 159 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ ﷺ نرم مزاج ہیں اور اگر آپ ﷺ تند اور سخت مزاج ہوتے تو یہ لوگ آپ کے آس پاس سے منتشر ہو جاتے ان کی غلطیاں خود بھی معاف کیجئے اور میری جناب میں بھی شفاعت کیجئے کہ میں بھی انہیں معاف کر دوں۔ سورہ نساء (4) کی آیت 64 میں ہے کہ اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا آپ ﷺ کے پاس آجاتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور رسول ﷺ بھی ان کیلئے استغفار کرتے تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو بڑا معاف کرنے والا بڑا ہی مہربان پاتے۔ اقبال نے کیا خوبصورت عکاسی کی ہے۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز میں

اسی سورہ نساء (4) کی آیت 65 میں ہے کہ پس تیرے رب کی قسم یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ آپ ﷺ کو اپنے باہمی اختلاف میں حتمی فیصلہ کرنے والا تسلیم نہ کر لیں پھر جو فیصلہ آپ ﷺ فرمائیں اس پر دل میں ذرا تنگی نہ محسوس کریں اور

Marfat.com

اسے صرف ظاہری طور پر ہی نہیں بلکہ دل و جان سے بلا چون و چرا تسلیم کریں جیسا کہ تسلیم کرنے کا حق ہے۔ سورہ توبہ (9) کی آیت 103 میں ہے کہ اے محبوب ﷺ ان (مسلمانوں) کے حق میں دعائے خیر کریں بے شک آپ ﷺ کا ان کیلئے خیر طلب کرنا ان کے دلوں کا چین ہے۔ اسی سورہ کی آیت 127 سے واضح ہے کہ جو رسول ﷺ سے پلٹا ہے اللہ تعالیٰ ان کے دل پلٹ دیتا ہے پھر ان کو کچھ سمجھ نہیں آتی۔ نبی ﷺ سے پلٹنا منافقین کی نشانی ہے۔ سورہ نساء (4) کی آیت 61 میں ہے کہ ان (منافقین) سے جب کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام اور رسول ﷺ کی طرف آؤ تو آپ ﷺ دیکھ لیں گے کہ یہ منافق آپ ﷺ سے منہ پھیر کر کے جاتے ہیں۔ سورہ منافقون (63) کی آیت 5 میں ہے کہ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ استغفار کریں تو اپنے سر مٹکاتے ہیں اور آپ ﷺ دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔ سورہ صف (61) کی آیت 5 میں ہے کہ جو نبی کے ساتھ ٹیڑھے ہوئے اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔ سورہ توبہ (9) کی آیت 128 میں ہے کہ بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول ﷺ جن پر تمہارا (اخلاص کے بغیر عمل کر کے اور اللہ کی نافرمانی کے باعث) مشقت میں پڑنا بڑا ہی گراں گزرتا ہے اور تمہاری بھلائی چاہنے میں نہایت حریص ہیں اور مومنین پر کمال درجہ مہربان ہی مہربان (رؤف و رحیم) ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 79 میں ہے کہ اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص آپ ﷺ کیلئے زیادہ ہے (امت بھی مراد ہو سکتی ہے) قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب آپ ﷺ کی حمد کریں (مقام محمود و شفاعت)۔ سورہ انبیاء (21) کی آیت 107 میں ہے کہ اور ہم نے آپ ﷺ کو سارے جہانوں

Marfat.com

کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ سورہ شعراء (26) کی آیت 218 میں ہے کہ اللہ آپ ﷺ کو ہر وقت اپنی نظروں میں رکھتا ہے۔ سورہ احزاب (33) کی آیت 6 میں ہے کہ نبی ﷺ کا مومنوں پر خود ان کی جانوں سے بڑھ کر حق ہے۔ اسی سورہ کی آیت 21 میں ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ و مطاہرہ زندگی تمہاری زندگیاں گزارنے کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ اسی سورہ کی آیت 46 میں ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والے ہیں اور آپ ﷺ چمکا دینے والے روشن چراغ (سراج منیر) ہیں۔ اسی سورہ کی آیت 56 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی ﷺ پر رحمت کی صورت میں درود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔ سورہ حجرات (49) کی آیات 2 اور 3 میں ہے کہ اے ایمان والو! نبی ﷺ کی آواز سے اپنی آوازوں کو اونچا نہ کرو اور نہ ہی ان سے ایسے بات کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے سب اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بے شک وہ جو اپنی آوازیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے پست رکھتے ہیں ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کیلئے جانچ لیا ہے ان کیلئے بخشش ہی بخشش اور ثواب ہی ثواب ہے۔ ان آیات کی روشنی میں حضرت اقبال کے تخیل کی جھلک دیکھیے۔

فیضِ نظر کیلئے ضبطِ سخن چاہیے
حرفِ پریشاں نہ کہہ اہلِ نظر کے حضور

سورہ نورِ (24) آیت 63 میں ہے کہ تم اللہ کے نبی کے بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو تم میں سے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر چپکے سے نبی کی بارگاہ سے سرک جاتے ہیں۔ سنو! جو لوگ حکم رسول کی

Marfat.com

مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا اُنہیں دردناک عذاب نہ آپہنچے۔ سورہ مجادلہ (58) کی آیت 11 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو نبی کے حکم کی تعظیم کا علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کر دے گا۔ سورہ طور (52) کی آیت 48 میں ہے کہ بے شک آپ ﷺ ہماری نظروں کے حصار میں ہیں۔ سورہ نجم (53) کی آیات 1 تا 18 میں ہے کہ چمکتے ستارے کی قسم جب آپ ﷺ سواری سے اترے' تمہارے صاحب نہ بھکے نہ بے راہ چلے اور وہ تو کوئی بات اپنی خواہش سے کرتے ہی نہیں وہ تو وہ بات ہوتی ہے جو انہیں وحی کی جاتی ہے انہیں سکھایا بہت زبردست قوتوں والے طاقتور نے پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارے پر تھا پھر وہ جلوہ قریب ہوا پھر خوب قریب ہوا تو اس جلوے اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم پھر وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی دل نے نہ جھٹلایا جو دیکھا تو کیا تم ان سے ان کے اس دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، اُس کے پاس جنت الماوی ہے سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا آنکھ نہ کسی طرف پھیری نہ حد سے بڑھی بے شک آپ ﷺ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ سورہ قلم (60) کی آیت 4 میں ہے کہ اور بے شک آپ ﷺ بہت بڑے عمدہ کردار (مکارم اخلاق ومحاسن افعال کا مجموعہ) پر ہیں۔ سورہ بلد (90) کی آیات 1 تا 3 میں ہے کہ مجھے اس شہر (مکہ) کی قسم کہ اے محبوب ﷺ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں آپ کے باپ ابراہیمؑ کی قسم اور اس کی اولاد کی کہ وہ آپ ہیں۔ سورہ الضحیٰ (93) کی آیات 1 تا 8 میں ہے کہ دن کی قسم اور رات کی قسم جب وہ چھا جائے کہ آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کو دن اور رات کے کسی ایک لمحہ

Marfat.com

میں بھی نہ چھوڑا اور نہ وہ آپ ﷺ سے ناراض ہوا' آپ ﷺ کا آنے والا ہر لمحہ پہلے سے خوب تر ہے اور بلا شبہ آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کو اتنا دے گا اتنا دے گا کہ آپ ﷺ راضی ہو جائیں گے اس سے پہلے بھی آپ ﷺ کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ ہوا کہ آپ ﷺ یتیم تھے تو اس نے آپ کو کیسے خوب پالا پھر آپ ﷺ اپنے رب کی طرف آنے میں کس قدر بے تاب تھے تو اس نے اپنی طرف کی راہ دکھادی پھر آپ کو نعمتوں پہ نعمتیں عطا فرما کر اپنے علاوہ دنیا وآخرت کی ہر چیز سے غنی کر دیا۔ سورہ نشرح (94) کی آیات 1 تا 4 میں ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کا سینہ مبارک اپنی معرفت کیلئے کیسا کھول دیا اور ہم نے معرفت (پہچان) والوں میں آپ کے ذکر کو فوقیت و رفعت عطا کر دی۔ سورہ کوثر (108) کی آیات 1 تا 3 میں ہے کہ اے محبوب ﷺ بے شک ہم نے آپ ﷺ کو ایسا خیر کثیر عطا فرمایا جو نہ کسی کو عطا ہوا اور نہ ہوگا پس آپ ﷺ اپنے رب کیلئے حسب معمول نماز پڑھتے رہیں اور (جان، مال اور خواہشات کی) قربانی دیتے رہیں بے شک آپ ﷺ کا دشمن ہی ہر خیر سے محروم اور بے نام ونشان رہے گا۔ ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''

وہ زمین ہے تو ، مگر خواب گاہِ مصطفیٰ
دید ہے کعبے کو تیری حج اکبر سے سوا

(اقبال)

****

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی
ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی

(اقبال)

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام کو اپنے جیسا کہنا گمراہوں کا قول ہے

سورہ ھود (11) کی آیت 27 میں ہے کہ (نوح علیہ السلام) کی قوم کے کافروں کے سرداروں نے جواب دیا کہ ہم تو تجھے اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں۔ سورہ ابراہیم (14) کی آیت 10 میں ہے کہ آسمانوں اور زمین کے بنانے والا تمہیں اس لئے بلا رہا ہے کہ (تم اس کے فرمابردار بندے بن جاؤ تا کہ وہ) تمہارے تمام گناہ معاف فرما دے اور ایک مقرر وقت تک تمہیں (عذاب سے) مہلت عطا فرمائے (تا کہ تم اس مہلت سے فائدہ اُٹھالو)، اُنھوں نے کہا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو۔ سورہ انبیاء (21) کی آیت 3 میں ہے کہ ''ان کے دل بالکل غافل ہیں اور ان ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشیاں کیں کہ وہ تم ہی جیسا انسان ہے''۔ یہ کفر کا ایک اصول تھا کہ جب یہ بات لوگوں کے ذہن نشین کر دی جائے کہ انبیاء علیہم السلام تم جیسے بشر ہی ہیں تو پھر کوئی ان پر ایمان نہیں لائے گا یہ بات کہ وہ ہم جیسے بشر ہیں حضور ﷺ کے زمانے کے کفار نے کہی اور اس کو چھپایا۔ سورہ مومنون (23) کی آیت 24 میں ہے کہ ''(نوح علیہ السلام) کی قوم کے کافر سرداروں نے صاف کہہ دیا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے چاہتا ہے تمہارا بڑا بنے''۔ کافروں کو معلوم تھا کہ اگر اسے نبی مان لیا تو یہ ہمارا بڑا (سردار) بن جائے گا لہٰذا انہوں نے نبی کو اپنے جیسا کہہ کر نبی کی فضیلت سے انکار کر دیا۔ بادی النظر میں کسی کو اپنے جیسا کہنے میں تنقیص کا پہلو پایا جاتا ہے۔ اسی سورہ کی آیت 33 میں ہے کہ سردارانِ قوم نے جواب دیا، جو کفر کرتے تھے اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے اور ہم نے انہیں دنیاوی زندگی میں خوشحال کر رکھا تھا، کہ یہ (حضرت ہود علیہ السلام) تو تم جیسا ہی انسان ہے۔ اسی سورہ کی آیت 47 میں ہے کہ (فرعون اور اس کے لشکری) بولے کہ کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے

Marfat.com

جیسے دو آدمیوں (موسیٰ و ہارون علیہما السلام) پر۔ سورہ شعراء (26) کی آیت 154 میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے لوگوں نے کہا کہ تو تو ہم جیسا ہی انسان ہے اگر تو سچوں سے ہے تو کوئی معجزہ لے آ۔ اسی سورہ کی آیت 186 میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگوں نے کہا کہ اور تو تو ہم ہی جیسا ایک انسان ہے اور ہم تو تجھے جھوٹ بولنے والوں میں سے سمجھتے ہیں۔ سورہ یٰسین (36) کی آیت 15 میں ہے کہ ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح معمولی آدمی ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔

اگر یہ پوچھا جائے کہ آیا انبیاء کرام علیہم السلام فرشتوں میں سے ہیں، جنوں میں سے یا انسانوں میں سے ہیں تو بلا تامل اس کا جواب ہوگا کہ انبیاء کرام انسانوں میں سے ہیں مگر ہمارے جیسے انسان نہیں ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے جیسے کہنا بے ادبی ہے اور انسانوں کی مثل کہنا قرآن کی تائید ہے (الکھف 110:18)۔ میرا خیال ہے کہ کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہوگا جو اس فرق کو ملحوظِ خاطر نہ رکھتا ہوگا۔

****

یہ زائرانِ حریمِ مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے ناآشنا رہے ہیں
غضب ہیں یہ مرشدانِ خود بیں خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں
اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

(اقبال)

یہ دو شخص کیسے برابر ہو سکتے ہیں!

سورہ نحل (16) کی آیات 75 اور 76 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے (خواہش نفس اور شیطان کا) دوسرے کی ملکیت کا جو (خواہش نفس اور شیطان کی مرضی کے بغیر) کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک اور شخص ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے معقول روزی دے رکھی ہے جس میں سے وہ چھپے کھلے خرچ کرتا ہے کیا یہ سب برابر ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے سب تعریف بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ ایک اور مثال بیان فرماتا ہے دو شخصوں کی جن میں سے ایک تو گونگا (بے کار) ہے اور کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا (معاملات کو اصلی حالت میں سمجھتا ہی نہیں) بلکہ وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے کہیں بھی بھیجے وہ کوئی بھلائی نہیں لاتا کیا برابر ہو جائے گا یہ اور وہ جس کے معاملاتِ زندگی عدل وانصاف کے تحت ہیں اور ہے بھی سیدھی راہ پر۔ سورہ سجدہ (32) کی آیت 18 میں ہے کہ تو کیا جو حکم ماننے والا ہے وہ اُس جیسا ہو جائے گا جو حکم نہیں مانتا؟ یہ برابر نہیں ہو سکتے۔ سورہ ص (38) کی آیت 28 میں ہے کہ ہم انھیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اُن جیسے سمجھیں جو زمین میں خرابیاں پیدا کرتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں؟ سورہ رعد (13) کی آیت 16 میں ہے کہ آپ ﷺ فرمائیں کیا برابر ہو جائیں گے اندھا اور آنکھیارا یا کیا برابر ہو جائیں گی اندھیریاں اور اُجالے؟ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 72 میں ہے کہ "اور جو اِس زندگی میں اندھا ہو (معاملاتِ زندگی کرتے وقت اللہ کو نہ دیکھے) وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا"۔ لہٰذا جنت نہ دیکھ پائے گا اور اندھے منہ دوزخ میں گرے گا۔ آخرت میں بینائی کا انحصار زندگی کے ہر کام کو اللہ رب العزت کے حکم کے تابع کر دینے میں ہے۔ سورہ

مومن (40) کی آیت 58 میں ہے کہ اندھا اور بینا برابر نہیں، نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور بھلے کام کیے بدکاروں کے برابر ہیں تم بہت کم نصیحت حاصل کر رہے ہو۔ سورہ زمر (39) کی آیت 9 میں ہے کہ بھلا جو شخص راتوں کے اوقات سجدے اور قیام کی حالت (عبادت) میں گزارتا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو کیا اُس کا حشر نافرمانوں جیسا ہوگا آپ فرمائیں کیا برابر ہیں اِس بات کے جاننے والے اور انجان، نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔ سورہ مائدہ (5) کی آیت 100 میں ہے کہ آپ ﷺ فرمادیں کہ گناہوں سے لتھڑا ہوا گندا اور گناہوں سے پاک صاف ستھرا برابر نہیں اگرچہ تجھے گندے کی کثرت بھائے تو (گناہوں سے بچ کر) اللہ سے ڈرتے رہو اے عقل مندو کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ سورہ حم السجدہ (61) کی آیت 34 میں ہے کہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتی یعنی نیکی کرنے والے اور بدی کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی سورہ کی آیت 40 میں ہے کہ بتاؤ تو سہی جو آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے یا وہ جو امن و امان کے ساتھ قیامت کے دن آئے؟ جو جی میں آئے کرو بے شک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ سورہ قصص (28) کی آیت 61 میں ہے کہ کیا وہ شخص جس سے ہم نے (نیک اعمال کے بدلے آخرت کی بھلائی کا) نیک وعدہ کیا ہے جسے وہ قطعاً پا بھی لے گا اس شخص کی مثل ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کی ایسی ہی تھوڑی سی منفعت (دنیا کی منفعت جتنی بھی ہو تھوڑی ہی ہوتی ہے) دے دی (وہ اسے عزت اور فضل سمجھتے ہوئے اسی آزمائش میں گم ہو گیا اور لگا دنیاوی زندگی کو خوشنما بنانے) پھر بالآخر وہ قیامت کے روز (اسی دنیا اندوزی کی وجہ سے) پکڑا اور بندھا ہوا حاضر کیا جائے گا۔ سورہ محمد (47) کی آیت 14 میں ہے تو کیا جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اُس

Marfat.com

جیسا ہوگا جس کے برے اعمال اُسے اچھے دکھائی دیں اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 162 میں ہے کہ کیا جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر نیک عمل کیے اس کی طرح ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے کام کر کے جہنم کا حق دار بن گیا۔سورہ جاثیہ (45) کی آیت 21 میں ہے کہ کیا جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنھیں اُن جیسا بدلہ دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور ان کی زندگی اور موت برابر ہو جائے کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔واصف علی واصف فرماتے ہیں کہ لوگ فرعون کی طرح جینا اور موسیٰ کی طرح مرنا چاہتے ہیں۔یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جیسے جیو گے ویسے ہی مرو گے جیسے مرو گے ویسی حالت میں ہی اُٹھائے جاؤ گے۔ہمیں اس زاویہ نگاہ سے اپنی زندگیوں کا اچھی طرح جائزہ لینا چاہیے کہ ہم کس حالت والے شخص کی زندگی گزار رہے ہیں؟ کوئی مانے یا نا مانے ہمارے معاملاتِ زندگی بتا رہے ہیں کہ ہم دنیا کی منفعت کے حصول میں کھوئے ہوئے فرعون کی طرح کی (اعلانیہ خدائی دعویٰ کیے بغیر آسائشوں بھری) زندگی گزارنے کیلئے سرگرداں ہیں۔ہم قرآنی آیات کو کب عملاً سچا مانیں گے؟ سورہ ذاریات (51) کی آیات 5 اور 6 میں ہے کہ یقین مانو تم سے جو وعدے کیے جاتے ہیں وہ ہو کر رہنے ہیں اور بے شک انصاف ضرور ہونا ہے۔سورہ ابراہیم (14) کی آیت 47 میں ہے کہ ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ نبیوں سے کوئی وعدہ خلافی کرے گا (یہ تو ممکن ہی نہیں) بیشک اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا۔سورہ النبا (78) کی آیات 39&40 میں ہے کہ "یومِ حساب حق ہے اب جو چاہے اپنے رب کے پاس نیک اعمال کر کے ٹھکانا بنالے ہم نے تمہیں بہت قریب آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے جس دن انسان اپنے ہاتھوں کی کمائی کو دیکھ لے گا

Marfat.com

اور کافر کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا"۔ ہم نا جانے کس زعم اور گمان میں مبتلا ہیں؟ سورہ انعام (6) کی آیت 104 میں ہے کہ تمہارے پاس آنکھیں کھول دینے والی دلیلیں آئیں تمہارے رب کی طرف سے تو جس نے دیکھا (رسول ﷺ کا طریقہ اور اس پر چلا) اپنے بھلے کو اور جو اندھا ہوا (دیکھا ان دیکھا کر دیا) اُس نے اپنا ہی بُرا کیا۔

کیونکر برابر ہو جائیں گے بے عمل و با عمل!
تو انساں ہے مگر اتنی بھی نہیں تجھ میں عقل
کس دھوکہ سے تو رہتا ہے بے عمل و بد عمل؟
کہ تیرے اعمال سے کیوں نہیں بگڑی تیری شکل!
تیرے اعمال نے بگاڑ دی ہے تیری باطنی شکل
اسلئے اعمال کی حقیقت سمجھنا تیرے لئے ہے مشکل
اللہ کے حلم و بردباری کو نہ سمجھو کہ یہ ہے فضل
اِس حقیقت کو سمجھ لو آج ورنہ بہت پچھتاؤ گے کل
لوگو! اللہ کی پردہ پوشی سے دھوکہ مت کھاؤ
بچاؤ اپنے نفس کو حشر کی ذلت سے بچاؤ

****

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

Marfat.com

مال ودولت کی تاثیر

مال ودولت کی کیا تاثیر ہے؟ جن کے پاس یہ تھی اُنھوں نے اِس کی وجہ سے کیا کِیا اور نتیجۃً ان کے ساتھ کیا ہوا اور آخرت میں کیا ہوگا؟ آیئے قرآن کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ سورہ سبا (34) کی آیت 34 تا 37 میں ہے کہ اور ہم نے جب کبھی کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے ولا بھیجا تو وہاں کے امیروں نے حق ماننے سے انکار کر دیا اور بولے ہم مال اور اولاد میں بڑھ کر ہیں اور ہم پر عذاب نہیں ہوگا آپ فرمائیں بے شک میرا رب (بطریق ابتلا وامتحان) رزق وسیع کرتا ہے جس کیلئے چاہے اور تنگی بھی فرماتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اِس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قریب پہچائیں مگر وہ جو ایمان لائیں اور نیک عمل (بمطابق سنت) کریں ان کیلئے ان کے اعمال کا دوہرا اجر ہے اور وہ بالا خانوں میں امن وامان سے رہیں گے۔ اسی سورہ کی آیت 19 میں ہے کہ تو (سبا والے مالدار) بولے اے ہمارے رب ہمارے سفر میں دوری ڈال (تاکہ ہم توشہ ساتھ لیں، سواریاں اور خدام ساتھ لے کر سفر کا لطف اٹھائیں اور امیر وغریب کا فرق واضح ہو) اور انھوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا تو ہم نے انھیں کہانیاں کر دیا اور انھیں پوری پریشانی سے پرگندا کر دیا۔ سورہ انعام (6) کی آیت 123 میں ہے کہ اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تاکہ وہ لوگ وہاں داؤ لگائیں اور وہ داؤ نہیں لگاتے مگر اپنی جانوں پر ہی اور انھیں شعور ہی نہیں۔ سورہ مومنون (23) کی آیات 64 اور 65 میں ہے کہ یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے آسودہ حال (امیر، خوشحال) لوگوں کو عذاب میں پکڑا تو جبھی وہ بلبلانے لگے، آج مت بلبلاؤ ہماری طرف سے تمہاری مدد نہ ہوگی۔ سورہ مزمل (73) کی آیات 11 اور 12 میں ہے کہ اور آپ ﷺ

ان جھٹلانے والے خوشحال آسودہ حال لوگوں کو مجھ پر چھوڑ دیں اور انھیں ذرا سی مہلت دے دیں (کیا معلوم ہم بھی مہلت دیئے گئے ہوں) یقیناً ہمارے ہاں سخت بیڑیاں اور سلگتی ہوئی جہنم ہے۔ سورہ نوح (71) کی آیات 21 اور 22 میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور ایسوں کی فرماں برداری کی جن کے مال اور اولاد نے ان کو یقیناً نقصان ہی میں بڑھایا اور ان لوگوں نے بڑا سخت فریب کھایا ہے۔ سورہ مومنون (23) کی آیت 33 میں ہے کہ حضرت ھود علیہ السلام کی قوم کے سردارانِ کفار جنہیں اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگی میں خوشحال کر رکھا تھا اپنے نبی علیہ السلام کی نسبت اپنی قوم کے لوگوں سے کہنے لگے یہ تو تم جیسا آدمی ہے۔ سورہ شعراء (26) کی آیات 128 تا 135 میں ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ہر بلند جگہ پر یادگار عمارت بناتے ہو اور راہ گیر غریبوں کا تمسخر اُڑاتے ہو اور مضبوط محل ایسے بناتے ہو کہ گویا جیسے تم نے ان میں ہمیشہ رہنا ہے اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑی بیدردی اور ظلم کے ساتھ گرفت کرتے ہو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اس نے تمہاری مدد کی چوپائیوں سے اور بیٹوں سے باغات سے اور چشموں سے، مجھے تو تمہاری نسبت بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ اللہ رب العزّت نے سورہ قلم (68) کی آیات 10 تا 13 میں گستاخِ رسول ولید بن مغیرہ کی بُری خصلتیں گنوا کر سخت مذمت فرماتے ہوئے آیت 14 میں دوٹوک الفاظ میں فرمایا کہ اس کی سرکشی صرف اس لیے ہے کہ وہ مال والا اور بیٹوں والا ہے۔ سورہ فرقان (25) کی آیت 18 میں ہے کہ تو (اللہ) نے انھیں اور ان کے باپ داوؤں کو برتنے دیا (اموال و اولاد و طویل عمر و صحت و سلامتی عنایت کی مگر وہ ان نعمتوں میں اس قدر غرق ہو گئے) یہاں تک کہ وہ تیری یاد بھول گئے اور یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے

والے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تو اپنے فقر میں اللہ کے ساتھ تونگر بنا رہ کہ تموّل شرارت سکھاتا ہے اور رب کو بھلا دیا کرتا ہے۔ علامہ اقبال یہ بات یوں بیان کرتے ہیں ؎

اُمرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملتِ بیضا غرباء کے دم سے

سورہ کہف (18) کی آیات 33 تا 42 میں ہے کہ اور ان کے سامنے دو مَردوں کا حال بیان کرو کہ ان میں ایک کو ہم نے انگوروں کے باغ دیئے جسے کھجوروں کے درختوں نے گھیرا ہوا تھا اور ان کے بیچ ہم نے نہر بھی بہائی اور کھیتی بھی اُگائی اور اس کے علاوہ بھی سونا چاندی کی صورت میں بہت سا مال دے رکھا تھا وہ اپنے نیک ساتھی کو اُتراتا اور تکبر کرتا ہوا کہنے لگا کہ میں مال اور خاندانی جتھا میں تجھ سے زیادہ ہوں مجھے نہیں گمان کہ یہ کبھی فنا ہوگا اور کبھی قیامت قائم ہوگی اگر میں مر بھی گیا تو ضرور اس باغ سے بہتر پلٹنے کی جگہ پاؤں گا اس کے نیک ساتھی نے کہا کہ تو نے اپنے باغ کو دیکھ کر یہ کیوں نہ کہا کہ یہ باغ اور اس کے حاصل سب اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہیں (بندے کا اپنا کوئی کمال نہیں) سب کچھ اس کے اختیار میں ہے ہمیں کچھ زور نہیں مگر اللہ کی مدد کا، اگر تو تکبر کی بناء پر مجھے اپنے مال و اولاد میں کم دیکھتا ہے تو قریب ہے کہ میرا رب چاہے تو مجھے تیرے باغ سے اچھا دے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں گرا دے یا اس کا پانی زمین میں دھنسا دے پس بھلا اس کے پھل (سب محاصل) گھیر لیے گئے تو وہ اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا اس لاگت پر جو اس باغ پر خرچ کی تھی اور وہ پشیمانی اور حسرت میں اوندھے منہ گرا ہوا کہہ رہا تھا اے کاش میں اپنے رب کا کسی کو (تکبر اور اپنے ہنر و کسب کو) شریک نہ کیا ہوتا۔ سورہ قصص (28) کی آیات 76 تا 82 میں ہے

کہ بے شک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ہی تھا مگر پھر اُس نے ان پر ظلم و زیادتی شروع کردی اور ہم نے اُس کو اس قدر خزانے دے رکھے تھے کہ جن کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں جب اُس سے اُس کی قوم نے کہا کہ اُترا نہیں بے شک اللہ تعالیٰ اُترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو مال اللہ نے تجھے دیا ہوا ہے اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے آخرت میں گھر طلب کر اور دنیا میں اپنے حصے (ضرورت) کا مال رکھ اور لوگوں پر احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں دنگا فساد نہ چاہ (کیونکہ دولت کے غیر معمولی تفاوت سے فساد پیدا ہوتا ہے) یقین مان کہ اللہ مفسدوں کو ناپسند کرتا ہے، قارون نے کہا یہ سب کچھ مجھے میری عقل و سمجھ کی بناء پر ہی دیا گیا ہے (ہم بھی اپنے مال و دولت کے بارے ایسا ہی سمجھتے ہیں) کیا اُسے اب تک یہ نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بہت سی بستی والوں کو غارت کر دیا جو اس سے بہت زیادہ قوت اور جمع پونجی والے تھے پس قارون اپنی پوری آرائش و زیبائش (کروفر) کے ساتھ اپنی قوم کے مجمع میں نکلا تو دنیا کی زندگی کے دیوانے اور متوالے بولے کاش کہ ہمیں بھی کسی طرح وہ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا ہے یہ تو بڑا قسمت کا دھنی ہے (بڑے نصیبے والا ہے، ہم بھی دولتمندوں کے بارے ایسا ہی سوچتے اور کہتے ہیں) ذی علم لوگ انھیں سمجھانے لگے کہ افسوس! بہتر چیز تو وہ ہے جو بطور ثواب اُنھیں ملے گی جو اللہ پر ایمان لائیں اور صالح عمل کریں یہ اصلی دولت انہی کو ملتی ہے جو صبر (مال و دولت سے اپنا ہاتھ روکنے) والے ہیں آخر کار ہم نے اُسے اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا اور جو لوگ کل اس کے مرتبہ پر پہنچنے کی آرزو مندیاں کر رہے تھے وہ آج کہنے لگے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں میں جس کیلئے چاہے (بطور آزمائش کے) روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی۔ سورہ

Marfat.com

انعام (6) کی آیت 53 میں ہے کہ اور یونہی ہم نے ان میں ایک کو دوسرے کیلئے فتنہ بنایا کہ مال دار (کافر) محتاج (مسلمانوں) کو دیکھ کر (بطریق استہزاء) کہیں کیا یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان و فضل کیا۔ سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 180 میں ہے کہ اور ہرگز گمان نہ کریں جو بخل (مال روک کر جمع) کرتے ہیں اس میں جو دے رکھا ہے انھیں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے کہ یہ بخل بہتر ہے ان کیلئے بلکہ یہ بخل بہت برا ہے ان کیلئے، قیامت کے دن وہ مال انھیں طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا۔ سورہ نساء (4) کی آیت 37 میں ہے کہ جو خود بھی بخل کرتے (مال روکتے) ہیں اور دوسرں کو بھی بخل کا کہتے ہیں اور چھپاتے ہیں (بنکوں / تجوریوں وغیرہ میں) اسے جو اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے فضل سے عطا فرمایا، ایسوں کیلئے تیار کر رکھا ہے ذلیل کرنے والا عذاب۔ سورہ توبہ (9) کی آیات 34 اور 35 میں ہے کہ اور وہ جو جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں، یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لئے جوڑ رکھا تھا اب چکھو مزا اس جوڑنے کا۔ سورہ المعارج (70) کی آیات 16 تا 21 میں ہے کہ کھال اتار لینے والی بلا رہی ہے اس کو جس نے پیٹھ دی اور منہ پھیرا اور مال جمع کر کے سنبھال رکھتا ہے بے شک آدمی بڑا بے صبرا حریص بنایا گیا ہے جب اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو ہڑ بڑا اٹھتا ہے اور جب مال میں کشادگی ملتی ہے تو بخل (مال جمع) کرنے لگتا ہے۔ سورہ الھمزۃ (104) کی آیات 1 تا 4 میں ہے کہ بڑی خرابی ہے ایسے شخص کیلئے جو دوسرں کے عیب ٹٹولنے والا اور غیبت کرنے والا ہے اور جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا، کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسی طرح اس کے پاس سدا رہے گا اور وہ

Marfat.com

ہمیشہ ایسا ہی رہے گا، ہرگز نہیں، یہ تو ضرور بالضرور توڑ پھوڑ کر روند دینے والی آگ میں اس کے ساتھ پھینک دیا جائے گا۔

مال و دولت کی تاثیر ہی یہ ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے بندے پر شیطان کا وار کرنا آسان ہو جاتا ہے اور وہ بندے کے ساتھ ملکر اس کا صلاح کار بن جاتا ہے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 64 میں ہے کہ اور بہکا دے ان میں سے جس پر تیرا قابو چلے اور ان کا ساتھی اور ساجھی بن جا مال و دولت اور اولاد کے ذریعے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مُردوں کے ساتھ مجلس نہ کرو، لوگوں نے عرض کی مردے کون ہیں؟ فرمایا دولت مند لوگ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فتنوں کی جگہ سے دور رہو، لوگوں نے کہا فتنوں کی جگہ کیا ہے، فرمایا امیروں کے دروازے۔ کسی شخص نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچائی تو آپ نے کہا بارالٰہی اس شخص کو تندرستی، عمر دراز اور مال کثیر عطا فرما، اس طرح آپ نے اس شخص کو بددعا دی کیونکہ یہ چیزیں غفلت، تکبر اور آخرت سے غافل کر دینے والی ہیں لہٰذا ایسے کیلئے ہلاکت و تباہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص مال داری کی جہت سے دوسروں کی تعظیم کرے اور فقیری کی جہت سے اہانت کرے وہ ملعون ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس نے مال داروں کے مال کی وجہ سے ان کی تعظیم کی پھر کیا پوچھنا اس کے نماز، روزے اور حج کا بھی۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ بندہ جو فقراء کی مجلس پر مال داروں کی صحبت پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ علامہ اقبال علیہ رحمۃ نے ہمارے حال کی خوب عکاسی کی ہے ۔

Marfat.com

تری حریف ہے یا رب سیاستِ افرنگ
مگر ہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس
بنا یا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس
جانتا ہوں میں یہ امت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں

****

'مال و دولت' اقبال کی نظر سے

یہ مال و دولتِ دنیا ، یہ رشتہ پیوند
بتانِ وہم و گماں! لا الہ الا اللہ
ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری
امید نہ رکھ دولتِ دنیا سے وفا کی
رم اس کی طبیعت میں ہے مانندِ غزالہ
من کی دنیا؟ من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا؟ تن کی دنیا سود و سودا مکر و فریب
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

Marfat.com

من کی دنیا میں نہ پایا میں نے فرنگی کا راج
من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن
کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ
دنیا ہے تیری منتظر روزِ مکافات
ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کیلئے مرگ مفاجات
گو اس خدائی میں مہاجن کا بھی ہے ہاتھ
دنیا تو سمجھتی ہے فرنگی کو خداوند
اللہ! تیرا شکر کہ یہ خطۂ پر سوز
سوداگرِ یورپ کی غلامی سے ہے آزاد
(خطۂ پُر سوز سے مراد دوزخ ہے)
تہذیب کا کمال شرافت کا ہے زوال
غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی معاش
عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا، جس نے
قبض کی روح تری دے کے تجھے فکرِ معاش
امارت کیا، شکوہ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل
نہ زورِ حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی

****

Marfat.com

'فقر' اقبال کی نظر سے

آہ! کھو گیا تجھ سے فقیری کا راز
ورنہ مال فقیر ، سلطنت روم و شام
نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ سپہ کی تیغ بازی ، وہ نگہ کی تیغ بازی
میں ایسے فقر سے اے اہل حلقہ باز آیا
تمہارا۔فقر ہے بے دولتی و رنجوری
جو فقر ہو تلخی دوراں کا گلہ مند
اس فقر میں باقی ہے ابھی بوئے گدائی
خودار نہ ہو فقر تو ہے قہرِ الٰہی
ہو صاحب غیرت تو ہے تمہید امیری
کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روحِ قرآنی
لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دیں کا ہے فقرِ غیور
اب تیرا دور بھی آنے کو ہے اے فقرِ غیور
کھا گئی روحِ فرنگی کو ہوائے زر و سیم
فقیرِ راہ کو بخشے گئے اسرارِ سلطانی
بہا میری نوا کی دولتِ پرویز ہے ساقی
فقر کے معجزات تاج و سریر و سپاہ

Marfat.com

فقر ہے میروں کا میر، فقر ہے شاہوں کا شاہ
علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفت قلب و نگاہ
کیا گیا ہے غلامی میں مبتلا تجھ کو
کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی نگہبانی
ہمت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر
جس فقر کی اصل ہے حجازی
خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
عشق ہو جس کا جسور، فقر ہو جس کا غیور
مومن کی اسی میں ہے امیری
اللہ سے مانگ یہ فقیری
یہ فقر غیور جس نے پایا
بے تیغ و سناں ہے مرد غازی
اس فقر سے آدمی میں پیدا
اللہ کی شان بے نیازی
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ
نہیں ممکن امیری بے فقیری!
یہ فقر مردِ مسلماں نے کھو دیا جب سے
رہی نہ دولتِ سلمانی و سلیمانی
شوکت سنجر و سلیم، تیرے جلال کی نمود

Marfat.com

فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب
کہاں سے تو نے اے اقبالؔ سیکھی ہے درویشی
کہ چرچا پادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

****

اللہ کا فضل

اللہ کا فضل کیا ہے؟ قرآن کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ آیا فضل کرنے والے (اللہ) کے قرآن میں بیان کردہ تصورِ فضل اور ہمارے تصورِ فضل میں کوئی مطابقت بھی ہے یا نہیں؟ آئیں! دونوں تصورِ فضل کا موازنہ کرتے ہیں۔ سورہ جمعہ (62) کی آیات 2 تا 4 میں ہے کہ ”وہی ہے جس نے عبودیت سے نابلد لوگوں میں ایک رسول بھیجا جو انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو اخلاقِ رذیلہ سے پاک (ان کی کردار سازی) کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے، اور اُنھیں بھی جو آئندہ آنے والے ہیں، یہ (ایمان والا ہو جانا) اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے (ہدایت کی صورت میں) فضل دے“۔ نبی اکرم ﷺ کے عہدِ مسعود میں ایمان والا ہو جانے کو ہی اللہ کا فضل گردانا جاتا تھا اسی لیے ہی کفار غریب مسلمانوں کا یہ کہہ کر مذاق اُڑاتے تھے جیسا کہ سورہ انعام (6) کی آیت 53 میں ہے کہ ”یونہی ہم نے ان میں ایک کو دوسرے کیلئے فتنہ بنایا کہ مال دار (کافر) محتاج (مسلمانوں) کو دیکھ کر (بطریق استہزاء) کہیں، کیا یہ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا ہے“ یعنی اُس وقت کے کفار بھی ہماری طرح کثرتِ مال و دولت کو ہی اللہ کا فضل سمجھتے تھے۔ سورہ حجرات (49) کی آیات

Marfat.com

8&7 میں ہے کہ "جان رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں' بہت معاملوں میں اگر یہ عموماً تمہاری خوشی کیلئے تمہارا کہا کرتے رہے تو تم ضرور مشقت میں پڑ جاؤ گے مگر اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اس سے تمہارے دلوں کو سجایا ہوا ہے اور کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمہاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنایا ہوا ہے' یہی لوگ راہ یافتہ ہیں' یہ ہے اللہ کا فضل اور احسان و انعام"۔ دلوں میں ایمان کا سج جانا اور اللہ کی نافرنیوں سے نفرت کا ہو جانا اللہ کا فضل ہے۔ سورہ نساء (4) کی آیات 70&69 میں ہے کہ "جو اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا جیسے انبیاء علیہم السلام ،صدیقین ،شہداء اور صالحین اور کیا ہی یہ اچھے ساتھی ہیں' یہ ہے فضل اللہ تعالیٰ کی طرف سے" یعنی اطاعت کے عوض حشر میں انعام یافتہ ہستیوں کا ساتھ ملنا اللہ کا فضل ہے۔ اسی سورہ کی آیت 173 میں ہے کہ پس جو لوگ ایمان لائے ہیں اور شائستہ اعمال کیے ہیں ان کو ان کا پورا پورا ثواب عنایت فرمائے گا اور اپنے فضل سے انھیں مزید (حقِ شفاعت) دے گا۔ سورہ فاطر (35) کی آیت 32 میں ہے کہ "پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چُنے ہوئے بندوں کو' کوئی اس کتاب پر عمل نہ کر کے اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور کوئی عمل کے لحاظ سے سست چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا' یہی بڑا فضل ہے" یعنی نیکیوں میں تیزی دکھانا' معیار (خشوع و خضوع) اور مقدار (تعداد) کے لحاظ سے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنا اللہ کا فضل ہے ایسا کرنے والے کو کہا جا سکتا ہے کہ اس پر اللہ کا فضل ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ سب کی بخشش اللہ کے فضل سے ہونی ہے حتیٰ کہ میری بھی۔ اس فرمان عالیشان اور درج بالا آیات

Marfat.com

مبارکہ سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اللہ کا فضل کیا ہے اور کتنی بڑی چیز ہے اسی لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کے حصول کی جستجو کرتے تھے جیسا کہ سورہ فتح (48) کی آیت 29 میں ہے کہ ”محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے دین والے ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں بڑے نرم دل' آپ انہیں کثرت سے رکوع اور سجود کرتے دیکھو گے صرف اللہ کے فضل کے حصول اور اللہ کی رضا کی چاہت لیے ہوئے“ یہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کثرتِ سجود (نوافل) میں اللہ کا فضل ہے اور اللہ کے فضل ہی سے کثرتِ سجود وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ (نماز میں نوافل تو کیا سنتیں پڑھنے کو غیر ضروری قرار دینے والے نہ جانے اس آیت کی کیا تاویل کرتے ہیں؟)۔ سورہ حشر (59) کی آیت 8 میں ہے کہ ”(مال فے) ہجرت کرنے والے ان فقراء کیلئے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں اور اللہ ورسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں یہی سچے لوگ ہیں“۔ ہمارے لئے مشعل راہ کے طور پر ان دو آیات (29:48 اور 8:59) سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کے دو کام 'کثرتِ سجود اور اللہ و رسول ﷺ کی مدد کرنا' نظر آتے ہیں اور ان دو کام کا مدعا صرف اور صرف اللہ کے فضل اور اس کی رضا کا حصول ہے۔ اس بات کی تائید سورہ ذاریات (51) کی آیت 56 سے بھی ہوتی ہے' جس میں ہے کہ ”میں نے جن وانس کو پیدا ہی اس لئے کیا کہ وہ صرف اور صرف میری ہی عبادت کریں“۔ بس یہی زندگی کا مقصد ہے' اس مقصد کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بندے کو بے شمار نعمتیں بالخصوص مال و دولت عطا کیا' دنیا میں اللہ کا فضل یا فضل سے عطا کردہ کوئی بھی شے فری آف کاسٹ (مفت) نہیں ہے' اُس کی ایک قیمت ہے' اُس کی قیمت ہے 'شکر' جیسا کہ سورہ

نمل (27) کی آیت 40 میں ہے کہ "پھر پلک جھپکنے میں جب سلیمان علیہ السلام نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہو یا ناشکری" حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس علم کو فضل کہا جس کے بل بوتے پر تخت پلک جھپکنے میں لایا گیا۔ اس علم (فضل) پر بھی شکر کرنے کی آزمائش ہے' تو میں عرض کرر ہا تھا کہ اللہ کے فضل سے دیا ہوا یہ مال و دولت 'زندگی کے اصل 'مقصد' کیلئے استعمال ہوا تو یہ اس مال و دولت (نعمت) کا شکر ہوگا ورنہ یہی فضل سے دیا ہوا مال و دولت ناشکری کی بنا پر بندے کیلئے عذاب بن جائے گا جیسا کہ سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 180 میں ہے کہ "ہرگز نہ گمان کریں جو بخل (مال جمع) کرتے ہیں اس میں جو دے رکھا ہے انھیں اللہ نے اپنے فضل سے کہ یہ بخل بہتر ہے ان کیلئے بلکہ یہ بخل بہت برا ہے ان کیلئے' قیامت کے دن وہ مال انھیں طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا ہوگا"۔ مال و دولت بذاتِ خود فضل نہیں ہے لیکن فضل کے حصول کا ذریعہ بن سکتا ہے اگر زندگی کے مقصد (کثرتِ سجود اور اللہ و رسول ﷺ کی مدد) کیلئے استعمال ہو۔

ہم مال و متاع کو بذاتِ فضل گردانتے ہے جیسا کہ ہم مال و دولت کی فراوانی، جاہ و منصب، شان و شوکت، عیش و آرام، دنیاوی شہرت و عزت، حویلیاں، بنگلے، بڑی بڑی گاڑیاں، لمبے چوڑے کاروبار الغرض متاع دنیا کی فراوانی اور دنیاوی زندگی کی سہولیات کو اللہ کا فضل سمجھتے ہیں' جس کے پاس یہ مال و متاع جتنا زیادہ ہے ہم اُس پر اتنا زیادہ فضل سمجھتے ہیں اور جس کے پاس یہ مال و متاع نہیں ہے سمجھتے ہیں کہ اس پر اللہ کا فضل نہیں ہے اور شاید اللہ اس سے ناراض ہے۔ مگر ذرا غور کریں تو یہ سب مال و متاع نبی اکرم ﷺ کے پاس نہ تھا' اگر یہ فضل ہوتا تو نبی اکرم ﷺ اس کے حصول

Marfat.com

کیلئے کوشش کرتے بلکہ سب سے زیادہ کرتے کیونکہ آپ ﷺ سب سے زیادہ اللہ کا فضل چاہنے والے ہیں‘ اگر یہ فضل ہوتا تو یہ نبی اکرم ﷺ کے پاس سب سے زیادہ ہوتا کیونکہ آپ ﷺ پر سب سے زیادہ اللہ کا فضل ہے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 87 میں ہے کہ بے شک آپ پر (اے نبی ﷺ) اللہ کا بڑا فضل ہے۔

یہ مال و متاع جسے ہم اللہ کا فضل کہتے ہیں (جیسا کہ سورہ جمعہ (62) کی آیت 10 اور سورہ مزمل (73) کی آیت 20 میں فضل سے یہ مراد لیتے ہیں) یہ تو کافروں کے پاس بھی اُسی طرح ہے جس طرح ہمارے پاس ہے جبکہ سورہ حدید (57) کی آیت 29 میں ہے کہ ’’کتاب والے کافر جان لیں کہ اللہ کے فضل میں ان کا کچھ حصہ نہیں‘‘۔ فضل وہی ہوگا جسے اللہ فضل کہے‘ ہمیں اُسی فضل کی جستجو کرنی چاہیے۔ جیسا کہ سورہ نساء (4) کی آیت 32 میں ہے کہ ’’پس اللہ سے اس کا فضل مانگو‘‘ سورہ بقرہ (2) کی آیت 216 میں ہے کہ ’’ہوسکتا ہے کوئی چیز تمہیں پسند ہو مگر وہ تمہارے لئے بری ہو‘ اور ہوسکتا ہے کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو مگر وہ تمہارے لئے بہتر ہو‘‘ اس لئے بندہ کو ہر وقت، ہر حال میں، ہر حاجت میں اور ہر بلا‘ مصیبت و پریشانی میں اس کے فضل کا ہی سوالی رہنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اِس بلا و مصیبت و پریشانی سے نکلنے کی دعا نہیں مانگی بلکہ اپنے کام پر اللہ کی حمد کے ساتھ پچھتاوے کا اظہار فرمایا مگر ہم حضرت یونس علیہ السلام کی اس عرض (آیت کریمہ) کو کسی بلا و مصیبت و پریشانی کو ٹالنے کیلئے لاکھوں کی تعداد میں پڑھتے اور پڑھاتے ہیں مگر ہم اپنے کاموں پر نہ تو پچھتاوے کا اظہار کرتے ہیں اور نہ ہی انہیں چھوڑتے ہیں‘ پچھتاوے کا مطلب ہی یہ ہے کہ پچھتاوے والا کام بندے سے دوبارہ سرزد نہ ہو۔ اس طرح مصیبت کو ٹالنے کیلئے آیت کریمہ کا ورد کرنے

Marfat.com

کروانے سے اخلاص جاتا رہتا ہے کیونکہ یہ آیت کریمہ ہم نے اللہ کی رضا کیلئے نہیں پڑھی بلکہ اس مصیبت کو ٹالنے کیلئے پڑھی' اس لئے لازمی ہے کہ بندہ ہر حالت میں قرآن کے حکم کے مطابق اللہ کریم کا فضل ہی مانگے' اس طرح مانگنے میں ''رضا'' بھی پائی جاتی ہے جسے اللہ کریم نے بڑی کامیابی قرار دیا ہے(119:5)۔اللہ رب العزت سے فرمائشیں کرنے میں بڑے خطرات ہیں(112:5) اور یہ نافرمانوں کا وطیرہ ہے جیسا کہ سورہ بقرہ (2) کی آیت 61 میں ہے کہ ''اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم سے ایک ہی قسم کے کھانے پر ہرگز صبر نہیں ہوتا (جیسے ہم سے نہیں ہوتا) اس لئے اپنے رب سے دُعا کیجئے کہ وہ ہمیں زمین کی پیداوار ساگ، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز دے' آپ نے فرمایا' بہتر چیز (فضل) کے بدلے ادنیٰ چیز کیوں طلب کرتے ہو! اچھا شہر میں جاؤ وہاں تمہاری چاہت (خواہش) کی یہ سب چیزیں ملیں گی' ان پر ذلت اور مسکینی ڈال دی گئی اور وہ اللہ کا غضب لیکر لوٹے''۔

نوٹ: ''مال و دولت - فضل یا فتنہ'' کے عنوان سے بندہ کا ایک الگ سے کتابچہ (BOOKLET) بھی دستیاب ہے۔

****

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں، غلامی میں
زرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا!
نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلی میں
کہ پایا میں نے استغنا میں معراج مسلمانی
جس روز دل کی رمز مغنی سمجھ گیا
سمجھ تمام مرحلہ ہائے ہنر ہیں طے!

(اقبال)

Marfat.com

دنیا دھوکہ دینے والی چیز ہے

سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 185 میں ہے کہ یہ دنیا کا ساز و سامان تو دھوکہ میں ڈالنے والا ہے۔ اسی سورہ کی آیات 196 اور 197 میں ہے کہ (اے سننے والے) کفار کی ظاہری دھوم دھام، شان و شوکت، کروفر تجھے دھوکہ میں نہ ڈال دے یہ لطف اندوزی بہت تھوڑی مدت کیلئے ہے پھر اِن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ بہت بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ سورہ توبہ (9) کی آیات 55 اور 85 میں ہے کہ اِن کافروں اور منافقوں کے مال اور اولاد پر تعجب نہ کرنا' اللہ یہی چاہتا ہے کہ یہ دنیا میں (مال و اولاد سے محبت کی وجہ سے) اِن پر وبال کا موجب بنے۔ سورہ مومن (40) کی آیت 4 میں ہے کہ اے سننے والے! تجھے اِن لوگوں کا صحت و سلامتی کے ساتھ شہروں میں (نافرمانیوں کے باوجود تجارتیں کرتے اور نفع اُٹھاتے) پھرنا دھوکے میں نہ ڈالے۔ سورہ انعام (6) کی آیت 70 میں ہے کہ چھوڑ دے اِن کو جنہوں نے اپنا دین (زندگانی کا مدعا و لائحہ عمل) ہنسی کھیل بنالیا اور انہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا (دنیا کی فانی خوشیوں اور لذتوں میں غرق ہو گئے)۔ سورہ اعراف (7) کی آیت 51 میں اللہ رب العزّت دوزخیوں کے بارے فرماتے ہیں کہ دنیا کی زندگی نے انھیں فریب دیا (اس کی لذتوں میں آخرت کو بھول گئے) ہم انھیں بھول جائیں گے (دنیا میں توبہ کی توفیق کے ذریعے اور آخرت میں بخشش کی صورت میں نظرِ رحمت نہیں کریں گے) (کیونکہ) انھوں نے اِس دن کے ملنے کا خیال (عملاً) بھلا دیا۔ سورہ لقمان (31) کی آیت 33 میں ہے کہ ہرگز تمہیں دنیا کی نعمتیں اور لذتیں دھوکہ نہ دے دیں کہ تم اِن پر ہی فریفتہ ہو کر رہ جاؤ اور ہرگز بڑے فریبی (شیطان) سے دھوکہ نہ کھا جانا کہ وہ تمہیں دور دراز کی لمبی امیدوں میں ڈال کر گناہوں میں مبتلا کر دے۔ سورہ فاطر (35) کی

Marfat.com

آیات 5 اور 6 میں ہے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے (میزان لگنی ہے، اعمال کا حساب یقیناً ہونا ہے، کیے کی جزا بے شک ملنی ہے) تو ہرگز تمہیں دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ دھوکہ باز شیطان تمہیں غفلت میں ڈالے' یاد رکھو شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو (دنیا میں مشغول کر کے اللہ کریم سے غافل کر دینے والی شیطان کی دشمنی کو سمجھو)۔ سورہ جاثیہ (45) کی آیت 35 میں ہے کہ دنیا کی زندگی نے تمہیں فریب دیا تو آج نہ وہ آگ سے نکالے جائیں گے اور نہ کوئی عذر و معذرت قبول ہو گا۔ سورہ نوح (71) کی آیات 21 اور 22 میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار اِن لوگوں نے میری نافرمانی کی اور ایسوں کی فرماں برداری کی جن کے مال اور اولاد نے اِن کو یقیناً نقصان ہی میں بڑھایا اور اِن لوگوں نے بڑا سخت فریب کھایا۔ سورہ حدید (57) کی آیت 14 میں ہے کہ جھوٹی طمع اور فضول تمناؤں نے تمہیں فریب دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اور تمہیں اللہ کے احکامات کے بارے میں دھوکہ دینے والے (شیطان) نے دھوکہ میں ہی رکھا۔ اسی سورہ کی آیت 20 میں ہے کہ خوب جان رکھو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا (پل دو پل کا لطف)، زینت و آرائش ہے (آزمائش کیلئے) اور آپس میں تمہارا بڑائی مارنا (فخر کرنا) ہے اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے اپنے آپ کو زیادہ بتلانا ہے اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے بارش سے ہرا بھرا سبزہ اُگ آیا جو کسانوں کے دل کو بھاتا ہے پھر تھوڑے ہی وقت میں وہ سوکھ گیا تو اسے زرد دیکھے پھر دیکھتے ہی دیکھتے چورا ہو کر پا مال ہو گیا (یہی حال دنیا کی زندگی کا ہے) جو اِس کے لطف اور آرائش کے جال میں پھنس گیا تو اس کیلئے آخرت میں سخت عذاب ہے اور جو اس کے جھانسے میں نہ آیا اور اس کے سراب کو سمجھ گیا تو اس کیلئے بخشش ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدگی ہے اور

Marfat.com

دنیا کی زندگی بجز دھوکہ کے سامان کے اور کچھ بھی تو نہیں۔ سورہ مومنون (23) کی آیات 55 اور 56 میں ہے کہ کیا یہ نافرمان خیال کر رہے ہیں کہ وہ جو ہم مال اور بیٹوں سے اِن کی مدد کر رہے ہیں اور یہ جو جلد جلد اِن کو بھلائیاں اور نعمتیں دے رہے ہیں کیا یہ ان کے اعمال کی جزا ہیں یا ہمارے راضی ہونے کی دلیل؟ ہرگز نہیں، بلکہ انھیں خبر ہی نہیں (یہ تو دھوکہ دینے والی آزمائشیں ہیں)۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غافل پر دنیاوی نعمتوں کا اظہار اللہ تعالیٰ کے غصہ کا اظہار ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ دین کی سلامتی کے ساتھ غربت اس امارت سے بہتر ہے جس کے ساتھ غفلت پیدا ہو۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کتنے ہی لوگ اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی سے دھوکہ میں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قادسیہ کی جنگ کے موقع پر لشکر کی کمان سپرد کرتے ہوئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے سعد! تجھے یہ بات دھوکہ نہ دیدے کہ تم نبی اکرم ﷺ کے ماموں زاد ہو یا تم ایک صحابی ہو۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی خطرناک چیز ہے جس سے بندہ دھوکہ کھا جاتا ہے: کہا، الطاف و کرامات۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے حلم اور اپنے اوپر اس کے انعام و اکرام سے دھوکہ مت کھا آپ مزید فرماتے ہیں کہ ہر وہ عمل (کسب) جس سے مقصود حق تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا ہو پس وہ پراگندہ غبار ہے ساری دنیا فتنہ و مشغلہ ہے بجز اس مقدار کے جو آخرت کیلئے اچھی نیت سے لی جائے پیرانِ پیر مزید فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت جس کے قلب میں جگہ پکڑ لیتی ہے اس کا تقویٰ جاتا رہتا ہے اور وہ دنیا جمع کرنے لگتا ہے خواہ حلال سے ہو یا حرام سے، اس کے جمع کرنے سے اس کی تمیز جاتی رہتی ہے اور حق

Marfat.com

تعالیٰ اور اس کے ملاحظہ سے شرمانا زائل ہو جاتا ہے، آپ مزید فرماتے ہیں کہ پس دنیا سے خبر دار رہ کہیں یہ اپنی زیبائش سے تجھے موہ نہ لے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص دنیا میں زادِ آخرت کے سوا دوسری کسی چیز کے ساتھ مشغول ہے بڑا احمق ہے اور غفلت میں ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ دنیاوی نعمتوں کی کثرت سے انسان کا بہرہ یاب ہونا احمقوں اور نادانوں کے نزدیک یہ نعمت ہے لیکن دانشوروں اور اصحابِ معرفت کی نظر میں یہ بڑی بلا ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ عذابِ قبر کا سبب محبت دنیا ہے جو شخص چاہے کہ عذابِ قبر سے محفوظ رہے اسے چاہیے کہ دنیا کی چیز سے تعلق نہ رکھے مگر بقدرِ ضرورت جس طرح پاخانہ کرنے کی حاجت ہوتی ہے' بندہ بلا رغبت فقط پیٹ خالی کرنے کیلئے پاخانے جاتا ہے اسی طرح کھانے کی حاجت بھی بلا رغبت و لذت فقط پیٹ بھرنے کی حد تک ہو کہ یہ دونوں امر بضرورت ہیں امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ مقدارِ حاجت سے زیادہ جو آدمی کے پاس آتا ہے وہ امتحان و ابتلا کیلئے ہوتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ دیکھے کہ وہ اس میں کیا کرتا ہے یہ بھی آپ کا فرمان ہے کہ مباح (جائز) چیزوں میں افراط سے کام لینا بھی دنیا پرستی ہے مباح سے لذت حاصل کرنے میں بہت خوف ہے اور یہ امر خوف الٰہی سے بہت دور ہے خوفِ الٰہی کا تقاضہ ہے کہ خطرے کی جگہ سے دوری اختیار کرے۔ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو چیز یادِ الٰہی سے روک دے وہ دنیا زشت (بُری) ہے اور جو چیز واصل بحق کر دے وہ مزرعۂ بہشت ہے۔

سورہ صف (61) کی آیت 14 میں حکم ہے کہ "اے ایمان والو! تم (تمام حالتوں میں اپنے اقوال و افعال اور جان و مال کو بروئے کار لا کر اطاعت، دعوت اور جہاد کے ذریعے) اللہ رب العزت کے مددگار بن جاؤ"۔ لہٰذا اس طرح اللہ رب

Marfat.com

العزت کے مددگار بننے کیلئے جو جو ہم نے بالواسطہ یا بلاواسطہ (کسب) کیا اور جو جو چیز اس عمل میں استعمال ہوئی وہ دنیا نہیں ہے باقی سب (دھوکہ دینے والی چیز) دنیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ آدمی کا حق صرف تین چیزوں میں ہے اوّل پشت سیدھی رکھنے کیلئے کھانا دوئم برہنگی چھپانے کیلئے کپڑا (لباس) سوئم پناہ لینے کیلئے گھر اور اگر اس سے زیادہ ہو تو حساب کی چیز ہے، دنیا کے حلال میں حساب ہے، حرام میں عذاب ہے اور شبہہ میں ضرر ہے یہ بھی آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ دنیا کو اہلِ دنیا کے پاس چھوڑ دو کہ جو کوئی اس کو اپنی حاجت سے زیادہ لے گا وہ اس کی ہلاکت کا باعث بنے گی فرمانِ رسول ﷺ ہے کہ فضول حلال سے بھی پرہیز کرو تاکہ حرام میں نہ پڑ جاؤ۔ بزرگان دین وسلف صالحین نے حلال کو اپنے اوپر حرام نہیں کیا بلکہ حرام میں پڑنے سے بچنے اور حساب کے خوف سے اجتناب کیا۔ حضرت اقبال کا دریا کو کوزے میں بند کرنے کا خوبصورت انداز ملاحظہ فرمائیں۔

یہ کافری تو نہیں کافری سے کم بھی نہیں
کہ مردِ حق ہو گرفتار حاضرو موجود
ہے وہی تیرے زمانے کا اِمامِ برحق
جو تجھے حاضرو موجود سے بیزار کرے

****

تو احرام انوار باندھے ہوئے
میں زرودوں کی دستار باندھے ہوئے
کعبۂ عشق تو میں تیرے چار سو
تو اثر میں دعا تو کجا من کجا

مظفر وارثی

Marfat.com

دنیا آخرت کی ضد اور اس کے مقابلہ میں بے حیثیت ہے

سورہ نساء(4) کی آیت 77 میں ہے کہ کہو دنیا کا سامان تو بہت قلیل ہے(کوئی حیثیت ہی نہیں خواہ جتنا بھی ہو)اور آخرت ہی بہتر ہے اس کیلئے جو تقویٰ اختیار کئے ہے۔سورہ توبہ(9) کی آیت 38 میں ہے کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے پسند کر لی حالانکہ دنیا کی زندگی کا سارا اسباب آخرت کے سامنے بہت قلیل ہے۔سورہ رعد(13) کی آیت 26 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کی روزی چاہتا ہے بڑھاتا اور گھٹاتا ہے(آزمائش کے طور پر نا کہ راضی یا ناراضی کی بنیاد پر)، یہ تو دنیا کی زندگی میں مست ہو گئے اور دولتِ دنیا پر اترا گئے حالانکہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں نہایت حقیر اور قلیل پونجی ہے یہ کہ چند دن کا برت لینا، مزے اُڑا لینا۔سورہ نحل(16) کی آیت 117 میں ہے کہ دنیا کی آسائش چند روزہ ہے جو باقی رہنے والی نہیں۔سورہ کہف(18) کی آیت 46 میں ہے کہ مال اور اولاد یہ جیتی دنیا کا سنگھار ہے(ایمان اور آخرت کا سنگھار نہیں ہے ان کے پیچھے نہ پڑو)اور اعمالِ آخرت باقی رہنے والی چیزیں ہیں ان کا اجر تمہارے رب کے پاس بہتر اور امید افزا ہے۔سورہ عنکبوت(29) کی آیت 64 میں ہے کہ دنیا کی یہ زندگی تو محض کھیل تماشا(گھڑی بھر کی لطف اندوزی اور پھر تھکاوٹ)ہے البتہ آخرت کے گھر کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے، کاش! یہ جانتے ہوتے(تو آخرت سے بے پرواہ ہو کر دنیا میں مگن نہ ہوتے اور اسے ترجیح نہ دیتے)۔سورہ نازعات(79) کی آیات 37 تا 39 میں ہے کہ وہ جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی(جی ہاں صرف ترجیح دینے پر)تو بے شک جہنم ہی اُس کا ٹھکانا ہے۔آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ ہمیشہ خلق پر سے اللہ تعالیٰ کے غضب دور کرتا رہتا ہے جب تک کہ لوگ دنیا کے معاملہ کو

Marfat.com

آخرت پر ترجیح نہیں دیتے۔ہم ذرا اپنے معمولاتِ زندگی کا جائزہ لیں کہ چوبیس گھنٹوں میں ہم اپنے کاموں سے کس کو ترجیح دے رہے ہیں، دنیا کو یا آخرت کو؟

اے مفادِ دنیا کے حصول کے راہی
مجھے نہیں معلوم اور کیا ہے گمراہی

سورہ روم (30) کی آیات 6 اور 7 میں ہے کہ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے یہ تو جانتے ہیں صرف سامنے کی ظاہرہ زندگی (ظاہرہ فوری نفع والی بات) اور وہ آخرت (پوشیدہ مگر دیرپا، پائیدار اور دائمی زندگی) سے بالکل بے خبر ہیں۔سورہ مومن (40) کی آیت 39 میں ہے کہ یہ دنیا کا جینا تو کچھ معانی ہی نہیں رکھتا یقین مانو ہمیشگی کا گھر تو آخرت ہی ہے۔جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیش تو بس آخرت کا عیش ہے۔دیکھیں! اِس بے معنی جینے اور اس کا عیش حاصل کرنے کیلئے ہم نے کس طرح سردھڑ کی بازی لگائی ہوئی ہے اور جان جوکھوں میں ڈالی ہوئی ہے۔سورہ زخرف (43) کی آیت 32 میں ہے کہ یہ لوگ جس مال و دولت کو سمیٹتے پھرتے ہیں اس سے آپ ﷺ کے رب کی رحمت بہت ہی بہتر ہے۔ سورہ آلِ عمران (3) کی آیات 14 اور 15 میں ہے کہ خوشنما بنا دی گئی ہے (آزمائش کے طور پر) لوگوں کیلئے محبت ان رغبتوں کی جو انہیں ہے عورتوں سے اور اولاد سے اور بڑے بڑے سونے چاندی (مال) کے ڈھیروں سے اور منتخب عمدہ گھوڑوں (قیمتی لگژریز گاڑیوں) سے اور مویشیوں (ڈیری فارمز) سے اور کھیت کھلیان (زرعی فارمز) سے لیکن یہ سب دنیاوی زندگی کا ساز و سامان ہے اور اللہ ہی کے پاس ہے بہترین ٹھکانہ،کہو کیا میں بتاؤں تم کو وہ چیز جو تمہاری اِن چیزوں (دنیاوی ساز و سامان) سے کہیں زیادہ بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے تقویٰ (ان چیزوں

Marfat.com

سے بچے) اختیار کیا ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہٗ بارگاہِ رسالتمآب ﷺ میں حاضرِ خدمت ہوئے، دیکھا تو آپ ﷺ کی کمر مبارک پر چٹائی کے نشان پڑے ہوئے ہیں، حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہٗ یہ دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا عمر! تجھے کس چیز نے آبدیدہ کر دیا؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے قیصر و کسریٰ یاد آ گئے کہ وہ تو دنیا میں ٹھاٹھ باٹھ سے شاہانہ زندگی بسر کریں اور آپ ﷺ افضل البشر ہونے کے باوجود یہ کیفیت! حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا عمر! ابھی تک شک میں ہو، ان لوگوں نے دنیاوی زندگی میں لذتیں اُٹھانے میں جلدی کی جبکہ ہمارے لئے اللہ جل شانہ نے اُخروی نعمتوں کا ذخیرہ جمع فرما رکھا ہے۔ حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے ساتھ محبت کی علامت آپ ﷺ کے طریق پر چلنے کی ہے، آپ ﷺ کے طریق سے محبت کا نشان آخرت کی محبت ہے، آخرت کے محبوب ہونے کی پہچان دنیا کا بغض ہے اور دنیا کے بغض کی علامت یہ ہے کہ اس میں سے بجز زادِ آخرت کے اور کچھ نہ لے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گھوڑوں کے علاج کرنے والے ماہر کی طرح لوگوں کو جانتا ہوں، ان میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے دنیا میں زُہد (بے رغبتی) اختیار کر رکھا ہے اور بدترین لوگ وہ ہیں جو ضرورت سے زیادہ دنیا کے حصول میں سرگرداں ہیں۔ حضرت فضیل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب برائی ایک کوٹھڑی میں بند کی اور اس کی کنجی محبت دنیا بنائی اور تمام خیر ایک کوٹھڑی میں بند کی اور اس کی کلید دنیا میں زُہد کو بنایا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں سلطنت زُہد ہی ہے اور اسی کے باعث سلطنت اُخروی ملتی ہے یہ بھی آپ کا فرمان ہے کہ محبت دنیا عین بغضِ الٰہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ زمین

Marfat.com

اور باغات مت لو یہ دنیا کی محبت کا باعث ہوگا۔ یہ بھی آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال کے طفیل دنیا بھی عطا کر دیتا ہے مگر اعمالِ دنیاوی کے ساتھ آخرت عطا نہیں کرتا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے عبادت اور تجارت کو جمع کرنے کا تجربہ کیا لیکن یہ دونوں جمع نہ ہو سکیں تو میں نے عبادت کو اختیار کیا اور تجارت کو چھوڑ دیا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا کے متعلق فکر کرنا عذاب اور حجاب ہے، آخرت کے متعلق فکر کرنا علم اور قلب کی حیات ہے۔ جیسا کہ سورہ ص (38) کی آیت 46 میں ہے کہ ہم نے انھیں (پیغمبروں کو) ایک خاص بات' آخرت کی فکر کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ یعنی فکرِ آخرت پیغمبرانہ وصف ہے۔

دنیا اور آخرت کو مترادف سمجھنے اور ان دونوں کو اکٹھا رکھنے کے داعی سورہ بقرہ (2) کی آیت 201 میں مذکور مشہور دُعا رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنیَا حَسَنَۃً سے ''دنیا'' اور ''دنیا کی حسنہ'' کے مفاہیم سے بے خبری کی بناء پر مغالطہ کھا گئے اور بالخصوص اس آیت سے پچھلی آیت 200 جس میں واضح طور پر ہے کہ دنیا مانگنے پر آخرت سے حصہ ختم ہو جاتا ہے کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اگر ان دونوں آیات 200 اور 201 کو ''دنیا'' (اعمالِ آخرت کمانے میں مدد کرنے والی مزرعۂ بہشت باقی دنیا زشت)، ''دنیا کی حسنہ'' (اجر و ثواب کے حامل اعمالِ آخرت) اور ''آخرت کی حسنہ'' (اعمالِ آخرت کی قبولیت) کے فرق کو سامنے رکھ کر پڑھیں تو بات واضح ہو جاتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا اور آخرت سوتن کی طرح ہیں ایک کو راضی رکھو گے تو دوسری ناراض ہو جائے گی یہ بھی آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن کے دل میں حب دنیا اور دین کا جمع ہونا اس طرح ناممکن ہے جس طرح کہ آگ

Marfat.com

اور پانی کا ایک جگہ پر جمع ہونا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے دنیا کو پسند کیا اس نے آخرت کا نقصان کیا اور جس نے آخرت کو پسند کیا اس نے دنیا کا نقصان کیا لہٰذا اس کو اختیار کرو جس کا نفع پائیدار اور دائمی ہے اور اس کو چھوڑ دو جو صرف چند روزہ ہے دنیا اللہ کی دشمن ہے وفا کا قاعدہ یہ ہے کہ جو کسی کو دوست رکھتا ہو وہ اپنے دوست کے دشمن کو بھی اپنا دشمن سمجھتا ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ جو شخص دنیا و آخرت کا ضد ہونا نہیں جانتا اور یہ کہ ان دونوں کا جمع کرنا ایک طمع بے سود ہے وہ تمام انبیاء کی شریعتوں سے ناواقف ہے۔ علامہ اقبال علیہ رحمۃ ہماری اس اُلجھن کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا　　اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں اُلجھا ایسا　　آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا

****

خوب ہے تجھ کو شعارِ صاحبِ یثرب کا پاس
کہہ رہی ہے زندگی تیری کہ تو مسلم نہیں
وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

(اقبالؒ)

Marfat.com

متاعِ دُنیا کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں

سورہ طٰہٰ (20) کی آیت 131 میں ہے کہ اے سننے والے! آپ ان چیزوں کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں جو ہم نے لوگوں کو اس دنیا کی زندگی میں آرائش کیلئے دی ہیں یہ تو ہم نے انھیں اس لیے دی ہیں کہ ہم انھیں ان کے ذریعے آزمالیں اور تیرے رب کا جو رزق (دین کی مدد کرنے کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانے پر آخرت کی عیش کا وعدہ) تجھے دیا ہوا ہے سب سے اچھا اور دائمی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تو اربابِ دنیا اور بناءِ وقت کو دیکھے کہ وہ دنیا کی زیب و زینت، اس کے جھوٹے جال اور فریب میں پھنسے ہیں بے وفا، عہد شکن، بظاہر خوشگوار، بباطن مکروہ، ناپسندیدہ، گناہ کی آماجگاہ یعنی دنیا ان کے مطمحِ نظر اور مقصود ہے تو ایسا خیال کر کہ کوئی شخص جائے ضرورت پر بیٹھا رفع حاجت کر رہا ہے اس کا ستر ننگا ہے ماحول میں غلاظت کی بو پھیل ہوئی ہے یقیناً ایسے شخص کو دیکھ کر تو اپنی نگاہیں نیچی کرلے گا اور بدبو سے بچنے کیلئے منہ ڈھانپ لے گا دنیا کو ایسی گندگی کی طرح ناپسند کر جب اس پر نظر پڑے تو اس کی زیب و زینت سے آنکھیں نیچی کر لے۔ سورہ حجر (15) کی آیت 88 میں ہے کہ اپنی آنکھ اُٹھا کر بھی ان چیزوں کو نہ دیکھیں جو ہم نے انہیں برتنے کیلئے دی ہیں (متاع دنیا) اور ان کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کھائیں اور مسلمانوں کو اپنی رحمت کے پروں میں لے لیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کی محبت ہی ہر خطا کی جڑ ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ چند لوگ قیامت میں ایسے آئیں گے جن کے اعمال پہاڑوں کی مانند ہوں گے مگر ان سب کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ لوگ نماز پڑھتے تھے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں نماز پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے اور

Marfat.com

شب بیداریاں کرتے تھے مگر دنیا کے مال ومتاع پر فریفتہ تھے۔ سورہ کہف (18) کی آیت 28 میں ہے کہ تمہاری آنکھیں انھیں (بیدار غریبوں کو) چھوڑ کر اوروں (غافل مال داروں) پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگھار چاہو گے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دنیاداروں کے مال کی طرف مت دیکھو ورنہ تمہارے ایمان کی حلاوت جاتی رہے گی۔

مال و دولت اور متاعِ دنیا رکھنے والے دنیا کے متوالے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی مثال دیتے وقت یہ بات بھول جاتے ہیں کہ مال و دولت، متاعِ دنیا اور سلطنت رکھنے پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو حساب وکتاب سے استثناء حاصل تھا جو کہ ہمیں بالکل نہیں ہے یہ غیر معمولی بات ہے جیسا کہ سورہ ص (38) کی آیت 39 میں ہے کہ "یہ ہے ہمارا عطیہ (تیری دُعا کے مطابق عظیم بادشاہی) اب جس کو تو چاہے دے، جسے چاہے نہ دے، تجھ سے ہم حساب بھی نہیں لیں گے"۔ سورہ نمل (27) کی آیات 35 تا 37 میں بیان ہے کہ ملکہ بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو مال سے آزمایا مگر آپ علیہ السلام نے اس کے مال کی طرف نگاہ بھی نہیں کی۔ آپ کی مال سے یہی بے رغبتی اور بے التفاتی ملکہ بلقیس کے ہاں آپ کی نبوت کا ثبوت و دلیل ثابت ہوئی۔ اللہ والوں کے نزدیک دنیا کے مال ومتاع کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اُن کا مدعا تو صرف اور صرف اللہ کے دین کی سرفرازی ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے۔ اسی لئے جیسا کہ سورہ ابراہیم (14) کی آیت 3 میں ہے کہ کافروں کو آخرت سے دنیا پیاری ہے۔ سورہ بقرہ (2) کی آیت 212 میں ہے کہ کافروں کیلئے دنیا کی زندگی خوب زینت دار (آسائشوں اور سہولتوں سے آراستہ) کردی گئی ہے۔ سورہ

Marfat.com

یونس (10) کی آیات 7 اور 8 میں ہے کہ ''وہ لوگ جو ہمارے پاس آنے کے یقین سے غفلت میں پڑے ہیں اور وہ دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہیں اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں اور جو لوگ ہماری باتوں سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے''۔ آج مسلمان بھی آخرت پر ایمان ہونے کے باوجود دنیا میں دل لگائے بیٹھے ہیں اور اسی لئے اس دنیاوی زندگی کی آسائشوں اور سہولتوں کیلئے کافروں کی طرح سرگرداں ہیں اور اپنے ہی اُن کی طرح جنت بنانے پہ تلے ہوئے ہیں۔

ہر کام میں ہے ہماری کافروں سے مشابہت
کیسے ہو منیر ہم پہ اللہ کی رحمت

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ دنیا خانہ بدوشوں کا گھر اور مفلسوں کا مال ہے، دنیا وہ جمع کرے جسے عقل نہ ہو، اس کی طلب میں کسی سے دشمنی وہ رکھے جو بے علم ہو، دنیا پر حسد وہ کرے جو دانائی سے بے خبر ہو اور دنیا طلبی وہ شخص کرے جس کا ایمان نہ ہو۔

عشقِ دنیا میں ہم تمہیں کیا بتائیں کس قدر فریب کھائے ہوئے ہیں
اِس نے برباد کی آخرت ہماری پھر بھی اِسی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں
شیطاں کی شکایت کیسی اس نے کیا۔ ہم پہ تلوار ہے چلائی
ڈال دی آخرت پسِ پشت ہم نے یہ بھی نہ سوچا کیوں خلق کئے ہوئے ہیں
نفس کے لالچ کی ہمیں خبر نہیں، قناعت کو جانتے ہم مگر نہیں
ریشم کے کیڑے کی طرح ہم خود کو ہلاکت میں ڈالے ہوئے ہیں
حرام چیزوں سے ہے بہت نفرت مگر حرام مال سے نہیں ذرا کراہت

Marfat.com

بلّی کو دیکھ کر کبوتر کی طرح ہم انجام سے بند آنکھیں کئے ہوئے ہیں
ہوسِ دنیا ہے یا کہ حلال کی طلب، بعد مرنے کے ہو گی اس کی خبر
بنی اسرائیل کی طرح ہم منیرؔ دولت کو بچھڑا بنائے ہوئے ہیں

****

دنیا مانگنے سے آخرت کھوٹی ہو جاتی ہے

اللہ رب العزت سے دنیا مانگنے پر بندے کا آخرت سے حصہ ختم ہو جاتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 18 میں ہے کہ جس کا ارادہ اس جلدی فوری فائدہ والی دنیا کا ہو اسے ہم یہاں جس کیلئے جس قدر چاہیں سرِ دست دے دیتے ہیں مگر اس کیلئے ہم جہنم مقرر کر دیتے ہیں جہاں وہ بُرے حالوں دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔ سورہ شوریٰ (42) کی آیت 20 میں ہے کہ جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کیلئے اس کی کھیتی بڑھائیں گے اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں جو اس کیلئے لکھ چھوڑا ہے دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیات 19 تا 21 میں ہے کہ اور جو آخرت چاہے اور آخرت کے اعمال کی کوشش کرے اور ہو ایمان والا تو اُنہی کی کوشش ٹھکانے لگی ہم سب کو مدد دیتے ہیں تمہارے رب کی عطا سے، ان کو بھی جو دنیا کے پیچھے ہیں اور ان کو بھی جو آخرت کیلئے سرگرداں ہیں اور تمہارے رب کی عطا پر روک نہیں دیکھو ہم نے ان میں ایک (آخرت چاہنے والے) کو دوسرے (دنیا چاہنے والے) پر کیسی بڑائی دی اور بے شک آخرت درجوں میں سب سے بڑی اور فضل میں سب سے اعلیٰ ہے۔ سورہ ھود (11) کی آیات 15 اور 16 میں ہے کہ جو دنیا کی زندگی اور آسائش چاہتا ہو اور اس کی ساری تگ و دو اسی کے لئے ہو تو ہم ایسوں کو ان کی محنت اور کاموں کا پورا پھل اسی دنیا میں دے دیں گے اور اس میں ذرا کمی نہ

Marfat.com

کریں گے (مگر) یہ ہیں وہ (بدنصیب) جن کے لئے آخرت میں کچھ نہیں مگر آگ، اکارت گیا جو کچھ وہاں کرتے تھے اور نابود ہوئے جو ان کے عمل تھے۔ سورہ کہف (18) کی آیات 103 اور 104 میں ہے کہ ”آپ ﷺ فرمائیں کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے بڑھ کر خسارے والے عمل کن کے ہیں، ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہوگئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں“۔ یعنی دنیا کے حصول کے لئے کیے ہوئے سب کام (کسب) برباد ہیں ان کا آخرت میں کچھ اجر نہیں۔ اللہ سے دنیا مانگنے پر آخرت سے حصہ ختم ہونے والی بات کی اہمیت کا اندازہ آپ اس امر سے لگائیں کہ دنیا مانگنے سے آپ کی تمام عبادات' نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج و عمرہ وغیرہ ختم ہو جاتی ہے یعنی اس بات کی اہمیت عبادت سے زیادہ ہے مگر ہمارا تو اس طرف دھیان ہی نہیں ہے حالانکہ یہ بڑی خوفناک اور قابل فکر بات ہے۔ ہم تو ہاتھ سینہ پہ باندھنے ہیں، ناف کے نیچے باندھنے ہیں، کھلے چھوڑنے ہیں، اونچی آمین کہنا ہے، آہستہ آمین کہنا ہے، رفع یدین کرنا ہے، نہیں کرنا ہے وغیرہ کے چکروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ معلوم ہی نہیں کہ دنیا مانگنے سے یہ سب کچھ بے معنی ہو جاتا ہے۔ دنیا مانگنے پر آخرت سے حصہ ختم ہونے والا معاملہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی مسلمان بھائی کو قصداً قتل کرنے والے قاتل (93:4) اور جادو کرنے کروانے والے شخص (102:2) کے تمام نیک اعمال نظر انداز کر کے اس کیلئے ہمیشہ کی جہنم واجب کردی جاتی ہے۔ کیا ہم پر یہ جاننا ضروری نہیں کہ آخر یہ دنیا کیا بلا ہے جس کا مانگنا اتنا بڑا جرم ہے؟ دنیا کیا ہے؟ ہر وہ چیز (جسم و جان، صحت و سلامتی، عقل و علم، مال و اولاد اور سب حلال و جائز چیزیں) جو اعمالِ آخرت کمانے اور دین کی مدد کرنے کیلئے ہماری معاون و مددگار نہیں ہیں، دنیا ہے۔ اعمال آخرت کمانے اور دین کی مدد کرنے

Marfat.com

کے لئے زندہ رہنا ضروری ہے لہٰذا دنیا کے بہتے ہو دریا سے اتنا ہی پانی (ضروریات زندگی بمع مال و دولت) لیں جو وضو (زندہ رہ کر عبادت کرنے) کیلئے کافی ہے بس یہ پانی اور اس پانی کو لینے کیلئے کیا جانے والا کسب دنیا نہیں ہے مگر خبردار! وضو کے پانی میں بھی اسراف (فضول خرچی) معتبر (ممکن) ہے خواہ آپ دریا یا نہر پر ہی وضو کیوں نا کر رہے ہوں۔ سورہ ھود (11) کی آیت 15 جس کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے سے بڑا ہی واضح یہ سبق بھی ملتا ہے کہ بندہ کو ہمیشہ اللہ رب العزت کے حضور یہ دعا کرتے رہنا چاہیے کہ وہ ہمارے اعمال کا پھل اس دنیا میں ہی کہیں نہ دے دے، چہ جائیکہ ہم اپنے اعمال کا پھل (بدل) اسی دنیا اور مفادِ دنیا کی صورت میں مانگیں؟ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عملِ آخرت (ہر وہ عمل جس پر بندہ آخرت میں اجر و ثواب کا امیدوار ہو مثلاً ذکر و اذکار، تسبیحات، نوافل، عبادات اور صدقہ و خیرات وغیرہ) کے عوض دنیاوی نفع کا ارادہ کرنا ریاء ہے کیونکہ علماء فرماتے ہیں کہ عمل میں مراد کا اعتبار ہوتا ہے۔ آپ کا یہ فرمان حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ عمل میں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کی بجائے مفادِ دنیا کے حصول کی وجہ سے اخلاص جاتا رہتا ہے، اخلاص کے بغیر عمل ریاء، نری مشقت، نامقبول اور برباد ہے۔ اسی سورہ ھود (11) کی انہی آیات 15 اور 16 سے یہ بھی واضح ہے کہ دنیا کی آسائشوں و زیبائشوں کے طلب گاروں کیلئے آخرت میں آگ ہے۔ آسائش و زیبائش، آرام و سکون اور بے فکری کی زندگی مومنوں کیلئے نہیں ہے بلکہ کافروں کیلئے ہے جیسا کہ سورہ بقرہ (2) کی آیت 212 میں ہے کہ کافروں کیلئے حیاتِ دنیاوی بڑی خوشنما اور زینت بخش بنا دی گئی ہے (سزا کے طور پر)۔ اس پر مزید کہ اللہ رب العزت کافروں کو خوشنما اور زینت بخش زندگی کیلئے مزید بھی بہت کچھ دینا چاہتا ہے مگر! جیسا کہ سورہ زخرف (43) کی

آیات 33 تا 35 میں ہے کہ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام لوگ ایک ہی طریق پر ہو جائیں گے تو ہم ضرور رحمٰن کے نافرمانوں کیلئے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں بناتے جن پر وہ چڑھتے اور ان کے گھروں کیلئے چاندی کے دروازے اور چاندی کے تخت بنا دیتے جس پر وہ تکیہ لگاتے اور سونے کی طرح طرح کی آرائش کا سامان مہیا کر دیتے اور یہ جو کچھ ہے اس دنیا (سریعتہ الزوال اور فانی) ہی کا اسباب ہے اور آخرت تو آپ ﷺ کے رب کے پاس صرف پرہیز گاروں کیلئے ہے۔ سورہ احزاب (33) کی دلوں کو ہلا دینے والی آیات 28 اور 29 پیشِ خدمت ہیں کہ "(مفہوم) اے نبی ﷺ اپنی بیویوں سے کہہ دیں کہ اگر تم دنیا کی زندگی کی زینت اور آرائش چاہتی ہو تو میں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تمہاری مراد اللہ اور اس کا رسول اور آخرت کا گھر ہے تو یقین مانو کہ تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے بہت زبردست اجر رکھ چھوڑے ہیں"۔ دنیا کی زینت اور آرائش کیلئے تھوڑا سا حلال (جی ہاں! ازواج مطہرات نے حضور ﷺ سے اپنے نان نفقہ میں تھوڑے سے حلال کے اضافہ کا ہی مطالبہ کیا تھا) حلال صرف طلب کرنے پر دیکھو اللہ و رسول ﷺ کا دامنِ رحمت ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے!۔

دنیا کی چاہت میں ہماری عقلوں پہ پردہ پڑ گیا
اس پردہ کی آڑ میں شیطان اپنا کام کر گیا
اعمالِ آخرت میں اجرِ دنیا داخل کر لیا
گویا ہم نے دودھ میں گندا پانی شامل کر لیا
عبادت کو ہماری منیر مفادِ دنیا نے گھیر لیا
ساری کی کرائی پہ ہم نے پانی پھیر لیا

Marfat.com

سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 145 میں ہے کہ "دنیا کی چاہت والوں کو ہم کچھ دنیا دے دیتے ہیں (مگر آخرت میں کچھ نہیں ملے گا) اور آخرت کا ثواب چاہنے والوں کو اُخروی نعمتیں تو ملیں گی ہی بلکہ ہم دنیا بھی دیں گے"۔ یہ دنیا کا ملنا بھی بلاحساب اور بلا کاست ہرگز نہیں ہے یعنی اس طرح جو دنیا ملی ہے یہ بھی آزمائش ہے جیسا کہ سورہ کہف (18) کی آیت 7 میں ہے کہ روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی رونق کا باعث بنادیا ہے تاکہ اس سے ہم زمین والوں کو آزمالیں کہ ان میں سے کون (ان چیزوں کے پیچھے پڑے بغیر) نیک اعمال کرنے والا ہے۔ اور سورہ قصص (28) کی آیت 61 میں ہے کہ کیا وہ شخص جس سے ہم نے (نیک اعمال کے بدلے آخرت کی بھلائی کا) نیک وعدہ کیا ہے جسے وہ قطعاً پا بھی لے گا اس شخص کی مثل ہوسکتا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کی ایسے ہی تھوڑی سی منفعت (دنیا کی منفعت جتنی بھی ہو تھوڑی ہی ہوتی ہے) دے دی (وہ اسے عزت اور فضل سمجھتے ہوئے اسی آزمائش میں گم ہو گیا اور لگا دنیاوی زندگی خوشنما بنانے) پھر بالآخر وہ قیامت کے روز (اسی دنیا اندوزی کی وجہ سے) پکڑا بندھا ہوا حاضر کیا جائے گا۔ کیونکہ سورہ حجر (15) کی آیات 92 اور 93 میں ہے کہ تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے جو کچھ یہ کرتے تھے اور سورہ تکاثر (102) کی آیت 8 میں ہے کہ پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کے بارے پوچھا جائے گا۔

سورہ بقر (2) کی آیات 200 اور 201 "دنیا" اور "دنیا کی حسنہ" کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے پڑھیں تو دنیا اور آخرت دونوں کو اکٹھا رکھنے والی مغالطے کی بات بالکل کلیر ہو جاتی ہے (مفہوم) بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور بعض لوگ وہ بھی

Marfat.com

ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا کی حسنہ (اعمال آخرت کرنے کی توفیق) عطا فرما اور آخرت کی حسنہ (ان اعمال کو شرف قبولیت) بھی عطا فرما اور دوزخ کی آگ سے بچا۔

جس سے رب روٹھ جائے اور آخرت چھوٹ جائے
ایسی چیز مانگنے سے منیر ہمیں اللہ بچائے

اللہ رب العزت سے کیا مانگنا ہے؟ دیکھئے قرآن سے کہ انبیاء علیہم السلام نے کس مقصد و نیت کے ساتھ کیا مانگا؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے بندوں کو اپنے سے مانگنے کیلئے بہت ساری دعائیں بتلائی ہیں' ہے ان میں کہیں ''دنیا'' مانگنے کا ذکر؟ قرآن کھولیے' ملاحظہ کیلئے کچھ حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔
101:12۔33:8۔55.23:7۔32:4۔147,8:3۔286,201,128:2۔7-1:1
۔74,66-65:25۔118:23۔114:20۔4,3:19۔41:14۔
۔19:47۔16-15:46۔6:41۔55,9-7:40۔19-18:27۔83:26
10:59 اور 20:73۔ (کولن سے پہلے سورت کا نمبر اور بعد میں آیات کا نمبر ہے)

****

اعمال کو برباد کردینے والی چیزیں!

سورہ حجرات (49) کی آیت 2 میں ہے کہ ''اے ایمان والو! نبی ﷺ کی آواز سے اپنی آوازوں کو اونچا نہ کرو اور نہ ہی ان سے ایسے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے سب اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو'' آپ ﷺ کے ترکِ ادب سے تمام نیکیوں کی بربادی یقینی ہے انسان کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا بربادی ہوگی کہ اس کا سب کچھ تباہ و برباد ہو

Marfat.com

جائے اور اسے پتہ بھی نہ چلے پس آپ ﷺ کے ترکِ ادب سے ہونے والی بربادی بربادیوں کی ماں ہے۔ مگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ ادب کی ابتداء فرماں برداری اور ترکِ ادب کی ابتداء نافرمانی سے ہوتی ہے۔

سورہ الماعون (107) کی آیات 4 اور 5 میں ہے کہ پس بربادی ہے ان نمازیوں کیلئے جو اپنی نماز (ریاکاری، نفس کی بڑائی اور بے توجہی سے بچنا، خشوع خضوع کا قائم ہونا اور نماز کی اصل یعنی نماز والی کیفیت کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے کو باقی معاملاتِ زندگی میں قائم رکھنے) سے غافل ہیں۔ سورہ محمد (47) کی آیت 33 میں ہے کہ اے ایمان والو! اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اچھے اعمال گناہ کر کے غارت نہ کرو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جان لیا کہ جو شر کو نہیں پہچانتا وہ خیر کو بھی نہیں جانتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور ﷺ سے پوچھا کرتے تھے کہ جو شخص ایسا ایسا نیک کام کرے اس کا کیا ثواب ہے یعنی اعمال اور ان کے فضائل کا حال پوچھتے اور میں پوچھا کرتا کہ یا رسول اللہ ﷺ فلاں فلاں اعمال کو کون سی چیز فاسد کر دیتی ہے۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دین کی اصل شر سے بچنا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ تمہارے واسطے خیر یہی ہے کہ شر سے باز رہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زیادہ نیکیاں اور زیادہ گناہ کرنے کی نسبت کم نیکیاں اور کم گناہ کرنا بہتر ہے۔ امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ ریا اور عجب یعنی اپنے متعلق نیک اور پارسا ہونے کا خیال اعمال کو برباد کر دیتا ہے اگر اپنے نیک اعمال کو محض اللہ کا فضل سمجھنے کی بجائے انہیں اپنا کمال تصور کرے تو خودستائی کے باعث وہ اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اگر باطن خراب ہو تو ظاہری اعمال بھی خراب ہوں گے۔

Marfat.com

سورہ کہف (18) کی آیات 103 اور 104 میں ہے کہ "آپ ﷺ فرما دیں کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے بڑھ کر خسارے والے عمل کن کے ہیں، ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہوگئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کررہے ہیں"۔ لہٰذا دنیا کے لئے کئے ہوئے سب کام برباد ہیں۔ دنیا کے بہتے ہوئے دریا سے اتنا ہی پانی (ضروریات زندگی) لیں جو وضو (زندہ رہ کر عبادت کرنے) کیلئے کافی ہے۔ بس یہ پانی اور اس کیلئے کیا ہوا کسب دنیا نہیں ہے اس کے علاوہ سب کچھ اور اس کے حصول کیلئے کیا ہوا کسب دنیا ہے جس کی مذمت کی گئی ہے۔ خبردار! وضو کے پانی میں بھی اسراف (فضول خرچی) معتبر ہے خواہ آپ دریا یا نہر پر ہی کیوں نا وضو کررہے ہوں۔ جب وضو میں ضرورت سے زائد پانی (حالانکہ وافر مقدار میں پائی جانے والی نعمت ہے) کا استعمال فضول خرچی کے ضمن میں آتا ہے تو دوسری ضروریاتِ زندگی میں ایسا کیوں نہ ہوگا؟ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 27 میں ہے کہ بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ سورہ انعام (6) کی آیت 141 میں ہے کہ "بے جا نہ خرچو بے شک بے جا خرچنے والے اسے پسند نہیں"۔ جو اللہ کو پسند نہیں اس کے ٹھکانے کی کوئی شک رہ جائے گی؟ ہمیں اپنی نام نہاد ضرورتوں اور اُن کو پورا کرنے کے لئے کئے جانے والے کاموں (کسب) کا بہر صورت حساب دینا ہوگا۔ سورہ نحل (16) کی آیت 93 میں ہے کہ تم سے ضرور تمہارے کام پوچھے جائیں گے۔

سورہ بقر (2) کی آیت 264 میں ہے کہ اے ایمان والو! مت ضائع (برباد) کرو اپنے صدقوں کو احسان جتلا کر اور دکھ پہنچا کر اس آدمی کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لئے، ایسا وہی شخص کرسکتا ہے جو ایمان نہیں

Marfat.com

رکھتا اللہ پر اور قیامت پر۔ سورہ نساء (4) کی آیت 38 میں ہے کہ وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لئے ان کا یہ عمل ظاہر کرتا ہے کہ وہ نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت پر (ان کا مصلاح کار شیطان ہے) اور وہ کتنا ہی بد نصیب شخص ہے جس کا مصلاح کار شیطان ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی امت کے معاملہ میں کسی چیز سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا ان کے چھوٹے شرک سے ڈرتا ہوں لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ "ریا" ہے۔ کسی نے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ریا کیا ہے؟ آپؒ نے بلا تامل فرمایا کہ ریا ایک فتنہ ہے جسے خواہش نفس نے علماء (لوگوں) کے دلوں کے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ ریا کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عمل آخرت (ہر وہ عمل جس پر بندہ آخرت میں اجر وثواب کا امیدوار ہو) کے عوض دنیاوی نفع کا ارادہ کرنا (کیونکہ عمل میں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے بجائے مفادِ دنیا کے حصول کی وجہ سے اخلاص جاتا رہتا ہے اور اخلاص کے بغیر عمل ریا ہے) آپ سے ایک سوال کیا گیا کہ ایک شخص اپنے عملِ خیر سے اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی نہیں بلکہ اپنے نفع اور فائدہ کا ارادہ کرتا ہے لوگوں سے کوئی ارادہ نہیں رکھتا یعنی اس کے دل میں یہ بات نہیں کہ اس عملِ خیر پر لوگ میری حمد وثنا کریں یا مجھے کوئی نفع پہنچائیں تو کیا اس قسم کا عمل بھی ریا کاری میں داخل ہے آپ نے جواب دیا کہ اس قسم کا عمل خالص ریاء کارانہ عمل ہے کیونکہ علماء فرماتے ہیں کہ عمل میں مراد کا اعتبار ہوتا ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ جب لوگوں پر کسی شخص کی کوئی نیکی ظاہر ہو اور وہ لوگ اس کے بارے میں بولیں یہ شخص بڑا نیک ہے اور اگر اس وقت دل کو خوشی و انبساط حاصل ہو (اپنی پارسائی کی جہت سے) پس یہی خوشی اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے باطن میں ریاء چھپا ہوا ہے مزید

فرماتے ہیں کہ جب ایک انسان اس بات میں تمیز کرے گا کہ اس کی عبادت کو جانور نے دیکھا ہے یا آدمی نے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ریاء سے خالی نہیں ہے امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ ریاء کا عملی علاج یہ ہے کہ انسان اپنی خیرات اور اطاعت کو اس طرح چھپائے جیسے کوئی اپنی برائیاں اور گناہ چھپاتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعمال خلوتوں (تنہائیوں) ہی میں ہوتے ہیں جلوتوں میں نہیں ہوتے ہیں بجز فرائض کے کہ ان کا ظاہر کرنا ضروری ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ پوشیدہ صحیح بن علانیہ فصیح بن جائے گا۔ حضرت ابراہیم ثمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں اپنے عمل کو چھپانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن پھر بھی لوگ اس پر مطلع ہو جاتے ہیں اس پر میں خوشی محسوس کرتا ہوں (کہ لوگوں کے اس پر عمل کی وجہ سے مجھے بھی اجر ملے گا) تو کیا اس پر مجھے اجر ملے گا؟ رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیرے لیے تو اس میں دو اجر ہیں ایک عمل کو خفیہ رکھنے کا اجر اور دوسرا عمل کے ظاہر ہو جانے کا اجر یعنی ایک تو خود اس کے عمل کرنے کا اجر اور دوسرا لوگوں کے اس عمل کی پیروی کی وجہ سے بھی اسے اجر سے مالا مال کیا جائے گا اگر یہ نیت نہ ہو کہ لوگ اس عمل کی پیروی کریں گے تو اس کے اجر کے ضائع ہو جانے کا خدشہ بہر صورت موجود ہے۔ علامہ اقبال نے ہمارے حال کی کیا خوبصورت عکاسی کی ہے۔

تو بھی ہے شیوۂ اربابِ ریا میں کامل
دل میں لندن کی ہوس، لب پہ ترے ذکرِ حجاز
اعمال شیشہ کی مانند ہوتے ہیں پیارے
ریاء وعجب سے منیر یہ ٹوٹ جاتے ہیں سارے

Marfat.com

خود پسندی وخودستائی

سورہ نجم (53) کی آیت 32 میں ہے کہ پس تم اپنی پاکیزگی آپ بیان نہ کرو وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔ سورہ حدید (57) کی آیت 23 میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اترانے والے شیخی خور کو پسند نہیں فرماتا۔ سورہ حجرات (49) کی آیت 16 میں ہے کہ کہہ دیجئے! کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری بتاتے ہو! سورہ نساء (4) کی آیت 36 میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے اور اپنی خوبیاں وکمالات بیان کرنے والے شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔ اسی سورہ کی آیت 49 میں ہے کہ کیا آپ ﷺ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جو اپنی پاکیزگی اور ستائش خود بیان کرتے ہیں (اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہیں) بلکہ یہ تو اللہ ہے جسے چاہے پاکباز بنادے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر تم گناہ نہ بھی کرو تب بھی مجھے تم سے ایک چیز کا خوف ہے جو معصیت سے بدتر ہے وہ ہے خود پسندی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ آدمی کب گنہگار ہوتا ہے آپ نے فرمایا جب وہ اپنے آپ کو نیکوکار سمجھے اور ایسا سمجھنا خود پسندی کی علامت ہے۔ حضرت مطرب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رات گزاروں اور صبح نادم وشرمندہ حالت میں اٹھوں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ میں کھڑا ہو کر رات گزاروں اور صبح خود پسندی کا شکار ہو جاؤں۔ حضرت مسروف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کیلئے اتنا ہی علم کافی ہے کہ وہ اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے اور کسی شخص کی جہالت کیلئے یہی دلیل کافی ہے کہ وہ اپنے اعمال پر خود پسندی کا شکار ہو۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خودستائی اور کفرانِ نعمت قربِ حق کی ضد ہیں اور راستہ سے روکنے والی چیزیں

Marfat.com

ہیں مزید فرماتے ہیں کہ خود پسندی، ریاء اور نفاق شیطان کے تیر ہیں جن کو وہ قلوب کی طرف پھینکتا ہے مزید فرماتے ہیں کہ دوسرے لوگوں کی زبان سے اپنی تعریف سننا اور مداح سرائی سے نفس کا لطف اندوز ہونا نفس کیلئے آفت ہے مزید فرماتے ہیں کہ نفس کا عیب تو اسی شخص کو نظر آتا ہے جو ہر حالت میں اپنے نفس کو مشتبہ سمجھتا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صدیقین اپنے سراہنے والے سے ناخوش اور مذمت کرنے والے سے خوش ہوتے ہیں مزید فرماتے ہیں کہ تعریف اور مذمت کو برابر سمجھنا کمال معرفت وحق شناسی کی نشانی ہے مزید فرماتے ہیں کہ بڑا احمق ہوگا وہ شخص جو اپنے بارے میں نیک گمان ہوگا اور ہوش مند ہوگا وہ جو اپنے بارے میں بدگمان رہے گا مزید فرماتے ہیں کہ اپنی تعریف میں منافق کی زبان بولتی ہے امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے ناداں ہیں کہ ایک چیز جو اپنی مِلک نہیں اس پر خود پسندی اور غرور کرتے ہیں جیسے طاقت وقوت، حسن و جمال اور نسب' ایسا غرور جہالت کی علامت ہے۔ جیسا کہ سورہ نساء (4) کی آیت 32 میں نصیحت کی جا رہی ہے کہ وہ وہبی خوبیاں (شکل وصورت، قد کاٹھ، رنگت، نقش نین، حسب نسب اور یہ بھی کہ عورت کا مرد بننے کی تمنا اور مرد کا عورت بننے کی تمنا) جن میں اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر برتری دی ہے کی تمنا نہ کیا کرو۔ امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ شہوات کے باعث زیادتی درجات کا چھن جانا عام سالکوں کے حق میں عذاب ہے اور خواص تو زیادتی درجات سے اسی وقت محجوب (پردے میں) ہو جاتے ہیں کہ صرف دعویٰ یا عجب کریں یا مبادی لطف میں سے ان پر جو ظاہر ہو اس کی طرف میلان کریں' فکرِ خفی اسی کا نام ہے، آپ مزید فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ اپنے نفس کو بُرا کہتے ہیں مگر واقع میں اسی مذمت سے گویا اپنی تعریف کرتے ہوتے ہیں کیونکہ صلحاء کا دستور ہے کہ اپنے آپ کو

Marfat.com

برا کہتے ہیں اور اپنے نفسوں کو حقیر جانتے ہیں لہٰذا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ ہمیں نیک بختوں کے مشابہ سمجھیں' تو ظاہر کلام مذمت پر مشتمل ہوگا اور باطن اور روح کلام مداح وثناء ٹھہرے گی' اس نظر سے نفس کو خلوت میں ہی برا کہنا اچھا ہے مجمع میں تو عین ریاء ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'دعویٰ' نفس کے تکبرات میں سے ایک تکبر ہے مزید فرماتے ہیں کہ جب کوئی کہے کہ میں کمال والا ہوں' میں ولایت والا ہوں تو یقین کرلیں کہ نہ وہ کمال والا ہے اور نہ ولایت والا ہے۔ حضرت رابعہ سے سوال کیا گیا کہ آپ کو اپنے کون سے عمل پر سب سے زیادہ امید ہے تو آپ نے فرمایا اس عمل پر کہ 'میں اپنے اعمال سے مایوس ہوں'۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے کہ مجھے اس امر کا کچھ ڈر نہیں ہے کہ سلاطین میری اہانت کریں گے بلکہ خوف اس امر سے ہے کہ وہ میری تکریم کریں تو میرا دل ان کی طرف مائل ہو جائے۔ حضرت فقیہ ثمر قندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو خود پسندی کو ریزہ ریزہ کرنا چاہتا ہو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ چار چیزوں کو اپنے اوپر لازم کرلے (۱) یہ کہ ہر کام کی توفیق من جانب اللہ جانے، جب من جانب اللہ جانے گا تو ہر نعمت پر شکرِ الٰہی میں مشغول ہوگا خود پسندی کا شکار نہ ہو پائے گا (۲) یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر نظر مرکوز رکھے اس سے شکر میں مشغولیت، عمل میں استقلال اور خود پسندی میں شکستگی نصیب ہوگی (۳) یہ خوف ہمہ وقت دامن گیر رہے کہ نا جانے میری عبادت قبول بھی ہوتی ہے یا عدم قبولیت کا شکار ہو جاتی ہے' جب ایسا خوف دامن گیر ہوگا تو خود پسندی سے چھٹکارا نصیب ہو جائے گا (۴) پہلے کیے ہوئے گناہوں پر نظر ڈالے رکھے' جب یہی خوف پیش نظر رہے کہ گناہ کہیں نیکیوں پر غالب نہ آجائیں تو یہ خطرہ بھی خود پسندی کو کم کردیتا ہے' آپ مزید فرماتے ہیں کہ اپنے عملوں پر کوئی آدمی خود پسند ہو بھی کیسے

Marfat.com

سکتا ہے کیونکہ کسی کے علم میں بھی یہ بات نہیں ہے کہ روزِ قیامت اس کے اعمال نامہ میں کیا درج ہوگا' خود پسندی اور اظہارِ خوشی تو اعمال نامہ پڑھنے کے بعد ہی ممکن ہو سکتی ہے۔ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خود پرست آدمی ابلیس کا ساتھی ہوتا ہے اور یقین جانیے کہ فقر کا دعویٰ کرنے والا اہل دوکان ہے' جو آدمی خود کو عارف باللہ مشہور کرتا ہے وہ محض لافزن ہے کہ عارف تو خاموش و گمنام رہ کر اپنے اللہ سے مناجات کرتا رہتا ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ اے باھو! راہِ بدنامی سلامت رہے کہ عاشق ہمیشہ ملامت ہی کے اندر سلامت رہتا ہے۔

فریدا کالے میڈے کپڑے کالا میڈا ویس
گناہاں بھری میں پھراں لوگ کہن درویش
چل بُھلیا اُتھے چلیے جتھے لوگ ہُون انے
نہ کوئی ساڈی قدر پچھانے نہ کوئی سانوں منے

****

اپنے اعمال کو کبھی بھی ستائش کی نظر سے نہ دیکھو!

سورہ انعام (6) کی آیت 43 میں ہے کہ "ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے کام ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے"۔ بُرے اعمال کو برا سمجھتے ہوئے نفرت تو کرنی ہی چاہیے بلکہ اپنے اچھے اعمال کو بھی ستائش کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے کیا معلوم وہ اچھا عمل ریاکاری کی نظر ہو گیا یا نفس کی بڑائی کی بھینٹ چڑھ گیا ہو اور شیطان ہمیں اُسے اچھا ہی کر کے دکھا رہا ہو' یہ شیطانی چال (تلبیس) ہے' علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ تلبیس کے معنی باطل کو حق بنا کر پیش کرنا ہوتا ہے۔ چونکہ نفس برائی کا بڑا حکم کرنے والا ہے (53:12) لہٰذا ہمیں اپنے تمام کاموں کو اس تناظر میں

Marfat.com

پرکھنے کی ازحد ضرورت ہے کہ کہیں ہم خواہش نفس کے تحت تو کام نہیں کر رہے؟ اسی سورہ کی آیت 108 میں ہے کہ ''ہم نے اسی طرح ہر طریق والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے'' لہٰذا اعمال پر کڑی نگرانی کی ضرورت ہے کہ کہیں قرآن وسنت کے خلاف اعمال تو ہمیں مرغوب نہیں ہو گئے؟ ابھی سے پتہ چلا لیں ورنہ انجام کار برا ہو گا۔ اسی سورہ کی آیت 122 میں ہے کہ ''یونہی کافروں کو ان کے اعمال خوش نما معلوم ہوا کرتے ہیں''۔ سورہ انفال (8) کی آیت 48 میں ہے کہ ''جب کہ شیطان نے انکی نگاہ میں ان کے کام بھلے کر دکھائے'' لہٰذا برے اعمال کو تو برا ہی سمجھو بلکہ اپنے اچھے اعمال کو بھی شک کی نظر سے دیکھو اور حقیر جانو اس کا فائدہ یہ ہو گا جیسا کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ اپنے اچھے اعمال کو عیب کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ برے اوصاف اسے زیادہ معیوب و بدترین دکھائی دیں مزید فرماتے ہیں کہ رحمت فعلِ خیر کے باعث ہوتی ہے اور فعلِ خیر کسی رغبت کی جہت سے ہے اور رغبت احوالِ صالحین کے ذکر و بیان کرنے سے ہے جو شخص صحابہ کرام، تابعین اور بزرگان دین کا حال جانے کہ انھوں نے عبادت کس طرح کی اور دنیا سے کیسے برکنار رہے تو وہ شخص اپنے نفس کو ہمیشہ ذلیل اور عبادت کو حقیر سمجھے گا اور جانے گا کہ میں نہایت قاصر ہوں اسی وجہ سے اپنی تکمیل میں ضرور کوشش کرتا رہے گا اور چاہے گا کہ ان اکابر کا اقتداء کامل طور پر نصیب ہو۔

سورہ یونس (10) کی آیت 12 میں ہے کہ یونہی حد سے بڑھنے والوں کو ان کے کام بھلے کر دکھائے ہیں۔ سورہ حجر (15) کی آیت 12 میں ہے کہ ایسے ہی ہم اس ہنسی مذاق کو ان مجرموں کے دلوں میں رچا دیتے ہیں۔ سورہ نحل (16) کی آیت 63 میں ہے کہ شیطان انسان کا دوست بن کر اس کے برے اعمال اس کی آنکھوں

Marfat.com

میں بھلے کر کے دکھاتا ہے (جو اس کے کہنے میں ہیں) ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ سورہ کہف (18) کی آیات 103&104 میں ہے کہ آپ ﷺ فرما دیجئے کیا ہم بتادیں کہ سب سے بڑھ کر خسارے والے عمل کن کے ہیں' ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہو گئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ سورہ نمل (27) کی آیات 4&5 میں ہے کہ ہم نے ان کے کرتوت ان کی نگاہوں میں بھلے کر کے دکھائے ہیں تو وہ انہی میں بھٹک رہے ہیں یہ وہ ہیں جن کیلئے برا عذاب ہے اور یہی آخرت میں سب سے بڑھ کر نقصان اُٹھانے والے ہیں۔ اسی سورہ کی آیت 24 میں ہے کہ شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہوں میں سنوار کر ان کو سیدھی راہ سے روک دیا تو وہ راہ نہیں پاتے۔ سورہ عنکبوت (29) کی آیت 38 میں ہے کہ "شیطان نے انھیں ان کی بداعمالیاں ان کی نگاہوں میں آراستہ کر دکھائی تھیں اور انھیں سیدھی راہ سے روک دیا تھا باوجودیکہ یہ آنکھوں والے ہوشیار سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگ تھے" بندے کو اپنے اچھے اعمال ہمیشہ عیب دار دیکھنے چاہیے چہ جائیکہ اپنے برے اعمال کو اچھا دیکھے اور ان سے صرفِ نظر کرے یہ بدبختی کی علامت ہے اور سیدھے رستے سے بہکا دینے کا سبب ہے جس کا نتیجہ ذلت و رسوائی ہے' اچھے اعمال کو عیب دار دیکھنے سے ایک تو اعمال کو مزید اچھا کرنے کی گنجائش نکلتی ہے اور خشوع و خضوع میں اضافہ ہوتا ہے دوسرا دل میں غرور پیدا نہیں ہوتا تیسرا یہ کہ جب بندہ کو اپنے اچھے اعمال ہی عیب دار نظر آئیں گے تو عیب والے یعنی برے اعمال اور زیادہ برے لگنے لگیں گے' انسان کو کبھی بھی اپنے نیک اعمال پر قناعت نہیں کرنی چاہیے اور مطمئن ہو کر نہیں بیٹھنا چاہیے' بندہ نہ اپنے اعمال کے معیار پر مطمئن ہو اور نہ ہی مقدار پر' اپنے اعمال کو کم اور کمتر سمجھتے ہوئے بندہ کو معیار اور مقدار (کوالٹی اور کوانٹی

ئی) دونوں میں حریص ہونا چاہیے ایسے ترقی پذیر نفس کو نفس لوامہ کہتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے یوں قسم کھائی ہے جیسا کہ سورہ القیامہ (75) کی آیت 2 میں ہے کہ قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرنے والا ہے۔

سورہ روم (30) کی آیت 32 میں ہے کہ (مشرکوں کی طرح نہ ہو جانا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہو گئے گروہ گروہ، ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اسی پر خوش اور مگن ہے۔ سورہ حم السجدہ (41) کی آیت 25 میں ہے کہ ہم نے ان (دوزخیوں) کے کچھ ہم نشین مقرر کر رکھے تھے جنہوں نے ان کے اعمال ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا رکھے تھے۔ سورہ زخرف (43) کی آیات 36 اور 37 میں ہے کہ "جو رحمٰن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی (صلاح کار) رہتا ہے اور وہ انھیں راہ سے روکتے ہیں اور یہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا کہے گا کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی تو بہت برا ساتھی ہے"۔ شیطان کی بندے کو ہدایت یافتہ دکھانے کی ابتداء رحمٰن کی یاد سے غفلت برتنے سے شروع ہوتی ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل غفلت کیلئے بڑی مصیبت یہ ہے کہ وہ اپنے عیوب سے جاہل ہوتے ہیں۔ سورہ محمد (47) کی آیت 14 میں ہے کہ "تو کیا جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اس جیسا ہوگا جس کے برے اعمال اس اچھے دکھائی دیں اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلے"۔ ریاء اور نفس کی بڑائی (خودستائی وخودنمائی) سے پُر اپنے اعمال اگر انسان کو اچھے لگنے شروع ہو جائیں تو یہ بڑے خطرے کی بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطا

فرما دیتا ہے اوراس کو اس کے نفس کے عیوب دکھلا دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ گناہ پر ندامت گناہ کو مٹا دیتی ہے' نیکی پر غرور نیکی کو تباہ کر دیتا ہے۔

خود پسندی، خود نمائی، خود ستائی
باطن کے اندر شیطاں کی یہ صف آرائی
انھیں تو منیرؔ ہم سمجھتے ہی نہیں برائی
بربادی ہے' شیطانی چالوں سے لا پروائی

****

بندہ کی پسند و ناپسند کی حیثیت

یہ ضروری نہیں ہے کہ جو چیز بندے کو پسند ہو وہ اس کیلئے بہتر ہو اور جو چیز ناپسند ہو وہ اس کے لئے بری ہو جیسا کہ سورہ بقرہ (2) کی آیت 216 میں ہے کہ ہوسکتا ہے کہ تم ناپسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم پسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔ سورہ نساء (4) کی آیت 19 میں ہے کہ زندگی بسر کرو اپنی بیویوں کے ساتھ عمدگی سے، پھر اگر تم ناپسند کرو انہیں تو صبر کرو شاید تم ناپسند کرو کسی چیز کو اور رکھ دی ہو اللہ تعالیٰ نے اس میں تمہارے لئے خیر کثیر۔ سورہ مائدہ (5) آیت 100 میں ہے کہ آپ ﷺ فرما دیں کہ گندا (گناہوں سے لتھڑا ہوا) اور ستھرا (گناہوں سے پاک) برابر نہیں اگرچہ تجھے گندے کی کثرت بھائے تو اللہ سے ڈرتے رہو اے عقل والوں تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اسی طرح بندہ دنیا اور دنیا کا مال پسند کرتا ہے جبکہ بغیر کسی شک وشبہ کے، یقینی طور پر یہ اس کے حق میں برا ہے۔ سورہ القیامہ (75) کی آیات 20 اور 21 میں ہے کہ نہیں نہیں تم قریب کے فائدے اور جلدی ملنے والی دنیا کی محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔ سورہ

Marfat.com

العادیات (100) کی آیت 8 میں ہے کہ بے شک انسان کو مال کی بڑی شدید چاہت ہے۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت دنیا عین بغض الٰہی ہے۔ سورہ انفال (8) کی آیت 67 میں ہے کہ تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت کے اعمال چاہتا ہے۔ سورہ تکاثر (102) کی آیات 1 تا 6 میں ہے کہ ایک دوسرے سے بڑھ کر مال کی کثرت رکھنے کی طلب کی وجہ سے تم (اللہ، آخرت اور مال جمع کرنے کے انجام سے) غفلت میں پڑے رہے جہاں تک کہ اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے محنت کرتے کرتے تم قبروں تک جا پہنچے، ہاں ہاں اس بات کا نتیجہ تم بہت جلد جان جاؤ گے تمہیں پھر خبردار کیا جاتا ہے کہ اس بات کا نتیجہ تم بہت جلد جان جاؤ گے، ہاں ہاں اگر تمہیں اللہ کی باتوں پر ذرا یقین ہوتا تو تم اس طرح حرص مال میں مبتلا ہو کر غفلت کے مرتکب نہ ہوتے، تمہاری یہ روش بتا رہی ہے کہ بے شک تم ضرور جہنم دیکھو گے۔ سورہ معارج (70) کی آیات 16 تا 18 میں ہے کہ کھال اتار لینے والی بلا رہی ہے اس کو جس نے پیٹھ دی اور منہ پھیرا اور مال جمع کر کے سنبھال رکھتا ہے۔ سورہ ہمزۃ (104) کی آیات 1 تا 4 میں ہے کہ بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لئے جو دوسروں کے عیب ٹٹولنے والا اور غیبت کرنے والا ہے اور جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسی طرح اس کے پاس رہے گا اور وہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا ہرگز نہیں، یہ ضرور بالضرور توڑ پھوڑ کر روند دینے والی آگ میں اس کے ساتھ پھینک دیا جائے گا۔ سورہ توبہ (9) کی آیات 34 اور 35 میں ہے کہ وہ جو جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی، جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں، یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لیے

Marfat.com

جوڑ رکھا تھا اب چکھو مزہ اس جوڑنے کا (زکوٰۃ دے کر بقایا مال جمع کرنے کا جواز کہاں سے مل گیا؟ یہاں تو مطلق مال جمع کرنے کا ذکر ہے یہاں تو حلال و حرام کا مسئلہ ہی نہیں دوٹوک بات ہے، زکوٰۃ دے کر بقایا مال جمع کرنے کا تصور بھی سرمایہ دارانہ سوچ کا ہی مظہر ہے)۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ ایمان دار کو دنیا سے بچاتا ہے باوجودیکہ بندہ اس کو پسند کرتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حقائق اشیا کا علم اللہ تعالیٰ نے تجھ سے اُٹھالیا ہے اور تیرے لیے اسے محجوب بنادیا ہے اس لیے چیزوں کے بارے میں پسند و ناپسند کو معیار بنا کر بے ادبی نہ کر، آپ مزید فرماتے ہیں کہ جملہ اقوال و افعال میں تیرا دنیا کو اصلی حالت پر دیکھنا متقدمین کا اتباع کرنے ہی سے صحیح ہوسکتا ہے، آپ مزید فرماتے ہیں کہ بسا اوقات تو اس سے فراخیٔ معاش کا طالب ہوتا ہے اور کیا عجب کہ وہ تیرے لئے فتنہ ہو اور تجھے علم نہ ہو، مزید فرماتے ہیں کہ وہ رزق کی وسعت جس پر شکر نہ ہو فتنہ ہے اور معاش کی تنگی بھی جس پر صبر نہ ہو فتنہ ہے لہٰذا اپنے افلاس پر راضی رہ کہ تیرا اس پر راضی رہنا ہی اصل تونگری ہے۔ پیران پیر مزید فرماتے ہیں کہ اے فقیر تو غنی بننے کی تمنا مت کر، کیا عجب کہ وہ تیری بربادی کا سبب ہو اور اے مبتلائے مرض تو تندرستی کی آرزو مت کر کہ شاید وہ تیری ہلاکت کا سبب ہو، صاحب عقل بن۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تھوڑا مال جو تجھے کافی ہو بہت مال سے بہتر ہے جو تجھے سرکش بنادے، مزید فرماتے ہیں جتنی نعمتیں دنیاوی ہیں وہ نعمت والے کے حق میں مصیبت ہو سکتی ہیں اور جتنے مصائب دنیا میں ہیں وہ بھی اہل مصائب کے حال کے اعتبار سے نعمت ہوسکتے ہیں مثلاً کچھ آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ فقر و مرض ہی ان کو محبوب ہوتے ہیں یہ دونوں چیزیں اگرچہ مصیبت ہیں مگر ان کے حق میں نعمت ہیں اس وجہ سے کہ اگر مال

Marfat.com

بہت ہوتا اور بدن تندرست رہتا تو اکثر سرکشی اختیار کرتے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

ممکن ہے تو جس کو سمجھتا ہے بہاراں
اوروں کی نگاہوں میں وہ موسم ہو خزاں کا
تو جس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا
شاید کہ زمیں ہے یہ کسی اور جہاں کی

****

آزمائشیں کیوں آتی ہیں!

مصائب، تکالیف، تنگدستی اور بیماریوں وغیرہ کی صورت میں آنے والی آزمائشیں بندہ کے مزاج پر بڑی ناگوار گزرتی ہیں بندہ یہ چاہتا ہے کہ یہ کبھی نہ آئیں جو لوگ آزمائش وغیرہ میں مبتلا نہیں ہوتے بندہ ان کو بڑی حسد یا رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو لوگ آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں ان کے بارے میں ہم یہ گمان بھی کرتے ہیں کہ شاید وہ کسی پکڑ میں گرفتار ہیں یا شاید اللہ ان سے ناراض ہے حالانکہ یہ ضروری نہیں ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑے تو اللہ ان سے کوئی ناراض نہیں تھا حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں گرائے گئے یا جیل میں ڈالے گئے تو اللہ ان سے کوئی ناراض نہیں تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے، بیٹے کی قربانی کا معاملہ اور بھی سخت امتحان ہوئے تو اللہ ان سے کوئی ناراض نہیں تھا تمام انبیاء کرام علیہم السلام سخت آزمائشوں میں ڈالے گئے حتیٰ کہ بہت سے انبیاء شہید کر دیئے گئے تو کیا اللہ کریم ان سے ناراض تھا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ جبکہ دوسری طرف، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرعون کی چار سو سالہ زندگی میں اسے نہ کبھی بخار ہوا اور نہ درد سر لاحق ہوا اگر وہ ایک ساعت کیلئے بھی درد سر

Marfat.com

میں مبتلا ہو جاتا تو اس سے یہ قصور اور بے ادبی سرزد نہ ہوتی لہٰذا آزمائشیں کیوں نہ آئیں؟ ہاں آزمائشوں پر بندے کے ردِعمل سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اللہ بندے پر ناراض ہے یا راضی۔ آئیں اس روزمرہ کے اہم موضوع کا قرآن کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں۔ سورہ عنکبوت (29) کی آیات 2 اور 3 میں ہے کہ کیا لوگ اس گمان میں ہیں کہ اتنی بات پر ہی چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی؟ اور بے شک ہم نے ان سے پہلوں کو بھی خوب جانچا تو ضرور اللہ سچوں اور جھوٹوں کو دیکھے گا۔ سورہ محمد (47) کی آیت 31 میں ہے کہ اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے یہاں تک کہ دیکھ لیں تمہارے جہاد کرنے والوں کو اور صابروں کو اور ہم تمہاری (ایمان کی) حالتوں (اطاعت، اخلاص، رضا، صبر اور شکر) کی بھی جانچ کریں گے۔ سورہ بقرہ (2) کی آیت 214 میں ہے کہ کیا تم یہ گمان کئے بیٹھو ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے پکار اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سورہ احزاب (33) کی آیات 10 اور 11 میں ہے کہ (جنگ احزاب میں) جب کافر تم پر آئے تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور جبکہ ٹھٹک کر رہ گئیں نگاہیں اور دل گلوں کے پاس آگئے اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے (امید و یاس کے) یہ وہ جگہ تھی کہ مسلمانوں کی سخت جانچ ہوئی اور خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔ صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پاک جماعت اور خود آقائے دو جہاں ﷺ ان میں موجود پھر اتنی بڑی آزمائش، ہم کس گمان میں ہیں؟ ان آیات مبارکہ سے اس غلط فہمی کا بھی ازالہ ہوگیا کہ اسلام کے دامن میں پناہ لینے سے بندہ مصائب و تکالیف سے بچ نہیں جاتا مگر ان

Marfat.com

مصائب و تکالیف سے بچاؤ کیلئے اسلام نے ایک مضبوط ڈھال دے دی یعنی صبر۔ سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہشت کو مصائب و مشکلات سے وابستہ کر دیا ہے اور جہنم کو خواہشات سے۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو ارشاد فرمایا کہ بیٹے! سونے کا آگ سے اور ایماندار کا مصیبت سے امتحان ہوتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ بندۂ مومن کو اس کے ایمان کے مطابق آزمائش میں ڈالتا ہے جس شخص کا ایمان زیادہ قوی ہے اس کی آزمائش بھی اتنی ہی بڑی ہوتی ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ مصیبتیں جھیلے بغیر جنت نہیں ہے قربِ حق کا تو پوچھنا ہی کیا! سورہ آل عمران (3) کی آیت 186 میں ہے کہ تم آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اور پھر اس آزمائش پر اذیت دینے والی باتیں سنو گے اور اگر تم ان دل آزاریوں پر صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ سورہ بقرہ (2) کی آیات 155 تا 157 میں ہے کہ اس جہادِ زندگانی میں ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے خوف سے، بھوک سے، کاروبار اور مال کے نقصان سے، اولاد و قریبی عزیز و اقارب کے مرنے سے اور کھیتی و باغات کے اجڑنے سے اور خوشخبری سنایئے ان صبر کرنے والوں کو جبکہ پہنچی انہیں کوئی مصیبت تو کہتے ہیں بے شک ہم اور ہمارا سب کچھ تو اللہ ہی کا ہے اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں یہی وہ خوش نصیب گروہ ہے جن پر ان کے رب کی طرف سے طرح طرح کی نوازشیں ہیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ سیدھی راہ پر ثابت قدم ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ بہشت کے بہت سے درجے ہیں اور بندہ اپنی کوشش سے ان تک نہ پہنچ سکے گا تو حق تعالیٰ اس کو بلا میں مبتلا کر کے اس مقام تک پہنچا دے گا۔ یہ بھی آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ دنیا میں عافیت سے رہنے والے لوگ جب قیامت میں

Marfat.com

مصیبت میں گرفتار رہنے والے لوگوں کے بڑے بڑے درجے دیکھیں گے تو خواہش کریں گے کہ کاش دنیا میں ان کا گوشت نہرنی سے کتر ڈالا گیا ہوتا۔ حدیث قدسی ہے کہ جب میں اپنے بندے کے بدن، مال یا اولاد میں مصیبت بھیجتا ہوں اور وہ اسے صبرِ جمیل سے برداشت کرتا ہے تو قیامت میں مجھے شرم آتی ہے کہ اس کیلئے ترازو کھڑی کروں یا نامہ اعمال پھیلاؤں۔ مصیبت میں مومن کے ردِ عمل کو حضرت اقبال نے کس خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

طریق اہل دنیا ہے گلہ شکوہ زمانے کا
نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شانِ درویشی

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندہ تو آزمائش ہی کے وقت ظاہر ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلائیں آئیں اگر تیری حالت میں تغیر آ گیا تو جھوٹ کھل گیا اور محبت کا دعویٰ ٹوٹ گیا اللہ اور رسول ﷺ کی محبت بلا اور فقر کے ساتھ ملی ہوئی ہے بلا اور فقر پر جمے رہنے کو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی محبت کیلئے علامت بنا دیا گیا ہے' بلا و مصیبت ولایت پر تعینات کر دی گئی ہے تا کہ ہر کوئی دعویٰ ولایت نہ کر سکے (جیسا کہ آجکل ہو رہا ہے)۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ اہل اللہ تمنائیں کرتے ہیں کہ تکالیف خداوندی سے کبھی خالی نہ رہیں وہ جانتے ہیں کہ اس کی تکلیف اور اس کی قضا و قدر پر صابر رہنے میں دنیا و آخرت کی بہت بھلائی ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بلائیں اولیاء اللہ کا لباس ہیں، صوفیاء کے لئے جھولا ہیں اور انبیاء کے لئے غذا ہیں۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں بعض لوگوں کی یہ نوبت ہوگئی ہے کہ وہ کہتے ہیں مصیبت اور نعمت میں ہم کچھ فرق نہیں کرتے کیونکہ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے (آزمائش کے لئے

Marfat.com

) پیدا فرمایا ہے۔ علامہ اقبال نظم "بلال" میں فرماتے ہیں۔

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں

ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبین خداوندی کو جو اس کی مخلوق میں منتخب ہیں بدنی تکلیفوں میں بڑا مزہ آتا ہے بلا، آفات، امراض اور تکالیف سے اللہ تبارک وتعالیٰ تم کو جگاتا ہے تاکہ تم اس کے طالب بنو۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب گناہوں سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان دنیا میں ایسا دل لگائے کہ اسے بہشت سمجھ لے مگر جس کو دنیا میں مصیبت میں گرفتار کیا جاتا ہے اس کا دل دنیا سے بیزار ہو جاتا ہے دنیا اس کے لئے قید خانہ بن جاتی ہے لہٰذا وہ مصیبت جو دنیا سے بیزاری کا سبب بنے وہ مصیبت نہیں رحمت ہے کوئی بلا ایسی نہیں ہے جس میں حق تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نہ ہو۔ سورہ زخرف (43) کی آیت 48 میں ہے کہ اور ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا کہ وہ باز آئیں۔ سورہ اعراف (7) کی آیت 168 میں ہے کہ اور ہم نے انہیں خوشحالیوں اور بدحالیوں سے آزمایا کہ کسی طرح وہ باز آ کر میری طرف رجوع لائیں۔ سورہ انعام (6) کی آیات 42 اور 43 میں ہے کہ تو انہیں سختی اور تکلیف سے پکڑا کہ وہ کسی طرح گڑگڑائیں (توبہ کریں) تو کیوں نہ ہوا کہ جب ان پر ہماری سزا آئی تو گڑگڑائے ہوتے لیکن ان کے دل سخت ہو گئے (جیسے ہمارے ہو گئے ہیں)۔ سورہ مومنون (23) کی آیات 75 تا 77 میں ہے کہ "اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور ان کی تکلیفیں دور کر دیں تو یہ تو اپنی سرکشی میں جم کر اور بھٹکنے لگیں گے اور ہم نے انہیں (ہلکے) عذاب میں بھی پکڑا پھر بھی یہ لوگ نہ تو اپنے پروردگار کے سامنے جھکے اور نہ ہی عاجزی (گڑگڑانا) اختیار کی یہاں

Marfat.com

تک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تو اس میں نا امید و مایوس پڑے ہیں اب مدد نہیں کیے جائیں گے"۔ ہم کس قدر پریشانیوں اور خوفوں کے عذاب میں مبتلا ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نہ مان کر بلکہ اعلانیہ خلاف ورزیاں کر کے ان کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ نہ زاری نہ انکساری۔ کب اس کی طرف پلٹیں گے؟ جب موت (سخت عذاب) کے آنے پر توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ ہمارا اسے یاد کرنے کا حال ایسا ہے جیسا کہ سورہ یونس (10) کی آیات 12 اور 13 میں ہے کہ جب آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے لیٹے بھی، بیٹھے بھی اور کھڑے بھی پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو ہمیں ایسے بھلا دیتا ہے گویا کبھی کسی تکلیف پہنچنے پر ہمیں پکارا ہی نہ تھا یونہی حد سے بڑھنے والوں کو ان کے کام بھلے کر دکھائے ہیں اور بے شک ہم نے تم سے پہلی سنگتیں ہلاک کر دیں جب وہ حد سے بڑھے۔ قرآن ہمارے غلط تصورات کا کچھ اس طرح پردہ چاک کرتا ہے جیسا کہ سورہ ہود (11) کی آیت 10 میں ہے کہ اور اگر ہم انسان کو کوئی نعمت چکھائیں اس مصیبت و سختی کے بعد جو اسے پہنچ چکی تھی (یعنی مصیبت دور فرما دیں) تو وہ (بجائے رجوع لانے اور نافرمانیوں سے باز آنے کے) کہنے لگتا ہے کہ بس مجھ سے برائیاں جاتی رہیں یقیناً وہ بڑا ہی اترانے والا شیخی خورہ ہے۔ سورہ زمر (39) کی آیت 49 میں ہے کہ انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت (مصیبت کو دور کرنے کا سبب) عطا فرما دیں تو کہنے لگتا ہے کہ (اس میں اللہ کا کیا احسان؟) یہ تو میری اپنی دانائی و علم و ہنر کا نتیجہ ہے (ہرگز نہیں) بلکہ یہ تو آزمائش ہے (آیا کہ تو اللہ کی دی ہوئی نعمت کو اس کی فرماں برداری اور دین کی مدد کیلئے کام میں لا کر شکر کرتا ہے یا کفران نعمت) لیکن ان میں سے اکثر لوگ اس بات سے بے علم

Marfat.com

ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کبھی انسان خود کردہ جرائم اور نافرمانیوں کی سزا میں مبتلا ہو جاتا ہے، کبھی گناہوں کی آلودگیوں کو مٹانے اور صاف کرنے کے لئے آزمائش میں ڈالا جاتا ہے اور کبھی اسے یہ تکالیف بلند مقامات کے حصول کے لئے دی جاتی ہیں۔ مزید فرماتے ہیں مصیبت کے وقت صبر نہ کرنا، گھبرانا اور شکوہ شکایت کرنا عذاب اور سزا کے طور پر مبتلائے بلا ہونے کی علامت ہے مصیبت کے وقت صبر جمیل کرنا، شکوہ شکایت زبان پر نہ لانا، گناہوں سے پاک وصاف کرنے کے لئے مبتلائے بلا ہونے کی علامت ہے مصیبت کے وقت ارادہ الٰہی کے ساتھ رضا مندی وموافقت کرنا اور تقدیر ربی میں نفس کا سکون واطمینان حاصل کرنا بلندئی مراتب کیلئے آزمائش میں مبتلا ہونے کی علامت ہے۔ خلاصہ اور مورل کے طور پر حضرت علامہ اقبال کے چند اشعار:

حادثاتِ غم سے ہے انساں کی فطرت کو کمال
غازہ ہے آئینہ دل کیلئے گردِ ملال
غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطفِ خواب سے
ساز یہ بیدار ہوتا اسی مضراب سے
جس کا جامِ دل شکستِ غم سے ہے نا آشنا
جو سدا مستِ شرابِ عیش و عشرت ہی رہا
ہاتھ جس گلچیں کا ہے محفوظ نوکِ خار سے
عشق جس کا بے خبر ہے ہجر کے آزار سے
کلفتِ غم گرچہ اس کے روز و شب سے دور ہے
زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے

Marfat.com

اے کہ تعلیم دہر کا ادراک ہے حاصل تجھے
کیوں نہ آساں ہو غم واندوہ کی منزل تجھے

****

مصیبت بندے کے اپنے ہی ہاتھوں کا کیا دھرا ہوتی ہے

سورہ الشوریٰ (42) کی آیت 30 میں ہے کہ اور تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے حالانکہ بہت کچھ تو وہ معاف فرما دیتا ہے۔ سورہ نساء (4) کی آیت 79 میں ہے جو پہنچے آپ کو بھلائی سو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو پہنچے آپ کو دکھ، تکلیف اور تنگی سو وہ آپ کی اپنی کوتاہیوں، غفلتوں اور شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے۔ سورہ نحل (16) کی آیت 112 میں ہے کہ اور اللہ رب العزت نے کہاوت بیان فرمائی ہے ایک بستی کی کہ وہ امان واطمینان سے تھی ہر طرف سے اس کی روزی کثرت سے آتی تھی تو وہ اللہ کی نعمتوں کی (اعمال آخرت کمانے اور دین کی مدد کی بجائے نعمتوں کو مفادِ دنیا کے حصول کیلئے استعمال کر کے) ناشکری کرنے لگی تو اللہ نے اسے یہ سزا چکھائی کہ بھوک اور ڈر کو ان پر مسلط کر دیا بدلہ ان کے کیے کا۔ سورہ اعراف (7) کی آیت 165 میں ہے کہ پھر جب بھلا بیٹھے جو نصیحت انہیں ہوئی تھی تو ہم نے بچا لئے وہ جو برائی سے منع کرتے تھے جب ظالموں (نافرمانوں) کو برے عذاب میں پکڑا بدلہ ان کی نافرمانی کا۔ سورہ روم (30) کی آیت 41 میں ہے کہ خشکی اور تری میں لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی بداعمالیوں (خود غرضیوں، مفاد پرستیوں اور عیش کوشیوں کیلئے وسائل پر قبضہ) کے باعث فساد پھیل گیا یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گندے کرتوتوں کا انہیں مزہ چکھائے تا کہ کہیں وہ

Marfat.com

باز آجائیں۔ سورہ نساء(4) کی آیات 61 اور 62 میں ہے کہ جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام اور رسول ﷺ کی طرف تو آپ دیکھ لیں گے کہ یہ منافق آپ سے منہ پھیر کرر کے جاتے ہیں پھر کیا بات ہے کہ جب ان پر ان کے کرتوتوں کے باعث کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو پھر یہ آپ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو صرف بھلائی اور میل ملاپ ہی کا تھا۔ سورہ انعام (6) کی آیت 129 میں ہے کہ "اور یونہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مسلط کرتے ہیں بدلہ ان کے کیے کا"۔ جو قوم ظالم (نافرمان) ہوتی ہے اس پر ظالم حکمران مسلط کیا جاتا ہے لہٰذا نجات کیلئے چاہیے کہ لوگ ظلم (نافرمانی) ترک کریں۔ سورہ یونس (10) کی آیت 23 میں ہے کہ اے لوگو! تمہاری زیادتی تمہاری جانوں پر وبال ہے دنیا کے جیتے جی کر لو جو کرنا ہے پھر تمہیں ہماری طرف ہی پھرنا ہے اس وقت ہم تمہیں جتا دیں گے جو تمہارے کرتوت تھے۔ اسی سورہ کی آیت 44 میں ہے کہ "بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا ہاں لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں"۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت اور راہ پانے کے تمام سامان عطا فرماتا ہے اور روشن دلائل قائم فرماتا ہے مگر لوگ غور نہیں کرتے اور حق واضح ہونے کے باوجود خود ہی گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ سورہ حم السجدہ (41) کی آیت 146 میں ہے کہ جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کیلئے اور جو برا کام کرے گا اس کا وبال بھی اسی پر ہے اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ سورہ الشمس (91) کی آیت 14 میں ہے کہ پس ان کے رب نے ان کے گناہوں کے باعث ان پر ہلاکت ڈالی اور پھر ہلاکت کو عام کر دیا اور اس بستی کو برابر کر دیا۔ سورہ ہود (11) کی آیت 117 میں ہے کہ اور تمہارا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو بے وجہ ہلاک کر دے جب کہ ان کے لوگ اچھے ہوں۔ سورہ

Marfat.com

انفال (8) کی آیت 52 میں ہے کہ پس اللہ نے ان کے گناہوں کے باعث انہیں پکڑ لیا۔ اگلی آیت 53 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ کسی قوم پر کوئی نعمت انعام فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی اس (دینی) حالت کو (اطاعت الٰہی کا راستہ چھوڑ کر، اوامر ونواہی سے اعراض کر کے اور کفران نعمت کا طریقہ اپنا کر) نہ بدل دیں جو کہ ان کی اپنی تھی۔

اپنی کسی بھی کمی، کوتاہی، کجی، گمراہی، اور منفی سرگرمی کو اللہ رب العزت کی طرف منسوب کرنا شیطانی فعل ہے جیسا کہ سورہ حجر (15) کی آیت 39 میں ہے کہ "(شیطان نے) کہا کہ اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کیلئے گناہ کو ان کی نظر میں مزین کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی"۔ جبکہ دوسری طرف (حضرت) آدم (علیہ السلام) کا طرز عمل جو کہ توبہ کی قبولیت کیلئے بنیادی جزو ہے کہ "دونوں (آدم اور حوا) نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے، اعراف (23:7)" حالانکہ سورہ طٰہٰ (20) کی آیت 115 میں ہے کہ اور بے شک ہم نے آدم کو اس سے پہلے ایک تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس بھول میں اس کا قصد نہ پایا۔

بندہ جب فاعل حقیقی کی طرف نظر کرے تو ہر چیز کو اللہ کی طرف سے جانے اور جب اسباب پر نظر کرے تو مصیبتوں کو اپنی برائیوں اور شامت نفس کے سبب سے سمجھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ سے جو بات تم کو بری معلوم ہو اس کو اپنے اعمال کا بدل سمجھو۔ حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آدمی پر جو گردش زمانہ یا ستم ابنائے جنس ہو تو جانے کہ سب میرے گناہوں کی بدولت ہے حضرت امام غزالی رحمتہ

Marfat.com

اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض اکابر کا قول ہے کہ اگر میرے گدھے کی عادت بگڑ جائے تو میں یہی جانوں کہ میرے ہی قصور کی جہت سے ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ بے شک یہ دوزخ تمہارے اعمال ہی ہیں جو تمہاری طرف لوٹا دیئے جاتے ہیں یعنی تمہارے عذاب کے لئے کسی دوسری جگہ سے کوئی چیز نہیں لائی جاتی تمہاری چیز ہی تم کو دے دی جاتی ہے حقیقت میں ہر شخص اپنے عذاب کا سبب یہیں سے اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے اژدھے، سانپ بچھو وغیرہ انسان کے اپنے اعمال کی شکلیں ہیں یہاں کے برے اعمال وہاں مجسم شکل میں ہوں گے یہ بات ظاہری آنکھ سے پوشیدہ ہے۔ ہوش مند اور ذی فہم وہی ہیں کہ جو کچھ رنج و بلا ان کو پہنچتی ہے وہ اس کو اپنی شامت اعمال سمجھتے ہیں اور شومئی نفاق کو اس کا سبب قرار دیتے ہیں۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ جو فرد مبتلائے مصیبت ہوتا ہے اگر وہ خوب غور سے جیسا کہ چاہیے ویسا تامل کرے کہ میں نے ظاہر و باطن میں اپنے آقا کے حق میں کتنی نافرمانی اور بے ادبی کی ہے تو اس کو معلوم ہوگا کہ جس قدر مجھ کو مصیبت پہنچی وہ کم ہے میں تو اس سے زیادہ کا مستحق تھا یعنی جس قدر جرم تھا اس قدر سزا نہیں دی لہٰذا یہ بھی مقام شکر ہے چنانچہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں لکھا ہے کہ وہ کسی کوچہ میں تشریف لے جا رہے تھے کہ اوپر سے کسی نے راکھ کا طشت آپ کے اوپر ڈال دیا آپ نے جناب الٰہی میں شکر کیا، مصاحبوں نے کہا شکر کیسا ہے؟ فرمایا کہ مجھے انتظار اپنے اوپر آگ گرنے کا تھا تو صرف راکھ کا گرنا میرے حق میں نعمت ہے اس لئے شکر کیا۔ امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ یہ جو تو کہتا ہے کہ بعض لوگوں نے ہم سے زیادہ گناہ کیے ہیں اور ہماری سی مصیبت ان پر نہ آئی۔ تمہیں کہاں سے معلوم ہوا کہ جہاں میں کوئی تم سے بھی زیادہ خطاوار ہے؟ کیا ظاہر کی شراب خوری اور زنا کاری سے معلوم ہوا؟

Marfat.com

بہت سے دل کے وسواس اور گستاخیاں اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے باب میں اتنے برے ہوتے ہیں کہ شراب خوری اور زنا کاری کی اصل ان کے سامنے کچھ نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی گناہِ اعضا کی حقیقت۔ اگر بالفرض واقع میں تقصیر کسی دوسرے کی زیادہ بھی ہوتو ہوسکتا ہے کہ اس کی سزا آخرت میں زیادہ ہو لہٰذا مصیبتِ دنیا پر یہ بات بھی قابل شکر ہے کہ مواخذۂ آخروی سے نجات ملی کیونکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے اور اس پر کوئی شدت یا مصیبت دنیا میں پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس بات سے غنی ہے کہ اس کو دوبارہ عذاب دے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تجھ پر کوئی بھی مصیبت یا سزا تیری اپنی شومئی خواہش، حرص، بے صبری، بے ادبی اور جس مقام پر تو ہے اس پر ناخوشی کے سبب ہی سے آتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ صدقہ بلا کو ٹال دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جب کوئی بلا، مصیبت اور پریشانی آئے تو بندہ (۲۰۰۰ روپے کا مرغ کے برابر کالا بکرا ڈھونڈ کر) صدقہ دینا شروع کردے۔ وقتی طور پر اس طرح کسی بلا، مصیبت اور پریشانی کو ٹالنے کیلئے کیا جانے والا صدقہ اخلاص سے خالی ہوگا کیوں کہ اس طرح صدقہ کا مقصد (مراد) بلا، مصیبت اور پریشانی کو ٹالنا ہوا نہ کہ اللہ کی رضا۔ صدقہ لگاتار کرتے رہنے والا عمل ہے جیسا کہ سورہ بقرہ (2) کی آیت 274 میں ہے کہ "جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے رات اور دن، چھپ کر اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں ان کیلئے بڑا اجر ہے"۔ رات اور دن کے ذکر میں مداومت کی طرف اشارہ ہے یعنی ہمہ وقت' نہ کہ صرف سال کے آخیر پر زکوٰۃ دے دینا۔ صرف زکوٰۃ دے دینے سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے حکم کی منشا پوری نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اخلاص کے ساتھ دیا ہوا صدقہ ہی آقا ﷺ کے فرمان کے مطابق بندہ پر سے بلاؤں کو خود بخود ٹالتا رہے گا۔

****

Marfat.com

زبانی کلامی ایمان نہیں ہوتا

سورہ بقرہ (2) کی آیت 8 سے واضح ہوتا ہے کہ جو زبانی کلامی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور روزِ قیامت پر وہ ایمان والے نہیں ہیں' اللہ رب العزت کے نزدیک مسلمان وہی ہے جو زبان کے اقرار کے ساتھ دل سے بھی تصدیق کرے جو ایسا کرتا ہے وہ تو اطاعتِ رسول ﷺ اور فروغِ اطاعتِ رسول ﷺ کیلئے جان و مال، اولاد غرضیکہ اپنا سب کچھ قربان کرنا اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتا ہے ورنہ زبانی کلامی ایمان منافقین کا ایمان ہے۔ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

زبانی کلمہ ہر کوئی پڑھ دا دل دا پڑھ دا کوئی ھو
جتھے کلمہ دل دا پڑھیے اُتھے ملے نہ زبان ڈوئی ھو
دل دا کلمہ عاشق پڑھ دے' کی جانن یار گلوئی ھو
اے کلمہ مینوں پیر پڑھایا باھو میں سدا سہاگن ہوئی ھو

آپ مزید فرماتے ہیں:۔ پر صادق دین تنہا دا باھو جیڑے سر قربانی کردے ھو۔

سورہ انعام (6) کی آیت 82 میں ہے کہ "جو ایمان لائے اور اس میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انھیں امان ہے اور وہ راہِ راست پر ہیں"۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔ سورہ انفال (8) کی آیات 2 تا 4 میں ہے کہ ایمان والے وہی ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کا ایمان ترقی پائے اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کریں' وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے سے ہماری راہ میں خرچ کریں یہی سچے مسلمان ہیں' ان کے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی (آخرت کی عیش) ہے۔ سورہ عنکبوت (29) کی آیات 2&3

Marfat.com

میں ہے کہ کیا لوگ اس گمان میں ہیں کہ اتنی بات پر ہی چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی؟ اور بے شک ہم نے ان سے پہلوں کو بھی خوب جانچا 'تو ضرور اللہ سچوں کو دیکھے گا اور ضرور جھوٹوں کو دیکھے گا۔ سورہ حجرات (49) کی آیت 14 میں ہے کہ گنوار بولے' ہم ایمان لائے' آپ ﷺ فرمائیں' تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم زیرِ نگیں ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا؟ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرو گے تو پھر اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہ کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس سے اگلی آیت 15 میں ہے کہ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائیں پھر شک نہ کیا اور اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی ایمان میں سچے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے ایک گروہِ اصحاب سے پوچھا کہ تم کیا ہو، انھوں نے عرض کی ہم ایمان دار ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے' عرض کی کہ بلا و مصیبت پر صبر کرتے ہیں، وسعت کے وقت شکر کرتے ہیں اور قضا کے موقعوں پر راضی رہتے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ تم ایمان دار ہو' آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب نیکی تمہیں مسرور کرے اور برائی آفسردہ کرے تو تم مومن ہو۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہے کہ زبان سے اقرار، دل سے یقین اور ارکان پر عمل کرنے کا نام ایمان ہے' ایمان اطاعت سے بڑھتا ہے اور معصیت سے کم ہوتا ہے' علم سے ایمان میں قوت آتی ہے اور جہالت سے کمزور ہوتا ہے اور توفیق الٰہی سے وقوع پذیر ہوتا ہے مزید فرماتے ہیں کہ جب مومن کے قلب میں حرص، طمع، تقاضہ یا مخلوق میں سے کسی کا خوف یا کسی سے توقع ہوگی اس کا ایمان

Marfat.com

کامل نہ ہوگا۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں بندہ کے تمام اوصاف اللہ تعالیٰ کی طلب و تلاش میں مصروف و مستغرق ہو جائیں، اسے ایمان کہتے ہیں، آپ مزید فرماتے ہیں کہ ایمان صرف مشابہت اور تمنا سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ جو دلوں میں بیٹھ جائے اور سچا عمل بھی ساتھ ہو تو پھر ایمان نصیب ہوتا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ماسویٰ اللہ سے دل کا پاک ہونا ایمان کا پہلا درجہ ہے جب تک ماسوائے اللہ سے پاک دل نہ ہوگا یادِ حق سے آراستہ ہونے کے قابل نہ ہوگا مزید فرماتے ہیں کہ سچا بندہ وہی ہے جس کا وجود اپنے نفس کیلئے نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہو، یہ درجہ صدیقین کا ہے، آپ مزید فرماتے ہیں کہ جس کے ایمان کی جڑ یقین میں جمی نہ ہوگی اور اعمال میں اس کی شاخیں نہ پھیلی ہوں گی وہ ملک الموت کے ظاہر ہونے کے وقت خوف کے جھونکوں میں نہ ٹھہر سکے گا، ڈر ہے کہ اس کا خاتمہ اچھا نہ ہو، خاتمے کے وقت ایسا ہی ایمان باقی رہتا ہے جس کی بناء اطاعت پر ہمیشہ رہی ہو اور آبیاریٔ اعمال سے مضبوطی پکڑ گیا ہو۔ حضرت مولانا ظفر علی خاں ایمان کا کچھ یوں نقشہ پیش کرتے ہیں ۔

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں خواجۂ طیبہ کی حرمت پر
خُدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

****

صبر

سورہ بقرہ (2) کی آیت 153 اور سورہ انفال (8) کی آیت 46 میں ہے کہ "بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔ اس لئے بعض بزرگان سلف صبر کو شکر پر فضیلت دیتے ہیں کیونکہ نعمتوں پر شکر کرنے سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور بندے پر نعمتوں کی کثرت سے غفلت کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے اور غفلت ہلاکت انگیز چیز ہے جبکہ صبر پر نعمتوں والا خود بندے کے ساتھ ہو جاتا ہے لہٰذا کہاں نعمتیں اور کہاں نعمتوں والا! سورہ بقرہ (2) کی آیت 45 میں ہے کہ "صبر (ہر حال میں دین پر پختگی و استقامت) اور نماز (نوافل) سے (اعمالِ آخرت کمانے میں مخالف قوت کے مقابلے میں) مدد حاصل کرتے رہا کرو"۔ بات یوں نہیں ہے کہ جب کوئی مصیبت و پریشانی آئے تو نماز (عبادت و نوافل و صدقہ وغیرہ) شروع کر دے بلکہ یہ ہمیشہ لگاتار کرتے رہنے والا عمل ہے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصیبت سے پہلے حق تعالیٰ کی طرف جھکنے والے کے لئے حق تعالیٰ مصیبت سے فرماتا ہے کہ "اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا"۔ اگر صرف وقتی طور پر مصیبت و پریشانی کو ٹالنے کیلئے عمل (اعمالِ آخرت یعنی صبر، نماز، تلاوتِ قرآن، عبادت اور صدقہ وغیرہ) کیا تو اس سے اخلاص جاتا رہے گا جو کہ اعمال کی جان اور قبولیت کی وجہ ہے اور اس کے بغیر عمل محض مشقت اور ریاکاری ہے اس لئے اعمالِ آخرت کا مدعا صرف اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا ہونی چاہیے۔ مصیبت و پریشانی میں صبر کا آ جانا بھی اللہ تعالیٰ کی مدد ہے لہٰذا ہر معاملہ میں بندے کو اللہ کی مدد اور اس کا فضل مانگتے رہنا چاہیے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اے اللہ یہ کر دے یا وہ کر دے ایسا کر دے یا ویسا کر دے اس سے ایک تو رضا جاتی رہے گی دوسری بات یہ کہ بندے کو

Marfat.com

معلوم نہیں ہے کہ اس کیلئے کیا بہتر ہے؟ جیسا کہ سورہ بقرہ (2) کی آیت 216 میں ہے کہ "ہو سکتا ہے کہ تم ناپسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم پسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو"۔ تقدیر خداوندی کا فیصلہ بہر صورت انسان کی چاہت سے بہتر ہے۔ ایک دن سرور کائنات ﷺ اپنا روئے اطہر آسمان کی طرف کیے ہوئے تھے پھر تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں مومن کے حق میں تقدیر الٰہی سے تعجب میں ہوں کہ حق تعالیٰ اگر اس کے حق میں نعمت کا حکم فرمائے تب بھی وہ راضی رہتا ہے کہ اس میں اس کی اچھائی ہے اور اگر بلا کا حکم فرمائے تب بھی وہ بندہ مومن راضی رہتا ہے کہ اس میں اس کی بھلائی ہے یعنی بلا میں صبر کرتا ہے اور نعمت میں شکر۔ سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 142 سے واضح ہے کہ دین کی راہ پر چلتے ہوئے مصائب و مشکلات پر صبر کی بھٹی سے گزرنے والوں کے لیے جنت ہے یعنی آزمائشوں کے بغیر جنت کا گمان بس گمان ہی ہے۔ اسی سورہ کی آیت 146 میں ہے کہ بہت سے اللہ والے بہت سے نبیوں کے ہم رکاب ہو کر جہاد کر چکے ہیں انہیں بھی اللہ کی راہ میں تکلیفیں پہنچیں لیکن نہ تو انھوں نے ہمت ہاری نہ سست ہوئے اور نہ دبے اور اللہ (ایسے) صبر کرنے والوں سے (ہی) محبت کرتا ہے۔ سورہ نحل (16) کی آیت 96 میں ہے کہ تمہارے پاس جو کچھ (دنیاوی سامان) ہے سب فانی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ (اعمالِ آخرت پر اجر کی صورت میں) ہے باقی ہے (اور اس فانی دنیاوی سامان سے اپنا ہاتھ روک کر) صبر کرنے والوں کو ہم ان کے (ایسے) اچھے اعمال کا بہترین بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔ سورہ قصص (28) کی آیت 54 میں ہے کہ یہ اپنے کیے ہوئے (ہر طرح کے حالات میں احکامات الٰہی پر کاربند رہ کر) صبر کے بدلے دوہرا دوہرا اجر دیئے جائیں گے۔ سورہ شوریٰ (42) کی

Marfat.com

آیت 43 میں ہے کہ اور بے شک جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یہ ضرور بڑی ہمت کے کام ہیں۔ سورہ ق (50) کی آیت 39 میں ہے کہ پس (دین کی راہ پر چلنے کی وجہ سے ہونے والی) دل آزار باتوں پر صبر کرو۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صبر بہشت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، لوگوں نے سرور کائنات ﷺ سے دریافت کیا کہ ایمان کیا چیز ہے، آپ ﷺ نے فرمایا "صبر"۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایمان کے ابواب میں یہ سب سے مشکل باب ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عرفہ حج ہے یعنی اس کے بارے میں خطرہ موجود ہے کہ اگر عرفہ (وقوف عرفات) فوت ہو جائے تو حج نہ ہوگا اس طرح صبر نہ ہونے سے ایمان کے نہ ہونے کا خطرہ ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ بعض عارفین کا قول ہے کہ صبر والوں کے تین درجے ہیں اوّل شہوات (بولنے سننے دیکھنے کھانے اور جنسی لذات وغیرہ) کا چھوڑنا یہ درجہ توبہ کرنے والوں کا ہے دوسرا راضی ہونا تقدیر پر، یہ درجہ زاہدین کا ہے تیسرا درجہ اس فعل سے محبت کرنا جو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کرے، یہ درجہ صدیقین کا ہے یہ سب سے اوپر ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ صبر کا کمال اس میں ہے کہ بندہ مرض، افلاس اور تمام مصیبتوں کو چھپائے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیا تو نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو دوست بناتا ہے تو اسے آزمائشوں میں ڈال دیتا ہے اگر وہ اس پر صبر اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی نگہبانی فرماتا ہے دریافت کیا گیا کہ نگہبانی کے کیا معانی ہیں؟ فرمایا: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل سے مال اور اولاد کی محبت (اللہ کی نافرمانی میں ڈال دینے والی) اُٹھا لیتا ہے۔ پیران پیر مزید فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنی ایک کتاب میں ارشاد فرمایا ہے کہ جس کو میری قضاء

پر رضا نصیب نہ ہوئی اور میری مصیبت پر صبر نہ کرسکا تو اس کو چاہیے کہ میرے سوا کوئی دوسرا معبود بنالے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عارفوں کی علامتوں میں کھلی علامت یہ ہے کہ مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں اور تمام حالتوں میں اپنے نفس، اپنے اہل وعیال اور ساری مخلوق کے متعلق حق تعالیٰ کے جملہ احکام قضاوقدر پر راضی رہتے ہیں، جب تجھے صبر ورضا حاصل نہ ہوگا تو یہ حق تعالیٰ کی بندگی سے تیرے نکلنے کا سبب ہو جائے گا لہٰذا صبر حق تعالیٰ کی قضاوقدر کی موافقت کرنے کا نام ہے اور موافقت کرنا شرط محبت ہے حق تعالیٰ کی موافقت کرنا تم اس کے نیک بندوں سے سیکھو جو اس کے موافقت کرنے کے عادی ہیں۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کا نام صبر ہے بعض حضرات کا ارشاد ہے کہ صبر شکایت کو ترک کرنے کا نام ہے، اگر صبر نہ ہو تو تنگدستی ومصیبت ایک عذاب ہے اور اگر صبر ہو تو کرامت وعزت۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں صبر تین طرح کا ہے پہلا وہ صبر ہے جو اطاعت میں ہے اس کے ثواب کے تین سو درجے ہیں، دوسرا صبر وہ ہے جو حرام چیزوں پر کیا جائے اس کے ثواب کے چھ سو درجے ہیں اور تیسرا صبر وہ ہے جو مصیبت کے اوّل میں کرے اس کے ثواب کے نو سو درجے ہیں۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صبر دو قسم کا ہوتا ہے ایک مصیبت اور بلیات جو بندے پر نازل ہوتی ہیں ان پر صبر کرنا ہوتا ہے دوسرا یہ کہ ان چیزوں سے بچنا جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں باز رہنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ حضرت ابن مسعود بلخی فرماتے ہیں کہ جس کو کوئی مصیبت آوے اور وہ اس میں کپڑے پھاڑے یا چھاتی پیٹے تو ایسا ہے کہ وہ نیزہ لے کر اللہ تعالیٰ سے لڑنے کو تیار ہوا۔

****

Marfat.com

شکر

سورہ نحل (16) کی آیت 114 میں ہے کہ اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم واقعی اس کے بندے اور اسے معبود مانتے ہو۔ سورہ زمر (39) کی آیت 66 میں ہے کہ بلکہ تو اللہ کی ہی عبادت کر اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا یعنی عبادت کرنے والے ہی شکر کرنے والے ہیں۔ سورہ نساء (4) کی آیت 147 میں ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر کرو اور حق (حق نعمت) مانو یعنی عذاب کا دارومدار ناشکری اور حق نہ ماننے پر ہے۔ سورہ سبا (34) کی آیت 17 میں ہے کہ ہم سخت سزا ناشکروں ہی کو دیتے ہیں۔ سورہ نحل (16) کی آیت 55 میں ہے کہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں! اچھا تو کچھ برت لو کہ عنقریب جان جاؤ گے کہ ہائے کیا کرتے رہے۔ سورہ عبس (80) کی آیت 17 میں ہے کہ اللہ کی مار انسان پر کیسا ناشکرا ہے۔ سورہ نمل (27) کی آیت 73 میں ہے کہ اور بے شک تیرا رب انسانوں پر بڑا فضل فرماتا ہے (عذاب میں جلدی نہیں فرماتا، بہت سی خطائیں ایسے ہی معاف فرما دیتا ہے، توبہ کیلئے مہلت دیتا ہے اور اپنی طرف راہ تلاش کرنے والوں کو راہ دکھلاتا ہے) لیکن اکثر لوگ شکر گزاری نہیں کرتے۔ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 89 میں ہے کہ بے شک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثل طرح طرح سے بیان فرمائی ہے مگر اکثر انسانوں نے اسے نہ مانا اور ناشکری کی۔ سورہ دہر (76) کی آیت 3 میں ہے کہ ہم نے انسان کو اپنی طرف آنے کی راہ دکھائی خواہ وہ اس پر عمل پیرا ہو کر شکر گزار بنے خواہ ناشکرا۔ سورہ بقرہ (2) کی آیت 211 میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت (نصیحت) کا صحیح استعمال (عمل) نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کفرانِ نعمت پر سخت عذاب کرنے والا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس

Marfat.com

بندے کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نصیحت آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے پس اگر اس کو شکر کے ساتھ (عملاً) قبول کرے گا تو فبہا ورنہ وہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر حجت ہوگی۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شکر کے معنی یہ ہیں کہ نعمت جس حکمت کے واسطے بنی ہے اس کو اسی حکمت کے کامل کرنے میں مستعمل کرے اور حکمت جو نعمت سے مطلوب ہے وہ اطاعت اللہ عزوجل ہے۔ سورہ مومنون (23) کی آیت 78 میں ہے کہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنائے کان اور آنکھ اور دل (تا کہ تم معرفت الٰہی حاصل کرتے مگر تم نے ان نعمتوں کی قدر نہ کی ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں لگا دیا عبرت نا پکڑی) تم بہت ہی کم نعمتوں کا شکر کرتے ہو۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شکر کے سلسلہ میں جسم کا عمل یہ ہے کہ وہ اپنے تمام اعضا کو جو اللہ رب العزت کی ایک نعمت ہیں انہیں آخرت کے کاموں میں مصروف رکھے ورنہ ایسا نہ کرنے سے کفرانِ نعمت ہوگا۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ گناہِ قلبی سے بچنا باطنی نعمتوں کا شکر ہوگا اور ظاہری گناہوں کو ترک کرنا ظاہری نعمتوں کا شکر ہوگا۔ سورہ ابراہیم (14) کی آیت 7 میں ہے کہ "اگر میرا احسان مانتے ہوئے شکر کرو گے تو میں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے"۔

دنیاوی نعمتوں پر ادائے شکر کی نیت اور لینا نہیں ہونی چاہیے بلکہ صرف اس کی احسان مندی کے اقرار کے ساتھ اس کی رضا جوئی ہو ورنہ اس سے اخلاص جاتا رہے گا اور اخلاص کے بغیر عمل بے جان ہے شکر پر اور تو خود بخود ہی مل جائے گا جیسے روشندان سے ہوا تو آئے گی ہی نیت اذان کی آواز آنے کی ہو۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی چیز کو ایسی جہت سے استعمال نہ کرے جس کیلئے وہ خلق ہوئی ہے اور نہ اس طرح پر جو اس سے مقصود ہے تو وہ اس چیز میں نعمت الٰہی کی ناشکری

Marfat.com

کرے گا۔ حضرت ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عوام ادائے شکر کھانے پینے اور پوشاک وغیرہ پر کرتے ہیں اور خواص دلوں کے احوال پر۔ سورہ قمر (54) کی آیت 35 میں ذکر ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ شکر گزاروں پر احسان فرما کر انہیں عذاب میں سے بچالیتا ہے۔

سورہ عنکبوت (29) کی آیات 65 اور 66 کا مفہوم ہے کہ جب بندے پر سے کوئی متوقع آفت، مصیبت یا پریشانی ٹال دی جاتی ہے تو وہ شکرانے کے طور پر زیادہ عاجزی دکھاتے ہوئے مزید عبادت و فرماں برداری میں لگ جاتا ہے یہ مومنانہ روش ہے، منافقانہ روش اس کے الٹ ہوتی ہے کہ متوقع آفت و پریشانی میں تو فوراً اللہ کو یاد کرتا ہے، آفت اور براوقت ٹلتے ہی ناشکری کا طرز عمل اپناتے ہوئے اپنی اسی پرانی ڈگر پر چلتے ہوئے نافرمانیوں کی وادی میں چلا جاتا ہے۔ سورہ شوریٰ (42) کی آیت 48 میں ہے کہ جب ہم آدمی کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھاتے ہیں تو اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے حالانکہ وہ اس کے اپنے ہاتھوں ہی کے کرتوت کا بدلہ ہوتا ہے تو سب مہربانیوں کو بھلا کر بڑا ناشکرا بن جاتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 67 میں ہے کہ انسان سے جب مصیبت ٹال دی جاتی ہے تو منہ پھیر لیتا ہے اور انسان بڑا ناشکرا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر مصیبت اور مرض سے بڑھ کر بھی دوسری مصیبت اور مرض ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کسی کو دخل نہیں تو اگر وہ بالفرض اس مصیبت اور مرض کو دو چند کر دے تو کوئی کیا کر سکتا ہے تو ہر مرض و مصیبت پر آدمی کو شکر کرنا چاہیے کہ اسی قدر رہی زیادہ نہیں ہوئی۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ شکر کامل کے معنی یہ ہیں کہ بندے کی خوشی نعمتِ الٰہی پر اس نظر سے ہو کہ اس نعمت کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر سکتا ہے اور

Marfat.com

اس کے جوارِ رحمت میں فروکش ہو کر مدام دیدار سے مشرف رہ سکتا ہے یہ بہت بڑا مرتبہ ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ آدمی دنیا کی کسی چیز پر خوش نہ ہو ماسوائے جو آخرت کی کھیتی ہو اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دے، اس کی راہ سے روک دے یا دور کر دے ایسی چیزوں سے رنج کرے، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ایسے آلات ہیں جن سے بندہ اسفل السافلین سے ترقی کر کے درجہ سعادتِ قربِ الٰہی حاصل کرتا ہے لہٰذا ان نعمتوں کا شکر اس طرح ادا ہوگا کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے دی ہے اُس کو ایسے مصارف میں لگا دے جو اس کو محبوب ہوں نہ کہ اپنی من مانی چیزوں میں، کفر اس طرح ہے کہ جو مالک کو منظور تھا اس میں اس کے انعام کو استعمال نہ کیا یعنی یا تو اس کی عطا کو بیکار محض رہنے دیا یا ایسے مصارف میں لگا دیا جس سے اس کا بُعد زیادہ ہو، ہر اطاعت کرنے والا اپنی اطاعت کے بموجب شکران الٰہی کرتا ہے، نعمت الٰہی کو اس کی مرضی کے موافق استعمال کرنا شکر ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ پیدائش خلق، دنیا اور اس کے اسباب سے مقصود یہ ہے کہ تمام لوگ ان اسباب کی مدد سے اللہ تعالیٰ تک پہنچیں محبت الٰہی اور اُنس الٰہی کے بغیر بندہ دنیا اور اس کے مغالطے سے علیحدہ نہیں ہو سکتا اور اللہ رب العزت تک نہیں پہنچ سکتا محبت الٰہی ذکر و فکر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی ذکر دائی سانس اور دوام فکر بغیر معرفت کے حاصل نہیں ہوتا ذکر اور فکر پر دوام بغیر بدن کی پائیداری کے ممکن نہیں اور بدن بغیر غذا کے باقی نہیں رہتا اور غذا زمین، پانی اور ہوا کے بغیر تیار نہیں ہو سکتی سب چیزیں بدن کے لئے ہیں اور بدن نفس کی سواری ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا نفس (دل) ہے جو شخص ان چیزوں میں سے کسی کو اطاعت الٰہی کے سوا کسی اور چیز میں استعمال کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ان لوازم میں ناشکرا ہوگا۔ نعمت، سعادت اُخروی کا ہی نام ہے اس کے سوا اور کو نعمت کہنا یا تو غلط ہے یا بطور مجاز کے ہے سعادت

Marfat.com

دنیاوی جس سے آخرت پر کچھ مدد نہ ملے یا مدد حاصل نہ کی جائے اس کو جو نعمت کہتے ہیں محض غلط ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "کمال نعمت جنت میں داخل ہونا ہے" جو جو چیز اس نعمت کے حصول میں مددگار ہوئی وہی نعمت ہے۔ امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ اعتراض کم کرنا اور منعم کے سامنے مؤدب رہنا بھی شکر ہے اور چھوٹی سی نعمت کو بڑا جاننا بھی داخل شکر ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ شکران نعمت کے لئے غافل دلوں کا علاج یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے سے کمتر کو دیکھا کریں بعض صوفیہ کا دستور تھا کہ ہر روز شفا خانہ (ہسپتال)، گورستان اور ایسی جگہ جہاں مجرموں کو سزا ملتی تھی جایا کرتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نعمتوں کے ہوتے ہوئے اللہ کی نافرمانی نہ کرنا شکر ہے اور نعمت کی مثال وحشی جانور کی سی ہے اسے شکر کے ساتھ مقید کرو۔ اس ساری بحث سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ ہم کس قدر شکر گزار ہیں؟

****

اخلاص (عمل کی قبولیت کا سبب)

سورہ بقرہ (2) کی آیت 112 میں ہے کہ سنو! جو بھی اپنے آپ کو (محض اللہ کی رضا کی خاطر) خلوص کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے بے شک اسے اس کا رب پورا بدلہ دے گا اس پر نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم اور اُداسی۔ سورہ نساء (4) آیت 114 میں ہے کہ ساری تگ ودو کے پیش نظر محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہو نہ کہ دنیاوی عزت وجاہ وشہرت وچودراھٹ کا حصول تو اسے اجر عظیم کی بشارت ہے۔ سورہ انعام (6) کی آیت 162 میں ہے کہ "آپ ﷺ فرمائیں بے شک میری نماز اور میری قربانی (جان، مال اور خواہشات نفسانی کی) اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے"۔ اسے اخلاص کہتے ہیں۔ سورہ

Marfat.com

زمر (39) کی آیت 11 میں ہے کہ آپ ﷺ فرما دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ اسی کے لئے عبادت (اعمالِ آخرت) کو خالص کرلوں۔ اسی سورہ کی آیت 13 میں ہے کہ فرما دیجئے! کہ میں تو خالص کر کے صرف اپنے رب ہی کی عبادت کرتا ہوں۔ سورہ مزمل (73) کی آیت 8 میں ہے کہ اپنے رب کا نام یاد کرتے رہیں اور سب خلائق سے کٹ کر اسی کی طرف متوجہ ہو کر رہیں۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ اخلاص پیدا کرو ورنہ مشقت مت اُٹھاؤ یعنی اخلاص کے بغیر عمل نری مشقت ہے۔ یہ بھی آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کرلو تمہیں تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ ایک شخص احسان کرتا ہے یا صدقہ دیتا ہے مگر اس کو یہ بات محبوب ہے کہ لوگ اس کی تعریف بھی کریں اور ثواب بھی ملے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کے یہ آیت (الکہف 110:18) اُتری۔ مفہوم: ''پھر جس کو اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کے نیک کام کرے اور سانجھ نہ رکھے اپنے رب کی بندگی میں کسی کا''۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو مخلص نہیں وہ مشرک ہے مگر یہ کہ شرک کے بہت درجات ہیں۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ ایک اکابر کو کسی شخص نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ تم نے اپنے اعمال کو کیسا پایا انہوں نے کہا کہ میں نے ایک صدقہ لوگوں کے سامنے دیا تھا تو لوگوں کا میری طرف متوجہ ہونا مجھے اچھا معلوم ہوا اس کا یہ حال ہوا کہ اس پر نہ ثواب ہی ملا نہ عذاب۔ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے جب اس حال کو سنا تو فرمایا بہت اچھا ہوا کہ اس پر اس صدقہ کے باعث عذاب نہ ہوا یہ تو عین احسان ہوا۔ مزید فرماتے ہیں کہ علم تخم، عمل کھیتی اور اس کا پانی اخلاص ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اخلاص اس کو کہتے ہیں کہ نیت صرف تقرب الٰی

Marfat.com

اللہ کی ہو اور جمیع آمیزشوں سے پاک وصاف ہو۔ مزید فرماتے ہیں کہ اخلاص اس طرح ہوتا ہے کہ جانور کا دیکھنا اور لوگوں کا دیکھنا اس کی نظر میں یکساں ہو جاویں۔ آپ حضرت یعقوب کمفوف کا قول نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیوں کو ایسے چھپائے جیسے بندہ اپنی برائیاں چھپاتا ہے۔ امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ مخالف ہونا ظاہر کا باطن سے، اگر قصداً ہوگا تو اس کا نام ریاء ہوگا اور اس سے اخلاص جاتا رہتا ہے اور اگر بے قصد ہو تو اس سے صدق جاتا رہتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اہل دل کو ایمان کی بصیرت اور نورِ قرآن سے یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ بغیر علم وعمل کے شرف سعادت حاصل نہیں ہوسکتا عمل بغیر نیت کے نری مشقت ہے اور نیت بغیر اخلاص کے ریا، مثل نفاق اور معصیت کے ہے اور اخلاص بغیر صدق کے ایک دھوکا سا ہے جو شخص نیت کی حقیقت کو نہ پہچانتا ہو وہ اس کو درست کیسے کرے گا یا جو حقیقت اخلاص سے ناواقف ہو وہ کیسے اخلاص بجالائے گا اور جب صدق کے معنی نہ جانتا ہو تو اپنے نفس سے صدق کا مطالبہ کیسے کرے گا؟ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیرے اخلاص کی علامت یہ ہے کہ نہ لوگوں کی تعریف کی طرف توجہ کرے، نہ ان کی مذمت کی طرف اور نہ اس مال ومتاع کی طرف جو ان کے ساتھ ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ اقوال وافعال کا مغز اخلاص ہے جب تو نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا تو تو، توحید ورسالت کا مدعی بن گیا اب کہا جائے گا کہ بتا تیرا کوئی گواہ بھی ہے؟ وہ گواہ کیا ہیں؟ حکم ماننا، ممنوعات سے باز رہنا، مصیبتوں پر صبر کرنا اور تقدیر کے سامنے گردن جھکانا، یہ اس دعویٰ کے گواہ ہیں اور یہ بھی حق تعالیٰ کے لئے اخلاص کے بغیر مقبول نہ ہونگے کیونکہ کوئی قول قبول نہیں ہوتا بلا عمل کے اور کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا بغیر اخلاص اور سنت کی موافقت کے۔ حضرت علی ہجویری

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمل کے لئے اخلاص اس طرح ہے جس طرح جسم کے لئے روح ہوتی ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ جنت کی رغبت اور دوزخ کا ڈر دل سے نکال دینا اخلاص کے صحیح ہونے کی علامت ہے۔ زبور مقدس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو بہشت کی آرزو اور دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرے اگر میں جنت اور جہنم پیدا نہ کرتا تو کیا میں اطاعت و بندگی کا مستحق نہ تھا۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتی ہیں کہ اے اللہ اگر میں تیری عبادت جنت کے لئے کروں تو مجھے جنت نہ دے اور اگر دوزخ کے ڈر سے کروں تو مجھے دوزخ میں ڈال دے۔ گویہ فرمان فضائل کے ذیل میں آتا ہے مگر کیا ہمارا فضیلت سے کوئی جھگڑا یا دشمنی ہے؟ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت کی طلب نے تم کو حق تعالیٰ کریم سے محجوب بنا دیا ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ دنیا کو آخرت کے لئے اور آخرت کو اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دو کہ آخرت بھی تو مخلوق ہے۔ حضرت سہیل تستری فرماتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ بندہ کے حرکات وسکون خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر میں لوگوں کو آتا دیکھ کر اپنی داڑھی درست کرنے لگوں تو مجھے ڈر ہے کہیں ریاکاروں میں نہ لکھا جاؤں۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مخلص کی تین نشانیاں ہیں: عوام کی مداح وذم دونوں اس کے لئے برابر ہوں، اپنے اچھے اعمال کو نہ دیکھنا اور اچھے اعمال پر آخرت میں ثواب کی طلب کو فراموش کر دینا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار ایک کافر کو پچھاڑا اور اسے قتل کر دینا چاہا تو اس کافر نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا۔ آپ نے فوراً اس کو چھوڑ دیا۔ جب اس نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے غصہ آگیا تھا تب میں

Marfat.com

ڈرا کہ یہ قتل کہیں فسق کے واسطے نہ ہو۔ یہ اخلاص کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ایک مشہور فرمانِ عالیشان کہ "جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں" کو ہم صرف چیزوں میں ملاوٹ کے تناظر میں دیکھتے ہیں اگر اس حدیث مبارک کی جامعیت اور وسعت کو سامنے رکھ کر اخلاص کے باب کی روشنی میں اپنے ایمان اور اعمال میں ریاکاری، خواہش نفس، تعریف، مفادِ دنیا وغیرہ کی صورت میں ملاوٹ کا جائزہ لیں تو شاید یہ جائزہ ہمیں حدیث میں مذکور بہت بڑے نقصان اور خطرے کہ "وہ ہم میں سے نہیں" سے بچنے میں معاون و مددگار ثابت ہو۔

سوداگری نہیں یہ عبادت خُدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے
واعظ! کمالِ ترک سے ملتی ہے یاں مراد
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے
جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گزرے

(اقبال)

****

رضا (خوشنودی)

سورہ توبہ (9) کی آیت 72 میں ہے کہ اللہ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے اسے حاصل کرنا ہی اصل میں زبردست کامیابی ہے۔ اسی سورہ کی آیت 59 میں ہے کہ کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہوتے جو اللہ اور رسول ﷺ نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول، ہمیں اللہ ہی کی طرف

Marfat.com

رغبت ہے (خلق کے اموال سے غنی اور بے نیاز ہونا)۔ سورہ مائدہ (5) کی آیت 119 میں ہے کہ "اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ ہے بڑی کامیابی"۔ اللہ رب العزت اُس وقت جس طرز کی زندگیوں پر راضی تھا یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اب اُس طرز کی زندگیوں سے مختلف طرز کی زندگیوں پر اُس طرح راضی ہو جائے یا اس کے ہاں کامیابی کے معیارات بدل جائیں خواہ کتنا ہی زمانہ کیوں نہ بدل جائے جیسا کہ سورہ فتح (48) کی آیت 23 میں ہے کہ "تم ہرگز اللہ کا دستور بدلتا ہوا نہ پاؤ گے" یعنی اللہ کی پسند یا ناپسند وقت کے تبدیل ہونے کے ساتھ ساتھ تبدیل نہیں ہو جاتی لہٰذا اللہ جن زندگیوں پر راضی تھا ہمیں ہر لحاظ سے اللہ کی رضا کی خاطر ظاہراً اور باطناً اس طرزِ زندگی کو اپنا کر ہی کامیابی کی امید رکھنی چاہیے۔ سورہ طٰہٰ (20) کی آیت 130 میں ہے کہ ان (جہلا) کی باتوں پر صبر کریں اور اپنے رب کی تعریفیں کرتے ہوئے اس کی تسبیح کریں سورج نکلنے سے پہلے (نماز فجر کے وقت) اور اس کے ڈوبنے سے پہلے (نماز عصر کے وقت) اور رات کی گھڑیوں میں (نماز عشاء اور تہجد کے وقت) اس کی پاکی بولیں دن کے وقتوں میں (نماز ظہر کے وقت) بالخصوص دن کے کناروں پر (نماز فجر سے نماز اشراق تک اور نماز عصر سے نماز مغرب تک) (آیت میں مذکور اوقات میں ذکر کا خصوصی اہتمام کریں) ممکن ہے کہ وہ تجھے اتنا دے کہ تو مقامِ رضا (نفسِ مطمئنہ) حاصل کر لے۔ حضرت اقبال نے کیا خوب بات کی ہے ۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خُدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

سورہ فتح (48) کی آیت 18 میں ہے کہ بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ پیڑ کے نیچے آپ ﷺ کی بیعت کر رہے تھے۔ سورہ آلِ

Marfat.com

عمران (3) کی آیت 162 میں ہے کہ کیا جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر نیک عمل کیے اُس کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے کام کر کے جہنم کا حق دار بن گیا۔ سورہ دہر (76) کی آیات 7 اور 8 میں ہے کہ "(اللہ والے) اللہ رب العزت کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین (ساکن مع اللہ) کو، یتیم (بے سہارا، محتاج) کو اور قیدیوں کو، ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ رب العزت (کی رضا) کیلئے کھانا کھلاتے ہیں اس پر ہم تم سے کوئی بدلہ حتیٰ کہ تمہاری طرف سے شکریہ کہنے کی چاہت بھی نہیں رکھتے"۔ کسی کے ساتھ اللہ واسطے بھلائی کر کے اس کی طرف سے شکریہ کہنے کی تمنا بھی نہ رکھنا، رضا ہے۔ سورہ کہف (18) کی آیت 28 میں ہے کہ اپنے آپ کو ان کے ساتھ مانوس رکھو جو صبح و شام (ہمہ وقت) اپنے رب کو یاد کرتے رہتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے رہتے ہیں۔

رضا ہے مطلوب و مقصودِ مومن — نہ من میں دھن، نہ حوروں پہ من
ہماری تو عبادت میں مفقود ہے رضا — ہمیں تو ہر دم دنیا کی مقصود ہے جزا
(منیر)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رضا و موافقت ہی وہ بلند مقام ہے جو اولیاء اللہ کے مقامات و احوال میں سے بلند ترین مرتبہ ہے، ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے اس کی تقدیر پر رضا مندی اور اس کی حکمتوں میں فنا ہو جانے کی نعمت طلب کرو کیونکہ یہ اطمینان و شادمانی کا باعث، دنیا میں جنت، تقربِ الٰہی کا دروازہ اور محبت الٰہی کا سبب ہے تیرے ارادے کی بفضلِ تعالیٰ فناء یہ ہے کہ کبھی کسی چیز کا ارادہ نہ کرے تیری کوئی غرض، حاجت اور طلب نہ ہو اس طرح تیرا اشمار شکستہ قلب لوگوں میں ہونے لگے گا ایسے لوگوں کے لئے حدیثِ قدسی ہے کہ میں ان لوگوں کے پاس ہوتا

Marfat.com

ہوں جن کے دل میرے لئے شکستہ ہوتے ہیں پیرانِ پیر مزید فرماتے ہیں کہ بندہ اُس وقت اللہ سے راضی ہوتا ہے جب اللہ اُس سے راضی ہوتا ہے، اللہ اُس وقت راضی ہوتا ہے جب بندہ اُس کی قضا پر راضی ہوتا ہے، رضا قلب سے ناگواری کو نکال دینے کا نام ہے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ بندہ تقدیر پر کب راضی ہوتا ہے، جواب دیا جب بندہ مصیبت پر اسی طرح خوش ہونے لگے جس طرح نعمت پر خوش ہوتا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا میں رضا زُہد (دنیا سے بے رغبتی) سے افضل ہے سبب اس کا یہ ہے صاحب رضا اپنے مرتبہ سے بلند مرتبہ کی تمنا ہی نہیں کرتا۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رضا طریقت کے ابتدائی مقامات میں سے ہے یہ اللہ کے ارادہ پر راضی ہونا اور اپنے ارادہ کو ترک کرنا ہے تاکہ بندہ صحیح معانوں میں اللہ کا مرید بن جائے، رضا غموں کو دور کرنے والی چیز ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے عرض کیا کہ اپنے رب سے ہمارے لئے کوئی ایسا کام پوچھ دیجئے کہ جب ہم اس کو کریں تو وہ ہم سے راضی ہو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جنابِ باری میں عرض کیا کہ الٰہی جو کچھ یہ کہتے ہیں تو نے سنا، حکم ہوا اے موسیٰ! ان سے کہہ دو کہ مجھ سے راضی رہیں تاکہ میں ان سے راضی رہوں۔ حضرت نصر بن محمد ابراہیم ثمر قندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندے پر تین چیزوں کی بناء پر ناراض ہو جاتا ہے: (۱) حکامِ الٰہی میں کوتاہی کرنے سے (۲) تقسیمِ الٰہی پر راضی نہ رہنے سے (۳) کسی چیز کو نہ پانے پر اللہ تعالیٰ سے ناراض ہونے سے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ بندے کو کوئی علم نہیں کہ بندے کی اصلاح کس نعمت کے ملنے پر ہے یا چھن جانے پر لہٰذا اس لئے مناسب یہی ہے کہ وہ دونوں حالتوں (تنگی و کشائش) میں یکساں

Marfat.com

(نفسِ مطمئنہ) رہے۔ کیونکہ سورہ بقرہ (2) کی آیت 216 سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ تم ناپسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم پسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔ اس لئے جیسا کہ سورہ حدید (57) کی آیت 23 میں ہے کہ تم دنیا کی کسی چیز کے ہاتھ سے جانے پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اترا جاؤ۔ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ تسلیم و رضا کی چھری سے ذبح ہو جاتے ہیں انھیں ہر لمحہ غیب سے ایک نئی زندگی عطا ہوتی رہتی ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ رضا جب قضا پر غالب آجاتی ہے تو تقدیرِ خُداوندی کا خوف ختم ہو جاتا ہے۔

معمولی معمولی تکلیف سے زباں پر ہیں شکوہ و شکایات
ایسی ہوتی ہیں کیا رضا والوں کی علامات؟
کیڑے جسم میں پڑ گئے کرب و بلا سر سے گزر گئے
جاری رہتی ہیں ان کی اپنے رب سے مناجات
دکھ ، درد ، آلام ، مصائب اور مشکلات
اپنی طرف بلانے کے یہ ہیں اُس کے پیغامات
کاش کہ ہمارے دل میں ہوتی اُس کی محبت
کہ اہلِ محبت ہی جانتے ہیں محبت کے اشارات
کربلا تو دور کی بات ہمیں تو بھاری ہے اطاعت
ہمیں کہاں ہے محبت بس دعوؤں کی ہے بہتات
غیر مبدّل احکامات کے تحت ہے دستورِ کائنات
کیونکر بدل جائیں رضا و کامیابی کے معیارات

Marfat.com

خوشنودی پانا ہی ہے یقیناً کامیابی زبردست
خواہشات کی کرنی ہو گی قربانی منیرؔ سرِ دست

****

توکل (بھروسہ)

سورہ شعراء (26) کی آیت 217 میں ہے کہ اس پر بھروسہ کرو جو عزت والا مہر والا ہے۔ سورہ زمر (39) کی آیت 38 میں ہے کہ آپ ﷺ فرمادیں کہ اللہ مجھے کافی ہے توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔ سورہ طلاق (65) کی آیت 3 میں ہے کہ جو اللہ کریم پر توکل کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تو صاحبِ عقل، بیدار اور مراقبے والے گروہ میں ہوتا تو تُو حق تعالیٰ کے سامنے بے زبان بنا رہتا اور اس کے جملہ افعال کو اپنے حق میں نعمت اور مصلحت سمجھتا پھر تجھ سے کہا جاتا کہ "کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں"۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ جب مومن کا توکل اور توحید صحیح ہو جاتے ہیں تو حق تعالیٰ اس سے وہ برتاؤ فرماتا ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نارِ نمرود میں فرمایا تھا۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ پر بھروسہ کرنا پوری تونگری ہے اور اس کے سوا دوسرے پر بھروسہ کرنا افلاس ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ توکل یہ ہے کہ تو رزق کی خاطر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ جس نے کسب سے انکار کیا گویا اس نے سنت سے انکار کیا اور جس نے توکل کا انکار کیا اس نے گویا ایمان کا انکار کیا۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ اپنے ایمان کے قوی ہونے تک کسب کرنا اور سبب کے ساتھ تعلق رکھنا لازمی سمجھ ورنہ جسمانی طاقتوں کی نعمت کا ناشکرا بن جائے گا۔

Marfat.com

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ترک عمل کا نام توکل نہیں بلکہ توکل علم اور حال سے ہونا چاہیے یعنی علم تو اس بات کا ہونا کہ اللہ تعالیٰ نے کھانے کیلئے ہاتھ، دانت، قوت، اور حرکت کو پیدا فرمایا، کھانا اور پانی دینا اسی کا کام ہے اور حال یہ ہو کہ سکونِ قلبی اور اعتماد اللہ تعالیٰ کے فعل پر ہو نہ کہ ہاتھ اور غذا پر۔ مولانا ظفر علی خاں نے توکل کا مفہوم سمجھانے کے لئے کیسی خوبصورت بات کی ہے۔

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
پھر انجام اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ توکل کے معنی یہ ہیں کہ دل کارساز پر اعتماد کرے اور اس سے مطمئن رہے ظاہری اسباب میں خلل پڑنے سے بندہ مایوس اور دلگیر نہ ہو، ہر کام میں اللہ تعالیٰ پر دل سے اعتماد کلی کا نام توکل ہے مگر ترکِ اسباب یا ترک کسب دیوانہ پن ہے۔ میاں محمد بخش نے کیا خوب فرمایا ہے۔

مالی دا کم پانی دینا بھر بھر مشقاں پاوے
مالک دا کم پھل پھل لونا لاوے یا نہ لاوے

سورہ ابراہیم (14) کی آیت 12 میں ہے کہ ہمیں کیا ہوا کہ اللہ پر بھروسہ نہ کریں کہ اس نے ہمیں ہدایت ونجات کی راہیں دکھائیں۔ سورہ نحل (16) کی آیت 99 میں ہے کہ بے شک اللہ پر بھروسہ کرنے والوں پر شیطان کا کوئی قابو نہیں۔ حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ایک کہتا ہے کہ میرا اللہ پر توکل ہے حالانکہ وہ جھوٹ کہتا ہے کیونکہ اگر اللہ پر اس کا توکل ہوتا تو وہ اس پر راضی رہتا جو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں کرتا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا توکل کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ بندہ اعتماد رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ روزی دینے کا

Marfat.com

کام قائم دائم رکھے گا۔ جیسا کہ سورہ ھود (11) کی آیت 6 میں ہے کہ زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔

سورہ آل عمران (3) کی آیت 159 میں ہے کہ "پس جب آپ کسی کام کا پختہ ارادہ کرلیں تو پھر اللہ پر توکل کریں بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"۔ یہ بات ہماری روزمرہ زندگی کے معاملات پر بڑی منطبق ہوتی ہے جب ہم کوئی اہم کام کرنے جارہے ہوں مثلاً کوئی کاروبار شروع کرنا ہو، کاروبار صحیح چل نہ رہا ہو، نوکری کرنی ہو، نوکری میں ایک کمپنی سے دوسری کمپنی میں جانا ہو، ملک سے باہر جانا ہو، لڑکے لڑکی کا رشتہ کرنا ہو وغیرہ وغیرہ یا سورہ بقرہ (2) کی آیات 155 تا 157 کے مطابق اللہ رب العزت ہمارا ایمان جانچنے کیلئے ہمیں خوف سے، بھوک (بے روزگاری) سے، کاروبار اور مال کے نقصان سے، اولاد و قریبی عزیز واقارب کے مرنے سے، اور کھیتی و باغات کے اجڑنے (ایسی ہی اور آزمائشوں) سے آزمائے تو ہم ان آزمائشوں اور پریشانیوں کے حل کے لئے توکل کو ایک طرف کر کے نماز اور صبر سے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کی بجائے (153:2) کسی استخارہ کرنے والے کے پاس جاتے ہیں کہ وہ استخارہ کر کے یا کوئی حساب کتاب کر کے بتائے کہ ہمارے لئے کیا بہتر ہے کیا نہیں حالانکہ سورہ بقرہ (2) کی آیت 216 میں ہے کہ "ہوسکتا ہے کہ تم ناپسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم پسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو" اور سورہ حدید (57) کی آیت 23 میں ہے کہ "تم دنیا کی کسی چیز کے ہاتھ سے جانے پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اترا جایا کرو" کیوں کہ اللہ رب العزت نے اپنی حکمت کے تحت حقائق اشیاء کا علم بندوں کو نہیں دیا۔ تو کیا اوپر بیان کردہ آیت (159:3) کے مطابق

Marfat.com

ایسے کسی عمل کی طرف جانے سے رضا کے ساتھ ساتھ توکل نہیں چلا جائے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "توکل اور توحید دو جڑواں بھائی ہیں" یعنی ہم پلہ ہیں یعنی توکل کے جانے سے توحید جاتی رہے گی دیکھیں بات کہاں تک چلی جائے گی۔ استخارہ کے کیا معنی ہیں؟ یہی کہ خیر طلب کرنا، اللہ کی مدد حاصل کرنا۔ آپ نے اللہ کریم پر توکل (بھروسہ) کر کے استخارہ (اللہ کی مدد حاصل کرنا) ہی تو کیا جیسا کہ کہ اس سے اگلی آیت 160 میں ہے کہ مدد کیلئے مومنوں کو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

آزمائشیں کیوں آتی ہیں؟ ان کے آنے پر بندہ نے کیا کرنا ہے؟ کے بارے میں جاننے کے لئے ہمیں آزمائشوں اور ان کے حل کو پیدا فرمانے والے خالق و مالک کے دروازے (قرآن) پر آنا ہوگا۔ اس دروازے پر نہ آنے کی وجہ سے ہم پر پامسٹوں، نجومیوں، زائچہ بنانے والوں، موکل والوں، عاملوں اور اشتہاری، نمائشی اور جعلی پیروں کی صورت میں گمراہی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ ان "غیب دانوں" کی طرف جانے کا مطلب ہے کہ ہم شیطان کے دروازے پر دستک دیکر اُسے کہہ رہے ہیں کہ آ اور ہمیں گمراہ کر۔ ان کی طرف جانے کا ارادہ کرنا گویا مسلمان کا پہاڑ (ایمان) کی چوٹی سے نیچے لڑھکنا ہے پھر نا معلوم کہاں رکے یا کسی کھائی (گمراہی) میں گرے۔ ان کے پاس جانے سے ایمان کا جو ستیاناس ہوتا ہے سو ہوتا ہے بلکہ المناک، ہولناک، اور عبرت ناک واقعات کی داستانیں الگ رقم ہوتی ہیں، الامان الحفیظ۔ یہ غیب دان کیا بتا سکتے ہیں؟ ان غیب دانوں (مسلم و غیر مسلم دونوں) اور ہاتھوں کی لکیریں، ستارے، کامیابی، ناکامی اور قسمت بنانے والے مالک و خالق کے قرآن میں دیئے ہوئے تصوارت کے درمیان کامیابی، ناکامی اور قسمت (اچھی، بری) کے بارے میں کوئی مطابقت ہی نہیں ہے۔ ان غیب دانوں کو اگر نمرود، فرعون،

Marfat.com

ہامان، قارون، شداد، ابوجہل، ابولہب، امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ یا عتبہ وغیرہ کے ہاتھوں کے پرنٹ ملیں یا ان کے زائچے بنائیں تو یہ ضرور ان لوگوں کو بڑے نصیبے والے (قسمت کے دھنی) بڑے کامیاب لوگ قرار دیں گے کیونکہ ان غیب دانوں کے کامیابی کے بارے میں تصورات و معیارات پر یہ لوگ (فرعون وغیرہ) پورا اُترتے ہیں ان (مسلم یا غیر مسلم دونوں) کے ہاں کامیاب زندگی کے معیارات یہی ہیں تا کہ زندگی کی تمام من پسند آسائشیں اور سہولتیں گھر کی دہلیز پر ہوں اور آزمائشوں سے پاک بے فکری کی زندگی ہو۔ اگر مسلمان آخرت پر ایمان رکھنے کے باوجود کافروں کی طرح ایسی کامیابی کیلئے سرگرداں ہوں تو ان کی عقل پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔ مگر سچی بات یہی ہے بقول واصف علی واصف، لوگ فرعون کی طرح جینا اور موسیٰ کی طرح مرنا چاہتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ جیسے جئیں گے ویسی حالت میں ہی مریں گے اور اسی حالت میں اُٹھائے جائیں گے۔ آسائشوں و زیبائش والی زندگی بسر کرنا یا ایسی زندگی کیلئے کوشاں ہونا بڑے خطرے کی بات ہے جیسا کہ سورہ واقعہ (56) کی آیت 45 میں ہے کہ بائیں طرف یعنی عذاب والے اس سے پہلے دنیا میں بے شک نازوں میں پلے تھے۔ سورہ ہود (11) کی آیت 116 میں کہ ظالم (پکڑ والے) دنیا میں اسی عیش کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں (آزمائش کے طور پر) دیا گیا اور وہ گنہگار تھے۔ سورہ انشقاق (84) کی آیت 13 میں ہے کہ پیٹھ کے پیچھے سے نامہ اعمال دیئے جانے والا بے شک دنیا میں اپنے گھر والوں میں خوش و خرم (بے فکر) تھا۔

☆ غیب دان اگر بندے کو یہ بتائیں کہ تیرے ہاتھ پر حرام خوری کی لکیر نے تیری نماز، روزہ، حج و عمرہ والی لکیروں کو کراس کر دیا ہے یا تیرے دل کی لکیر بتا رہی

ہے کہ تیرا دل کلر بلائنڈ ہو گیا ہے یعنی اس میں اچھائی و برائی دیکھنے اور حرام و حلال پرکھنے کی صلاحیت ختم ہو گئی ہے یا کوئی یہ بتائے کہ تیرے برے اعمال کی وجہ سے تیرا ستارہ اللہ کی ناراضی والے برج میں داخل ہو گیا ہے یا تیرا ستارہ اللہ سے بے خوفی والے برج میں رک گیا ہے جس کی وجہ سے تجھ سے گناہ سرزد ہو رہے ہیں اور ان گناہوں کی نحوست تیری زندگی پر چھائی ہوئی ہے یا دنیا پرستی کی وجہ سے تیرا ستارہ خُدا پرستی، اخلاص، صبر، شکر اور قناعت کے برجوں سے کوسوں دور ہے تو کوئی فائدہ مند بات بھی ہو۔ اس بے معنی دنیا کے جینے (39:40) کا دکھ اور سکھ بھی بے معنی ہے ہمارا محسن تو وہ ہو گا جو بامعنی (آخرت کی) زندگی کے دکھ اور سکھ کے اسباب سے ہمیں آگاہ کرے۔ یہی کام قرآن کے حامل اور عامل اولیاء سلف کیا کرتے تھے مگر اب یہ محکمہ بھی مکمل طور پر دنیا داری کی لپیٹ میں آچکا ہے بقول علامہ اقبال "ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن" (خرقۂ سالوس معنی مکر و فریب کا جبہ قبہ، مہاجن معنی سوداگر بیوپاری) ظاہر ہے کہ یہ ایمانی ترجیحات نہ ان قسمت بتانے والوں کی رہی ہیں اور نہ ان کے پاس جانے والوں کی رہی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ان غیب دانوں کے بتائے ہوئے عملیات سے لوگوں کی مشکلات دور ہوتی ہیں اور مرادیں پوری ہوتی ہیں تو بھائی عرض ہے کہ مندروں، گرجوں، ٹمپلوں، اور معبدوں میں آنے والوں کی بھی تو مشکلات دور اور مرادیں پوری ہوتی ہیں تو کیا یہ ان کے حق ہونے کی دلیل ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ دھوکہ کھانے والی بات ہے۔ سورہ احزاب (33) کی آیت 38 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کاموں کا وقت مقرر پر وقوع پذیر ہونا طے کیا ہوا ہے۔ سورہ طلاق (65) کی آیت 3 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز (تنگی اور آسانی) کا اپنے وقت پر انتہا پذیر ہونا مقرر کر رکھا ہے۔ سورہ السجدہ (32) کی آیت 5 میں ہے کہ "وہ (اللہ) آسمان سے

لے کر زمین تک ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے پھر وہ کام (آخرت میں اپنی جزا پانے کیلئے) آسمان کی طرف چڑھ جاتا ہے"۔ یعنی (ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی) کے سب کام اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ خودکار نظام کے تحت وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں مگر ان کاموں کے انجام کے بندے خود ذمہ دار ہوں گے۔ سورہ طٰہٰ (20) کی آیت 129 میں ہے کہ" اگر تیرے رب کا امر پہلے ہی مقرر شدہ اور وقت معین کردہ نہ ہوتا تو اسی وقت انہیں (تکذیب رسالت پر) عذاب آچمٹتا"۔ اللہ تعالیٰ اپنی طے شدہ بات کو باوجود اس بات کو تبدیل کرنے پر غالب اور قادر ہونے کے، باوجود اپنے رسولوں کی تکذیب کے تبدیل نہیں کرتا چہ جائیکہ کسی عیرے غیرے (ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی) کے کہنے یا ان کے کسی عمل پر اپنے نظام میں تبدیلی کرلے؟ سورہ فاطر (35) کی آیت 43 میں ہے کہ" آپ اللہ کے دستور کو کبھی (کسی کے کہنے پر بھی) بدلتا ہوا اور منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے"۔ لہٰذا کسی ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی کو مشکلیں حل کرتے اور مرادیں پوری کرتے دیکھ کر دھوکہ مت کھائیں۔ اللہ والے تو ہمیشہ راضی برضا رہتے ہیں، وہ اُس کے سامنے ایسے ہوتے ہیں جیسے غسال کے ہاتھوں میں مردہ، بھلا وہ کیونکر اُس کی مرضی میں مخل ہوں۔ مصحفی نے کیا خوب بات کہی ہے۔

ان ستاروں سے کیا پوچھتے ہو کب دن میرے پھرتے ہیں
یہ تو بیچارے خود ہیں بھکاری ڈیرے ڈیرے پھرتے ہیں

توکل سے پھرے ہوئے جن کے پیچھے پھرتے ہیں
یہ تو ظالم ہیں پیٹ کے پجاری، گمراہی پیچھے پھرتے ہیں
کسب حرام میں یہ سرگرم، رکھتے نہیں ذرا دل یہ نرم
دولت ہے ان کی خدا، خدا یہ لوگوں کے بنے پھرتے ہیں

Marfat.com

جنات اور اُن کی طاقت (علم)

سورہ انعام (6) کی آیت 128 میں ہے کہ جس دن ان سب کو اُٹھائے گا اور فرمائے گا اے جنات کی جماعت! تم نے بہت سے آدمی گھیر لیے (بہکا دیئے) اور ان کے دوست انسان عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ اُٹھایا (شہوات و معاصی میں) اور ہم اپنی اس معیاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی' اللہ فرمائے گا کہ تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے مگر جسے اللہ چاہے۔ سورہ شعراء (26) کی آیات 221 تا 223 میں ہے کہ میں تمہیں بتادوں کہ کس پر اُترتے ہیں شیطان' اترتے ہیں ہر بڑے بہتان لگانے والے گناہگار کاہنوں پر' شیطان سنی سنائی ہوئی ان کاہنوں پر ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔ سورہ نمل (27) کی آیات 38 تا 40 میں ہے کہ "حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے سردار و تم میں سے کوئی ہے جو بلقیس کے مسلمان ہو کر پہنچنے سے پہلے ہی اس کا تخت میرے پاس لا دے' ایک قوی ہیکل جن کہنے لگا' میں اسے آپ کی مجلس برخاست ہونے سے پہلے آپ کے پاس لا دیتا ہوں یقین مانیے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانت دار' (شاید آپ کو اس کا یہ دعویٰ عجب پسند نہ آیا ہو اور انسان کی طاقت کو ظاہر کرنا بھی مقصود ہو تو آپ نے فرمایا کہ کوئی اس سے بھی جلدی) تو ایک انسان نے عرض کی جس کے پاس (اس وقت کی) کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے حضور پلک جھپکنے میں حاضر کر دوں گا' پھر پلک جھپکنے میں جب سلیمان علیہ السلام نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری"۔ ان آیات سے ظاہر ہوا کہ بندۂ مومن بڑے سے بڑے 'جن' سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اس میں جنوں والے

Marfat.com

پیروں اور عاملوں کے پاس جانے والوں کیلئے بھی سبق ہے۔ سورہ سبا (34) کی آیت 14 میں ہے کہ "پھر جب ہم نے ان (سلیمان علیہ السلام) پر موت کا حکم بھیجا تو جنات کو ان کی موت کی خبر نہ ہوئی مگر زمین کی دیمک ان کا عصا کھا گئی جس کے سہارے پر آپ تھے' پھر جب آپ گر پڑے تو اس وقت جنوں نے جان لیا (کہ آپ کا انتقال ہو چکا ہے) اگر وہ غیب داں ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے"، اب ذرا جنوں والے پیروں اور عاملوں کا حال دیکھیں کہ جس کے پاس جو بھی ہے وہ اسے سب سے بڑا جن یا جنوں کا سردار قرار دیتا ہے اور بزعم خود ان جنات کے علم کے' لوگوں کی مشکلات حل کرتے ہیں اور بالخصوص کہتے ہیں کہ فلاں وجہ سے پریشانی یا تکلیف ہے یا فلاں نے جادو کیا ہے' ان نام نہاد پیروں اور عاملوں کی ساری طاقت تقریباً ایسی ہی "غیب کی اطلات" دینے تک ہی محدود ہوتی ہے ان "غیب کی اطلاعات" نے جو گھر اُجاڑے جو نفرتوں کی دیواریں کھڑی کیں جو معاشرہ میں حشر سامانیاں برپا کیں' الامان الحفیظ۔ قرآن کی یہ آیت مبارکہ (14:34) واضح بتاتی ہے کہ جنات کو علم غیب نہیں ہے جس کا یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ جنوں والے پیر کس بنا پر لوگوں کو "غیب کی خبریں" دیتے ہیں؟ یہ بہت بھاری بوجھ اُٹھا رہے ہیں۔

سورہ صافات (37) کی آیات 6 تا 9 میں ہے کہ ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا اور ہر سرکش شیطان سے اسے حفاظت میں رکھا' عالمِ بالا کے فرشتوں کو سننے کیلئے وہ اب کان بھی نہیں لگا سکتے بلکہ ہر طرف سے وہ مارے جاتے ہیں مگر جو کوئی ایک آدھ بات اچک لے بھاگے تو اس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے۔ سورہ جن (72) کی آیات 6 تا 10 میں ہے کہ "بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی اور

Marfat.com

تکبر میں اور بڑھ گئے' اور یہ کہ انھوں نے گمان کیا جیسا تمہیں گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا (ٹٹولا) تو اسے سخت پہروں اور سخت شعلوں سے پُر پایا اس سے پہلے ہم باتیں سننے کیلئے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے اب جو بھی کان لگاتا ہے وہ ایک شعلہ کو اپنی تاک میں پاتا ہے اس لیے ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ ان کے رب نے کسی سختی کا ارادہ فرمایا ہے یا ان کے ساتھ نرمی، مہربانی و راہِ راست دکھانے کا ارادہ فرمایا ہے''۔ یہ کسی عام 'جن' کی باتیں نہیں ہیں بلکہ یہ ایک صحابی جن ہے۔ کسی بڑے سے بڑے صاحبِ کرامت ولی اللہ کا مقام جہاں سے ختم ہوتا ہے وہاں سے صحابی کا مقام شروع ہوتا ہے۔ ان آیات مبارکہ سے یہ شک بالکل رفع ہو جاتا ہے کہ جنات کو عالمِ بالا کا کوئی علم ہے' وہ کچھ نہیں جانتے اور نہ ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ اب وہ نام نہاد پیر جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے پاس جنات یا موکل وغیرہ ہیں اور ہم لوگ بھاگے بھاگے ان کے پاس اپنے مستقبل کا حال پوچھنے اور اپنے آئندہ کے منصوبہ جات اور کام کاج کی کامیابی یا ناکامی یا ان میں بہتری یا خرابی کا معلوم کرنے چلے جاتے ہیں تو جنات کیلئے اب ایسا معلوم کر لینا ممکن نہیں ہے اور یہ سراسر ان قرآنی آیات کی روشنی میں خلافِ قرآن اور خلافِ اسلام ہے۔ ایسے معاملات اللہ کے نظام اخفاء کا حصہ ہیں کوئی اللہ والا اللہ کے نظام میں نقب زنی نہیں کرتا۔ اہل تصوف کا قول ہے کہ عارف گونگا ہوتا ہے۔

****

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
درویشی بھی عیاری ، سلطانی بھی عیاری

(اقبال)

Marfat.com

خواہش نفس

حضرت مولانا اللہ یار خاں رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب دلائل السلوک میں فرماتے ہیں کہ ”فرشتہ ماں کے پیٹ میں جو پھونکتا ہے وہ روح ہے جب پیدا ہوتا ہے اور (شعوری طور پر) کسبِ اخلاق اور اوصاف حمیدہ یا ذمیمہ کرتا ہے اور بدن سے عشق ومحبت پیدا کر لیتا ہے اور مصالح بدن میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس پر لفظ نفس بولا جاتا ہے قبل از اکتسابِ اوصاف روح پر لفظ نفس کا بولنا ٹھیک نہیں، جب یہ اوصاف سے متصف ہو جاتا ہے تو اس میں صفت غفلت اور شہوت پیدا جاتی ہے تو اس پر لفظ نفس کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ نفس کا فعل بھی غفلت اور شہوت ہے، نفس کی صفت غفلت اور شہوت کو مجاہدہ اور ریاضت سے کم کیا جا سکتا ہے ان رذائل کو قلتِ طعام، قلتِ کلام، تخلیہ (گوشہ نشینی) اور تقویٰ سے کم کیا جا سکتا ہے روح اور نفس کے درمیان فرق باعتبارِ صفات کے ہے نہ کہ باعتبارِ ذات کے“۔ نفس کی صفت کے بارے سورہ یوسف (12) کی آیت 53 میں ہے کہ ”(حضرت یوسف علیہ السلام نے خود بینی وخود پسندی کے شائبہ سے بچنے کیلئے بطریق تواضع وانکساری فرمایا) اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا، بے شک نفس تو ہمیشہ برائی کا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے“۔ یعنی حق کی مخالفت اور برائی سے الفت نفس کی جبلت میں شامل ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفس کا آرام وسکون باطل میں ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان جب تک اپنے آپ کو فراموش اور دنیاوی آرام وسکون سے بے تعلق نہ کر لے وہ مسلمانی سے بے خبر ہے۔ علامہ اقبال اس بات کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی

Marfat.com

اے شیخ بہت اچھی مکتب کی فضا لیکن — بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

سورہ شمس (91) کی آیات 7 تا 10 میں ہے کہ قسم ہے انسانی نفس کی کہ اسے سنوار دیا قوائے کثیر سے یعنی نطق، سمع، بصر، فکر و خیال اور علم و فہم سب کچھ عطا فرمایا اسے اچھی طرح سمجھ بوجھ عطا فرمائی برائی کی اور اس برائی سے بچ کر چلنے کی یعنی اسے خیر و شر اور اطاعت و معصیت کے نتائج سے اچھی طرح باخبر کر دیا بے شک مراد کو پہنچا وہ جس نے اپنے نفس کو برائیوں اور نافرمانیوں سے پاک رکھا اور نامراد ہوا وہ جس نے اسے نافرمانیوں میں ڈال کر آلودہ کر دیا۔ سورہ قصص (28) کی آیت 50 میں ہے کہ اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت چھوڑ کر، بے شک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالم لوگوں کو۔ سورہ ص (38) کی آیت 26 میں ہے کہ اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ یہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی بے شک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے ایسے لوگ حساب کے دن کو بھولے بیٹھے ہیں۔ سورہ جاثیہ (45) کی آیت 23 میں ہے کہ دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود ٹھہرا لیا ہے اور سمجھتے بوجھتے ہوئے گمراہ ہو گیا۔ سورہ نازعات (79) کی آیات 40 اور 41 میں ہے کہ اور وہ جو اپنے رب کے حضور (حساب کتاب کیلئے) کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک اس کا جنت ہی ٹھکانا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت خلاف نفس کام کرنے سے حاصل ہوگی اور دوزخ میں لوگ شہوات کی پیروی کی وجہ سے جائیں گے یہ بھی آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ سب سے بڑا معبود جو زمین پر پرستش کیا جاتا ہے خواہش نفس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا: داؤد! اپنی خواہشات ترک کر دے کیونکہ

Marfat.com

میرے ملک میں خواہشات کے سوا مجھ سے کوئی جھگڑا کرنے والا نہیں۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہر منہ زور اور سرکش جانور کی نسبت نفس سرکش سخت لگام کا محتاج ہے آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ توریت میں ہے کہ جب آدمی نے خواہش نفسانی کو پامال کر ڈالا تو آزاد ہو گیا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے نفس کو محفوظ نہ رکھا اس کے علم نے اسے کوئی فائدہ نہ دیا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمہارے حق میں سب سے بدتر چیز تمہاری شہوتیں ہیں جو دنیا کو تمہارا محبوب اور فقر کو تمہارا مبغوض بناتی ہیں اور تم کو تباہیوں میں گراتی ہیں مزید فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے نفس ہی کا اُستاد نہ بن سکا وہ دوسرے کا اُستاد کیا بنے گا پیرانِ پیر مزید فرماتے ہیں کہ غفلت نے تجھ پر قبضہ جما لیا ہے خواہشِ نفس نے تجھ کو قیدی بنا لیا ہے تیرا سارا فکر کھانے پینے نکاح کرنے سونے اور اپنی اغراض پوری کرنے کے متعلق ہے تیرا اہتمام کفار اور منافقین کا سا اہتمام ہے حلال سے ہو یا حرام سے، اپنا پیٹ بھر لینے کے بعد تیرے دل پر بھی اثر نہیں کہ تجھ پر کچھ فرض ہے یا نہیں؟ تیرا بچہ مر جاتا ہے تو تجھ پر قیامت گزر جاتی ہے مگر تیرا دین مرتا ہے تو تجھ کو پرواہ بھی نہیں ہوتی آپ مزید فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے لذات، شہوات اور گناہوں میں نفس کے انہماک کے سبب اس سے مجاہدے کو جہادِ اکبر قرار دیا ہے کہ یہ ہر وقت کا جہاد ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ ساری سلامتی قضا و قدر پر راضی رہنے، آرزوؤں کو کوتاہ کرنے اور دنیا کی رغبت کھو دینے میں ہے مزید فرماتے ہیں کہ جب تک نفسانی خواہش انسان پر حکمران اور اس کی پیشوا رہتی ہے تو بندہ حکمِ قضا پر راضی نہیں ہوتا اور وہ نتیجہ میں دکھ پر دکھ سہتا ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ جس کا نفس شکستہ ہو جاتا ہے اُس کے نزدیک سونا چاندی، پتھر ہیرا، مداح و ذم، بیماری و تندرستی اور تونگری و

Marfat.com

مفلسی سب مساوی ہو جاتا ہے مزید فرماتے ہیں کہ جب تو اپنی خواہشات سے مر جائے گا یعنی نفس کو شکستہ کرے گا تو تجھے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر رحم کیا ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے قریب اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ تو اپنا سارا وجود، ارادے اور خواہشات کو اُس کی اُلفت و یاد میں فنا نہ کر دے نفس کو ایسا شکست خوردہ کرلے جس میں کوئی ارادہ یا خواہش ٹھہر نہ سکے جیسے کسی ٹوٹے ہوئے برتن میں نہ صاف پانی ٹھہرتا ہے نہ گدلا۔ علامہ اقبالؒ اس بات کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'خواہش' نفس کے اوصاف کا نام ہے شیطان حقیقت میں بندے کا نفس اور بندہ کی خواہش ہی ہے بندہ کسی بھی عبادت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اتنا قریب نہیں ہوتا جتنا نفس کی مخالفت کرنے سے ہوتا ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا خلوص نفس کی دشمنی اور اس کی خواہشات کو ختم کر دینے سے پیدا ہوتا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابلیس نے زمانہ صحابہ میں اپنے لشکریوں سے کہا کہ تم ان پر قابو نہ پاسکو گے اس لیے کہ یہ اپنے نبی (ﷺ) کی صحبت میں رہے اور کلام اللہ کے نزول کو دیکھا مگر بعد میں ایک قوم ہوگی جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور تم ان سے خوب کھیلو گے اور خواہشِ نفس کی باگوں سے ان کو جدھر چاہو گے کھینچ لو گے آپ مزید فرماتے ہیں کہ آدمی اپنے اعمال اور اتباعِ خواہش سے اپنے آپ کو ریشم کے کیڑے کی طرح خود ہلاک کرتا ہے مزید فرماتے ہیں کہ دیکھو آدمی بھی شہواتِ دنیاوی پر گرنے میں ایسا

Marfat.com

ہی ہے جیسا کہ پروانہ آگ (شمع) پر گرنے میں ہے کیونکہ انوارِ شہوات صورتِ ظاہری کی رو سے آدمی کو معلوم ہوتے ہیں اور اُس کو معلوم نہیں ہوتا کہ ان کے نیچے زہرِ قاتل (ہلاکت) ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ خواہشات عبادات سے مانع ہیں اور سیر ہو کر کھانا خواہش کی مدد ہے اور بھوک خواہشوں کو مار دیتی ہے۔

مگر جس نے خواہشاتِ نفسانی کی فضاؤں اور طمع و لالچ کی وادیوں میں پرورش پائی ہو اسے کیا خبر کہ نفس کی خواہش، طمع اور ایثار کیا ہے! بقول حضرت علامہ اقبالؒ۔

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں
اُسے کیا خبر کہ کیا ہے راہ و رسمِ شاہبازی

ہائے وہ فریب خوردہ شاہیں کیا جانے نفسِ شکستہ
جو دنیا کے دانہ پہ منیر ہمہ وقت گرنے پہ ہے کمر بستہ
اسلاف کا تھا ضبطِ نفس کیلئے بھر پور اہتمام
ہم نے دھر دیا اُن پہ حلال کو حرام کرنے کا الزام
طمع کی خبریت نہ جانیں ہم ایثار کی حقیقت
اپنی خواہش کو دبانے کی ذرا نہیں ہم میں ہمت
خواہشِ نفس کا شیطاں سے ہے پکا دوستانہ
گناہ پیدا کرنے میں یہ ہے شیطاں کا کارخانہ

****

Marfat.com

جانور بلکہ جانوروں سے بھی گئے گزرے

سورہ جمعہ (62) کی آیت 5 میں ہے کہ جن کو توریت دی گئی پھر انھوں نے اِس پر عمل نہ کیا گدھے کی مثل ہیں۔سورہ مدثر (74) کی آیات 49 اور 50 میں ہے کہ انھیں کیا ہو گیا ہے؟ کہ نصیحت (قرآن) سے منہ موڑ رہے ہیں گویا کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں۔سورہ اعراف (7) کی آیت 176 میں ہے کہ "جو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اُس کا حال کتے کی طرح ہے"۔علم ہونے کے باوجود اپنے نفس کا غلام بنے رہنا، اسی کے آرام وسکون کے پیچھے لگے رہنا، دنیاوی فائدوں کو ترجیح دینا، دنیا کی عارضی لذتوں کی خاطر آخرت کو فراموش کر دینا اور دنیا کے مال واسباب کے پیچھے ہی پڑے رہنے والوں کی اس آیت میں مثال کتے سے دی گئی ہے۔حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا روڑی کے ڈھیر کی طرح ہے اور کتوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے اور کتوں سے بدتر ہے وہ آدمی جو دنیا کو جمع کرنے کیلئے اس کے اوپر بیٹھ جاتا ہے اس لیے کہ کتا اپنے حاجت کے مطابق ضرورت پوری کر کے یعنی سیر ہو کر چلا جاتا ہے لیکن دنیا کو دوست رکھنے والا دنیا سے اور دنیا کے جمع کرنے سے واپس نہیں لوٹتا۔اسی سورہ کی آیت 179 میں ہے کہ بے شک ہم نے جہنم کیلئے پیدا کیے بہت سے جن اور آدمی، وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں (اچھائی برائی، حلال حرام اور اصلی نفع نقصان کا پتہ ہی نہیں) اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں (کہ کس گڑھے میں گر رہے ہیں) اور وہ کان جن سے سنتے نہیں (نصیحت کو سنی ان سنی کر دیتے ہیں) وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ جانوروں سے بھی گئے گزرے، یہی غفلت شعار لوگ ہیں۔اس آیت مبارکہ میں غفلت کی بناء پر جہنم میں جانے والوں کا حال اور ان کی خصوصیت بیان فرمائی ہیں کہ دل رکھنے کے باوجود سوچتے نہیں

Marfat.com

کہ کل کیا بنے گا؟ اپنی بداعمالیوں کا کیا جواب دینا ہے؟ مختلف قوموں، گروہوں اور افراد کے عبرتناک انجام دیکھ اور سن کر بھی عبرت نہیں پکڑتے اور نصیحت اثر ہی نہیں کرتی اور بہت بڑے خطرے کا علم آنے کے باوجود اس سے بچنے کی ذرا بھی تدبیر نہیں کرتے گویا جانوروں سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں کیونکہ جانور بھی خطرے کو بھانپ کر بچنے کی کوشش کرتا ہے، کھانے پینے اور نسلی بڑھوتری وغیرہ میں تمام حیوانات بھی اپنے حواس سے کام لیتے ہیں اگر انسان بھی اتنا ہی کرتا رہا تو بہائم پر کیا فضیلت؟ بلکہ بہائم سے گر گیا کیونکہ اس کو عقل جیسی انمول دولت سے نوازا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تجھ کو محشر کی کرب ناکیوں، پل صراط کی غم ناکیوں اور دوزخ کی ہولناکیوں پر ایمان نہیں تو معلوم ہوا کہ تو طبقاتِ جہنم میں لمبا عرصہ رہنا چاہتا ہے اور اگر ایمان ہے مگر غافل ہو کر تیاری میں سستی کرتا ہے تو تُو بڑا سرکشی والا ہے۔ سورہ انفال (8) کی آیت 22 میں ہے کہ "بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدتر وہ لوگ ہیں جو جانوروں کی طرح بہرے گونگے ہیں جن کو عقل نہیں"۔ عقل، کان، آنکھ، ہاتھ پاؤں اور زبان سے فائدہ نہیں اُٹھاتے، ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی حاصل کرنے اور آخرت سنوارنے کے کام میں نہیں لاتے۔ کوئی چیز (نعمت) جس مقصد کیلئے پیدا ہوئی ہے اُسے اُس مقصد (مقصد ایک ہی ہے کہ اللہ کی رضا جوئی کے کاموں میں استعمال کرنا) میں استعمال نہ کرنا اُس نعمت کی ناشکری ہوگی چہ جائیکہ اس نعمت (عقل، کان، آنکھ، زبان اور ہاتھ پاؤں وغیرہ) کو اللہ کی نافرمانی میں استعمال کیا جائے، کتنا بڑا ظلم ہوگا! ہے نا جانوروں سے بھی بدتر ہونے والی بات! حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتا بھی شکار کرنے، کھیتی و مویشی کی نگہبانی کرنے اور مالک کی حفاظت کرنے میں اپنے مالک کی خیر خواہی کیا کرتا ہے اور اُسے

Marfat.com

دیکھ کر کھلاریاں کرتا ہے حالانکہ وہ اس کو صرف دو نوالے یا ذرا سی مقدار خوراک دیا کرتا ہے اور تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قسم قسم کی نعمتیں شکم سیر ہو کر کھاتا رہتا ہے اور اس کا حکم رد کرتا ہے۔ سورہ فرقان (25) کی آیت 44 میں ہے کہ کیا آپ ﷺ نے اُسے دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود (خُدا) بنا لیا ہے، کیا آپ ﷺ ان کے وکیل ہو سکتے ہیں؟ کیا آپ ﷺ اس خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر (نصیحت و دلائل و براہین کو) سنتے یا سمجھتے ہیں؟ نہیں، یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جانور بھی اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور جو انہیں کھانے کو دے اس کے مطیع رہتے ہیں اور احسان کرنے والے کو پہچانتے ہیں اور (نفع دینے والی یعنی) چراگاہوں کی راہیں جانتے ہیں مگر یہ نفس کے پُجاری ان سے بھی بدتر ہیں کہ نہ اپنے رب کی اطاعت کرتے ہیں نہ اس کے احسان کو پہچانتے ہیں نہ شیطان جیسے کھلے دشمن کی ضرر رسانی کو سمجھتے ہیں نہ ثواب جیسی عظیم المنفعت چیز کے طالب ہیں اور نہ عذاب جیسے مضر مہلکہ سے بچتے ہیں۔

خواہش نفس کی پیروی نے انساں کہ حیواں بنا دیا
حیواں کیا بنایا اسفل السافلین میں گرا دیا
گر مقصود ہے کہ ہمارا نہ ہو حیوانوں کا سا حال
تو پیدا کر لے کسی طرح اپنے اندر ایک کوتوال
اُس کوتوال کے ہاتھ میں ہو فرقانی ہنٹر
پھر کہیں جا کے بنے گا مُنیر قرآنی کریکٹر

****

Marfat.com

شرک

سورہ نساء (4) کی آیات 48 اور 116 میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کسی کے جس قدر چاہے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے لیکن یہ گناہ ہرگز معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیا بلاشبہ اُس نے گناہِ عظیم کیا۔ شرک کے تین مرتبے ہیں اور تینوں حرام ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی الٰہ (معبود) یقین کرنا، یہی شرک اعظم ہے (۲) کسی کے متعلق یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ مستقل طور پر اور بالذات اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی کام کر سکتا ہے اگرچہ اس شخص کو الٰہ نہ مانتا ہو (۳) کسی کو عبادت میں شریک کرنا اور یہ ریاء ہے اور یہ بھی شرک کی ایک قسم ہے۔ کوئی مسلمان کیونکر اللہ کا شریک بنائے جس کا اللہ ایسا ہو جیسا کہ سورہ انفال (8) کی آیت 40 میں ہے کہ اللہ ہی تمہارا مولیٰ ہے تو کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔ سورہ (4) کی آیت 45 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہونا کافی ہے اور اللہ تعالیٰ کا مددگار ہونا تو بس ہے۔ سورہ نمل (27) کی آیت 62 میں ہے کہ وہ بے کس ولاچار کی سنتا ہے جب وہ اُسے پکارے اور دور فرماتا ہے سختی و برائی۔ سورہ یوسف (12) کی آیت 101 میں ہے کہ (حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کی) اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے تو ہی میرا کام بنانے والا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اللہ بس، ماسوا اللہ ہوس"۔

ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ ایک شخص احسان کرتا ہے یا صدقہ دیتا ہے مگر اس کو یہ بات محبوب ہے کہ لوگ اس کی تعریف بھی کریں اور ثواب بھی ملے، آنحضرت ﷺ نے اُس کو کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ آیت

Marfat.com

مبارکہ (کہف 110:18) اُتری (مفہوم) ''پھر جس کو اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اُسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور ساجھ (شریک) نہ رکھے اپنے رب کی بندگی میں کسی (نفس اور مخلوق) کا''۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کہ جس پر تو اعتماد کرے وہ تیرا معبود ہے اور ہر وہ شخص جس سے تو خوف کھائے یا توقع رکھے وہ تیرا معبود ہے اور ہر وہ شخص جس پر نفع یا نقصان کے متعلق تیری نظر پڑے اور تو یوں نہ سمجھے کہ حق تعالیٰ ہی اس کے ہاتھوں اس کا جاری فرمانے والا ہے تو وہ تیرا معبود ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ شرک ظاہر تو بتوں کی پرستش کرنا ہے اور شرک باطن مخلوق پر بھروسہ رکھنا اور نفع ونقصان میں ان پر نگاہ ڈالنا ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ جس نے دنیا کے امیروں سے طمع یا خوف کو دل میں جگہ دی وہ موحد یا نائب رسول اللہ ﷺ ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ خالق کے بدلے مخلوق سے امید وخوف رکھنا شرک ہے، آپ مزید فرماتے ہیں کہ صاحبو! تمہارے نفس خدائی دعویٰ کر رہے ہیں اور تم کو خبر نہیں اس لیے کہ وہ ترجیح دیتے ہیں حق تعالیٰ پر اس کے دشمن شیطان ملعون کو محبت میں اور اطاعت میں، آپ مزید فرماتے ہیں کہ جب تو نے دنیا کے ظالم حکمرانوں، فرعونوں، سلطانوں اور اُمرائے دنیا کو باعظمت سمجھا اور حق تعالیٰ کو بھولا اور اس کو معظم نہ سمجھا تو تیرے لیے وہی حکم ہے جو بت پرستوں کیلئے ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ اے بوالہوسو! زبان کی بک بک میں اور باطن کی جہالت کے ساتھ ظاہر کے فقہ میں مشغول رہنے والو! جب تم کہتے ہو کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے مگر جھوٹ کہتے ہو کیونکہ معبودوں کا ایک گروہ تمہارے قلوب میں موجود ہے۔ حضرت علامہ اقبالؒ اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں ؎

زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بت پندار کو اپنا خُدا تو نے

Marfat.com

پیرانِ پیر مزید فرماتے ہیں کہ شرک صرف صنم پرستی ہی کا نام نہیں بلکہ خواہشاتِ نفس کی اتباع بھی شرک کے دائرہ میں آجاتی ہے۔حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواہش نفس کی اتباع سے توحید کے کمال میں فرق آتا ہے۔حضرت ابو عبداللہ بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواہشات سے اعراض کرنا عین توحید ہے۔حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تیرے دل میں کسی چیز کا گزر نہ ہو اور مخلوقات کا خیال تیرے باطن میں بالکل نہ گزرے۔حضرت مولانا اللہ یار خاں رحمۃ اللہ علیہ دلائل السلوک میں لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ تزکیۂ باطن کے بغیر شریعت پر کماحقہٗ عمل ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ لا الہ الا اللہ پڑھنے سے الہ ظاہری کی نفی تو ہو گئی مگر جب تک تزکیۂ نفس نہ ہوگا الہ باطنیہ کی نفی نہ ہو سکے گی۔

جو حاضر و موجود سے بیزار، اللہ سے سرشار کردے
ایسے کار اور کارکن سے اپنا تعلق استوار کرلے
ایک ہی بات ہے ایک ہی کی بات ہے
ایک ہی کی اطاعت میں کامیاب حیات ہے

(منیر)

****

کتاب اللہ صرف کتاب نہیں یہ ہے رب کا دروازہ
اس پہ نہ آنے کا منیر بھگتنا پڑے گا خمیازہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی کیسے نصیب ہو!

سورہ بقرہ (2) کی آیت 165 میں ہے کہ ایمان والے اللہ تعالیٰ سے شدید محبت (عشق) کرتے ہیں۔ یعنی ایمان اور اللہ کی محبت، نہ صرف محبت بلکہ عشق لازم و ملزوم ہیں جتنا ایمان زیادہ اور پکا اُتنی محبت زیادہ اور پکی۔ اللہ کے ساتھ ہم اپنی محبت سے اپنے ایمان کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ سورہ مطففین (83) کی آیت 26 میں ہے کہ رغبت کرنے والوں کو اللہ کریم کی طرف ہی (اطاعت کی طرف سبقت کر کے اور نافرمانیوں سے باز رہ کر) رغبت کرنی چاہیے۔ سورہ زاریات (51) کی آیت 50 میں ہے کہ تو بس اللہ کی طرف بھاگو (اطاعت میں تیزی لاتے ہوئے)۔ حدیث شریف میں ہے کہ سب سے اچھی طلب اللہ کی طلب ہے اور سب سے اچھی یاد اللہ کی یاد ہے۔ سورہ عنکبوت (29) کی آیت 41 میں ہے کہ "ان کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا اور دوست بنا لیے ان کی دوستی مکڑی کے جالے کے گھر کی طرح ہے اور بے شک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر، کیا اچھا ہوتا اگر لوگ (وہ جو اللہ کے سوا دوست بناتے ہیں) یہ بات سمجھ جاتے"۔ چونکہ اللہ سے محبت اور دوستی کا دوسرا نام ایمان ہے اس لئے اللہ کی محبت اور دوستی حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اللہ کی محبت اور دوستی حاصل کرنے کا سیدھا سادا فارمولا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جس چیز سے محبت ہے اُس کو دل و جان سے اپنا لیا جائے۔ آفاقی سچائی ہے کہ محبوب کا محبوب (عمل، چیز، شخص) بھی محبوب ہوتا ہے اور محبوب کا دشمن (عمل، چیز، شخص) بھی دشمن ہوتا ہے۔ آئیں اِس تناظر میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی حاصل کرنے کیلئے قرآن کی روشنی سے استفادہ کرتے ہیں۔ سورہ بقرہ (2) کی آیت 222 میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور (ظاہر و باطن میں) صاف ستھرا رہنے والوں کو۔ امام

غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حبیب اُس کو کہتے ہیں کہ جو چیز اپنے حبیب کو بُری معلوم ہو اُس کے قریب بھی نہ پھٹکے۔ سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 31 میں ہے کہ اے محبوب ﷺ آپ فرمایئے انہیں کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تب اللہ کریم تم سے محبت فرمانے لگے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا بہت مہربان ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت الٰہی کا سارا راز آنحضرت ﷺ کے فرمان و عمل کی پیروی میں ہے۔ اِسی سورہ کی آیت 159 میں ہے کہ بے شک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ سورہ اعراف (7) کی آیت 196 میں ہے کہ وہ (اللہ) نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔ سورہ توبہ (9) کی آیت 4 میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خار دار جھاڑیوں (دنیا) کے درمیان سے اپنے دامن کو سمیٹتے ہوئے گزرنے کا نام تقویٰ ہے۔ سورہ مریم (19) کی آیت 96 میں ہے کہ بے شک جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال (بمطابق سنت) کیے ہیں ان کیلئے اللہ رحمٰن اپنی محبت مزید بڑھا دیتا ہے۔ سورہ جاثیہ (45) کی آیت 19 میں ہے کہ بے شک ظالم (نافرمان) ایک دوسرے کے دوست ہیں اور ڈر والوں کا دوست اللہ۔ سورہ صف (61) کی آیت 4 میں ہے کہ بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انھیں جو اُس کی راہ میں صف در صف لڑتے ہیں گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بندے کے ساتھ اِس طرح ہے کہ بندے پر سے شواغل اور گناہوں کو ہٹا کر اور اس کے باطن کو کدوراتِ دنیاوی سے پاک کر کے اپنی ذات سے قریب فرمالے اور اس کے دل سے

Marfat.com

حجاب اُٹھا ڈالے یہاں تک کہ بندہ اس کا مشاہدہ اسی طرح کرے گویا اپنے دل سے اس کو دیکھ رہا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ محبوب کے متعلقات سے محبت ہونی کمال درجے کی محبت پر دلالت کرتی ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ محبت الٰہی کی علامت یہ ہے کہ اس کے ذکر سے محبت ہو، مزید فرماتے ہیں کہ محبت کے عمل میں تھکن نہیں ہوتی اور بخدا محب کو کبھی اطاعت سے سیری نہیں ہوتی۔ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تم سے پوچھا جائے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو چپ ہو رہو اس لیے اگر زبان سے نہیں نکالو گے تو کافر ہو جاؤ گے اور اگر ہاں کہو گے تو تمہارے اوصاف مجنوں کے سے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ جو شخص میری محبت کا دعویٰ کرے اور جب رات ہو تو مجھ سے غافل ہو کر سو رہے وہ جھوٹا ہے۔

حضرت نصر بن محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے محبت فرماتا ہے تو اُس بندے کو اپنی جانب مشغول فرما لیتا ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوستوں کے دل کا اللہ تعالیٰ کی یاد سے ساکن رہنا حرام ہے، مزید فرماتے ہیں کہ پس ہر وہ شخص جس کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی زیادہ ہوتی ہے اس کی اطاعت پر حرص بھی بہت زیادہ ہوتی ہے، آپ مزید فرماتے ہیں کہ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ سے ہٹا کر اس دل کی طرف نہ لگا جو اللہ تعالیٰ سے فارغ اور خواہشات میں مشغول ہے پس اگر اپنے دل سے اعلیٰ، عزیز اور پیارا دل مل جائے تو جائز اور بہتر ہے کہ اپنے دل کو اس کے ساتھ مشغول کرے اور اگر ایسا نہیں تو بالکل اس کے قریب نہ جانا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو اللہ کافی و وافی ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ دوستی میں اپنے ارادے اور خواہش کا ہونا ہی دوستی کی نفی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے اللہ تیرے دیدار کا ہونا برحق ہے اور میں اس کا مستحق ہوں لیکن اس

Marfat.com

سے منع کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! دیدار برحق ہے لیکن دوستی کے اندر اختیار کو اختیار کرنا منع ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ انسان کب جانتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی صف میں شامل ہو چکا ہے آپ نے فرمایا کہ اس کی چار چیزوں سے پہچان کی جا سکتی ہے (۱) جو راحت وسکون کو خیر باد کہہ دے (۲) جو سب کچھ راہِ خدا میں لٹا دینے کا جذبہ رکھتا ہو (۳) جو دنیاوی مرتبہ چھن جانے کو محبوب سمجھے اور (۴) اس کی نگاہ میں تعریف اور مذمت ایک ہی حیثیت رکھتے ہوں۔ حدیثِ قدسی ہے کہ (مفہوم) جو مجھے تلاش کرتا ہے بے شک وہ مجھے پا لیتا ہے جو مجھے پالیتا ہے وہ مجھے پہچان لیتا ہے جو مجھے پہچان لیتا ہے اُسے مجھ سے محبت ہو جاتی ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرا عاشق بن جاتا ہے جو مجھ سے عشق کرتا ہے میں اُسے قتل (دنیا سے منقطع) کر دیتا ہوں جسے میں قتل کر دیتا ہوں اُس کی دیت مجھ پر لازم ہو جاتی ہے اور اُس کی دیت میں ہوں۔ کہتے ہیں محبت میں بھول نہیں ہوتی اور بھول میں محبت نہیں ہوتی۔

دوست کی پسند و نا پسند کا رکھو سدا خیال
اِس سے دوستی کو حاصل ہوگا دوام و کمال
ایک غرض کیلئے بن جاتے ہیں سراپا عجز و انکسار
سب اغراض کیلئے کیا ہونا چاہیے ہمارا حال
دوستی کا دعویٰ مگر دوست کے دشمن کی اطاعت
یہ جرأت ، یہ منافقت ، یہ جہنم کا مال
دوستی میں ہو جاتا ہے دوست کا حکم ٹالنا محال
کیا دیکھی ہے تو نے منیرؔ ایسی کوئی مثال

Marfat.com

جس کی دوستی ہے بے مثال و لا زوال
اُس کی دوستی کا سدا کرتے رہو سوال
ہجر کے آزار کو دل سے رخصت کرو
جو ہر وقت ساتھ ہے اُس سے محبت کرو
جس کیلئے بنی محبت اُسی سے محبت کرو
ناجائز استعمال محبت کا مت کرو

****

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے؟ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
کسی یکجائی سے اب عہدِ غلامی کرلو
ملتِ احمدِ مرسل ﷺ کو مقامی کرلو
اے لا الــــہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتارِ دلبرانہ، کردارِ قاہرانہ
کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(اقبال)

قرآن و سنت کی پیروی ہی محمد ﷺ سے وفا ہے
مگر بنا محبت کے ساری پیروی نری جفا ہے

(منیر)

اللہ تعالیٰ کی مدد کیسے حاصل ہوتی ہے

سورہ نساء (4) کی آیت 45 میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ کا دوست ہونا کافی ہے اور اللہ تعالیٰ کا مددگار ہونا تو بس ہے"۔ایسی انتہائی انمول چیز حاصل کرنے کیلئے خود مدد کرنے والے نے اسے حاصل کرنے کی خود تدبیر بھی بتائی ہے جیسا کہ سورہ محمد (47) کی آیت 7 میں ہے کہ اے ایمان والو! اگر تم دین کی (ہر حال میں اپنے اقوال وافعال، مال و جان کیساتھ اطاعت، دعوت اور جہاد کے ذریعے) کی مدد کرو گے اللہ تمہاری ہر جگہ (خواہش نفس، شیطان اور دشمن کے مقابلہ میں) مدد فرمائے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔سورہ صف (61) کی آیات 10 تا 13 میں ہے کہ اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتلا دوں جو تمہیں درد ناک عذاب سے بچالے؟ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں ان جنتوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور صاف ستھرے گھروں میں جو جنت عدن میں ہوں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور تمہیں ایک دوسری نعمت بھی دے گا جسے تم چاہتے ہو وہ اللہ کی مدد اور جلد فتح یابی ہے، ایمان والوں کو خوشخبری دے دو۔حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنی جان و مال خرچ کرنے کے علاوہ جو کچھ بھی ہے بناوٹ ہی بناوٹ ہے جیسا کہ سورہ توبہ (9) کی آیت 111 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جان و مال کا سودا جنت کے بدلے میں کر لیا ہے۔سورہ صف (61) کی آیت 14 میں ہے کہ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ۔۔۔۔۔تو ہم نے مومنوں کی ان کے دشمنوں (شیطان، شیطان کے ساتھیوں اور خواہش نفس) کے مقابلہ میں مدد کی پس وہ

Marfat.com

غالب آ گئے۔ سورہ حج (22) کی آیت 40 میں ہے کہ اور بے شک اللہ ضرور ان کی مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا (تزکیہ نفس کے ذریعے اپنے جسم پر، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعہ معاشرہ پر اور جہاد کے ذریعے دنیا پر غلبہ دین حق کی بحالی کی کوشش کرنا)۔ سورہ فتح (48) کی آیات 2 اور 3 میں ہے کہ یقیناً آپ ﷺ سیدھے راستے پر ہیں اور اسی لیے اللہ نے آپ ﷺ کی صلح حدیبیہ کی صورت میں زبردست مدد فرمائی کہ سیدھے راستے پر چلنے والوں کی ہی زبردست مدد کی جاتی ہے۔ سورہ روم (30) کی آیت 47 میں ہے کہ ہم نے مومنوں (جنت کے بدلے اپنی جان و مال کا سودا کرنے والوں) کی مدد کرنا اپنے ذمے لازم لیا ہوا ہے۔ سورہ انفال (8) کی آیت 19 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کے ساتھ ہے۔

جب ہم دنیاوی کاموں (مثلاً کار لے لی، گھر بنا لیا، کاروبار سیٹ ہو گیا، نوکری مل گئی) کے ہو جانے پر یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی مدد سے ہو گئے اور ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ چونکہ یہ اللہ کی مدد سے ہوئے ہیں اس میں اللہ کی خوشی اور رضا شامل ہے لہٰذا ان دنیاوی کاموں پر باز پرس نہیں ہو گی تو یہ تصور غلط ہے کیونکہ ایسے دنیاوی کام تو کافروں کے بھی اللہ کی مدد کے خودکار نظام کے تحت (کافروں کے ہونے والے کاموں میں اللہ کی خوشی اور رضا شامل نہیں ہوتی) خود بخود انجام پذیر ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 20 میں ہے کہ "ہم سب کو مدد دیتے ہیں تمہارے رب کی عطا سے، ان کو بھی جو دنیا کے پیچھے ہیں اور ان کو بھی جو آخرت کیلئے سرگرداں ہیں اور تمہارے رب کی عطا پر روک نہیں"۔ مگر اللہ کی خوشی، رضا اور وعدہ کی ہوئی مدد اعمالِ آخرت (وہ بھی جو اللہ کیلئے اس کی رضا کی خاطر اخلاص کے ساتھ ہوں) کیلئے ہے اور دوسری جو اللہ کے خودکار نظام کے تحت مدد جس سے

Marfat.com

سب (ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی) استفادہ کرتے ہیں جس پر باز پرس ہے، اعمالِ دنیا کیلئے ہے۔ یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اللہ کی مدد اعمالِ آخرت کیلئے لیتے ہیں یا کافروں کی طرح اعمالِ دنیا کیلئے۔ مگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ دنیا کیلئے کئے ہوئے سب کام برباد ہیں اللہ کے ہاں ان کی کوئی حیثیت نہیں جیسا کہ سورہ کہف (18) کی آیات 103 اور 104 میں ہے کہ "آپ ﷺ فرمادیں کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے بڑھ کر خسارے والے عمل کن لوگوں کے ہیں؟ اُن کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی (اعمالِ دنیا) میں گم ہوگئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھے کام کررہے ہیں"۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ المدد یا غوثِ اعظم، یا علی مدد، یارسول اللہ مدد حتیٰ کہ یا اللہ مدد تو ہم کن کاموں کیلئے مدد طلب کررہے ہوتے ہیں؟ آیا کہ اعمالِ دنیا کیلئے یا اعمالِ آخرت کیلئے؟ ہمیں بھی ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم ہے جیسا کہ سورہ مائدہ (5) کی آیت 2 میں ہے کہ "نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں (اعمالِ آخرت) میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم وزیادتی (اعمالِ دنیا) میں مدد نہ کرو" تو اعمالِ دنیا کیلئے ہماری باہم مدد، اللہ والوں (زندہ یا فوت شدہ سے مدد حاصل کرنے کی بحث میں پڑے بغیر) سے مدد مانگنا حتیٰ کہ اللہ سے مدد مانگنے یا لینے کا مطلب "دنیا" لینا ہی ہے اور یہ بات طے ہے کہ اللہ کریم سے دنیا مانگنے پر بندے کا آخرت سے حصہ ختم ہوجاتا ہے جیسا کہ سورہ شوریٰ (42) کی آیت 20 میں ہے کہ جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کیلئے اس کی کھیتی بڑھائیں گے اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں جو اس کیلئے لکھ چھوڑا ہے دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

سبھی کہتے ہیں کہ سبھی کاموں میں اللہ کی مدد مانگو، مگر انبیاء کرام علیہم السلام نے کہاں مدد مانگی؟ آئیں قرآن سے رہنمائی لیتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ انبیاء (21)

کی آیت 112 میں ہے کہ پیغمبر نے کہا کہ اے میرے پروردگار حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور ہمارا پروردگار بڑا مہربان ہے اسی سے ان باتوں میں جو تم بیان کرتے ہو مدد مانگی جاتی ہے۔ سورۂ مومنون (23) کی آیت 39 میں ہے کہ پیغمبر نے کہا کہ اے پروردگار انہوں نے مجھے جھوٹا سمجھا ہے تو میری مدد کر۔ سورۂ عنکبوت (29) کی آیت 30 میں ہے کہ لوط (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے پروردگار ان مفسدوں کے مقابلے میں میری مدد کر۔ سورۂ قمر (54) کی آیات 9 اور 10 میں ہے کہ ان سے پہلے نوح (علیہ السلام) کی قوم نے بھی تکذیب کی تھی تو انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا کہ دیوانہ ہے اور انہیں ڈانٹا بھی، تو انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ بار الہا میں ان کے مقابلہ میں کمزور ہوں تو میری مدد کر۔

****

''رحم'' کا حصول کیسے!

ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کا رحم مانگتا ہے بالخصوص جب وہ کسی مصیبت میں ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا رحم کرنے کے کچھ معیارات مقرر فرمائے ہیں بندہ جب اُن معیارات کو پورا کرتا رہتا ہے اُس حساب سے اُس پر خود بخود (دنیا اور آخرت کیلئے) رحم ہوتا رہتا ہے۔ آئیں ان معیارات کا قرآن کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں۔ سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 132 میں ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ سورہ نساء (4) کی آیت 175 میں ہے کہ ''پس جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اسے (قرآن و سنت) کو مضبوط پکڑ لیا انھیں وہ عنقریب اپنی رحمت اور فضل میں لے لے گا اور انھیں اپنی طرف کی راہِ راست دکھا دے گا''۔ بندے کا راہِ راست پر آنا اُس کے رحم فرمانے کی دلیل ہے۔ سورہ مائدہ (5) کی آیت

Marfat.com

39 میں ہے کہ جو ظلم (نافرمانی) کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو اللہ اس پر مہر فرمائیگا۔ سورہ انعام (6) کی آیت 155 میں ہے کہ یہ برکت والی کتاب (قرآن) ہم نے اُتاری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو تاکہ تم پر رحم ہو۔ سورہ اعراف (7) کی آیت 154 میں ہے کہ ہدایت اور رحمت ان کیلئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اسی سورہ کی آیت 204 میں ہے کہ جب قرآن پڑھا جارہا ہو تو اسے کان لگا کر توجہ سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔ سورہ توبہ (9) کی آیت 71 میں ہے کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ و رسول ﷺ کا حکم مانیں، یہ ہیں جن پر اللہ عنقریب رحم کرے گا۔ اسی سورہ کی آیت 99 میں ہے کہ کچھ قصبے والے وہ بھی ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کریں اسے اللہ کی قربت اور رسول ﷺ سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں، ہاں ہاں ایسا خرچ کرنا ان کیلئے باعثِ قرب ہے اللہ جلد انھیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ سورہ یونس (10) کی آیت 57 میں ہے کہ اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی وہ قلبی امراض (اخلاق ذمیمہ، عقائد فاسدہ اور جہالت مہلکہ) کو دور کر کے دلوں کو صحت بخشتی ہے اور سراسر ہدایت اور ایمان والوں کیلئے رحمتِ کاملہ ہے۔ سورہ ھود (11) کی آیت 52 میں ہے کہ اے میری قوم تم اپنے پالنے والے سے اپنی تقصیروں کی معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ تو وہ تم پر رحمت کی بارش برسائے گا اور تم میں جتنی قوت ہے اس سے اور زیادہ دے گا اور جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو۔ سورہ کہف (18) کی آیت 16 میں ذکر ہے کہ ظالموں اور نافرمانوں سے الگ (گوشہ نشین) ہو جانے پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں

Marfat.com

لے لیتا ہے اور کام میں آسانی کے سامان پیدا فرما دیتا ہے جس طرح اصحابِ کہف ظالم بادشاہ سے الگ ہو گئے تھے۔ سورہ نور (24) کی آیت 56 میں ہے کہ نماز برپا رکھو اور زکوٰۃ (صدقہ و خیرات) دیتے رہو اور ہر دم رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری پر کمربستہ رہو پھر تم رحم کی اُمید رکھو۔ سورہ جاثیہ (45) کی آیت 30 میں ہے کہ وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کا رب انہیں رحمت میں لے لے گا بس یہی کھلی کامیابی ہے۔ سورہ حجرات (49) کی آیت 10 میں ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو دوسرں پر رحم نہیں کرتا اللہ اُس پر رحم نہیں کرتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بیمار کو دیکھا تو عرض کی یا الٰہی! اس پر رحمت فرما، باری تعالیٰ کی جانب سے خطاب ہوا کہ اور دوسری رحمت کون سی ہوگی کہ میں اس بیماری سے اس پر رحم ہی کرنا چاہتا ہوں یعنی اس بیماری کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنانا چاہتا ہوں پھر اس کا درجہ بلند کروں گا۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ کا بندے پر رحم نہ کرنے میں بھی بندہ کی بھلائی پوشیدہ ہوتی ہے جیسا کہ سورہ مومنون (23) کی آیت 75 میں ہے کہ اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور ان کی تکلیفیں دور کر دیں تو یہ تو اپنی اپنی سرکشی میں جم کر اور بھکنے لگیں گے۔ سورۃ نساء (4) کی آیت 83 میں ہے کہ "اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت ہی انسان کو شیطان کی اتباع سے بچاتی ہے"۔ جب ہم رحم حاصل کرنے کے معیارات کو ہی پورا نہیں کریں گے تو ہم پر رحم کیسے ہوگا اور ہم شیطان کے نرغے سے کیسے نکلیں گے؟۔

رحم رحم یا الٰہی مطلوب ہے رحم ۔ کہ شیطاں سے بچنے کی درپیش ہے مُہم
رحم ، رحم یا رب رحم ۔ دنیا میں بری طرح پھنس چکے ہم

****

Marfat.com

قُربِ خُداوندی

سورہ واقعہ (56) کی آیات 10 اور 11 میں ہے کہ "سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے وہ تو قُربِ الٰہی حاصل کئے ہوئے ہیں"۔ یعنی تمام مخلوق میں سے سبقت لے جانے والے مقرِبین ہی ہیں۔ سورہ شعراء (26) کی آیت 83 میں ہے کہ "حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے رب مجھے (مزید) علم و حکمت و دانائی عطا فرما اور مجھے ان سے ملا دے جو تیرے قربِ خاص کے سزاوار ہیں"۔ مقربین کا قرب چاہنا پیغمبرانہ وصف ہے۔ دیکھیں یہ کتنا بڑا انعام و اعزاز ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درجاتِ قرب کی کوئی انتہا نہیں۔ سورہ توبہ (9) کی آیت 99 میں ہے کہ کچھ گاؤں والے وہ بھی ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کریں اسے اللہ کی قربت اور رسول ﷺ سے دُعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں ہاں ہاں وہ ان کیلئے باعثِ قرب ہے۔ سورہ مائدہ (5) کی آیت 35 میں ہے کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اُس کی طرف (نیک کاموں کے ذریعے) وسیلہ ڈھونڈو (جن کی بدولت تمہیں اُس کا قرب حاصل ہو)۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث شریف کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ ظاہر میں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت سے ہنستے ہیں اور خفیہ طور پر اُس کے عذاب کے خوف سے روتے ہیں اُن کے بدن زمین پر ہیں اور دل آسمان میں، اُن کی جانیں دنیا میں ہیں اور عقلیں عقبیٰ میں، وہ وقار کے ساتھ چلتے ہیں اور وسیلے سے تقرب الٰہی کرتے ہیں یعنی جس امر کو وہ باعثِ تقرب جانتے ہیں اس کو فوراً بجالاتے ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 57 میں ہے کہ "وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف قرب کا وسیلہ

Marfat.com

ڈھونڈتے ہیں اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک رب کا عذاب بڑی ڈر کی چیز ہے"۔اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کی تین صفات بیان فرمائی ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کیلئے وسیلہ ڈھونڈتے ہیں (۲) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ہمیشہ امیدوار رہتے ہیں (۳) مقبول اور مقرب ہونے کے باوجود اس سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں یہ نعمت چھن نہ جائے ،ابلیس کے انجام کو ہمیشہ سامنے رکھتے ہیں مگر ایسے مقبولانِ خُدا کو اللہ رب العزت کے برابر ٹھہرانا، شریک ٹھہرانا یا ان کی پوجا کرنا منع ہے۔سورہ علق (96) کی آیت 19 میں ہے کہ "سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ"۔اللہ عزوجل کا قرب سجدوں میں یعنی کثرتِ نوافل میں ہے۔حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ جب ہمارا بندہ نوافل کے ذریعے ہمارے قریب ہوتا ہے ہم اسے اپنی دوستی تک پہنچا دیتے ہیں اور اس کی ہستی کو اس میں گم کر دیتے ہیں اور اس کے فعلوں کی نسبت ہم اپنی طرف اُٹھا لیتے ہیں حتیٰ کہ جو کچھ وہ سنتا ہے ہمارے ساتھ سنتا ہے جو کچھ وہ کہتا ہے ہمارے ساتھ کہتا ہے جو دیکھتا ہے جو کرتا ہے ہمارے ساتھ دیکھتا و کرتا ہے۔صوفیاء نے فرمایا ہے کہ قربِ فرائض میں بندہ اعضائے اللہ تعالیٰ بنتا ہے اور قربِ نوافل میں اللہ تعالیٰ اعضائے بندہ بن جاتا ہے، جب ایک درخت کے متعلق درست ہے کہ اس میں سے آواز آئے میں اللہ ہوں تو اللہ کے مقرب بندہ کیلئے کیوں درست نہ ہو کہ رب العالمین اس کے کان، آنکھ وغیرہ بن جائے جبکہ بندہ صورتِ رحمٰن پر پیدا ہوا ہے تو اسے شجرِ موسیٰ سے کم تو خیال نہ کرنا چاہیے۔حضرت علی ہجویری مزید فرماتے ہیں کہ ہر وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کے قریب ترین ہوتا ہے وہ اُس کے احکامات پر زیادہ کاربند و حریص ہوتا ہے۔حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں

Marfat.com

کہ حق تعالیٰ جب کسی بندہ کو محبوب بناتا ہے تو اس کے قلب میں اپنا شوق و وجد ڈال دیتا ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی رفتار کا منتہیٰ قربِ خداوندی ہے حق تعالیٰ کا قرب اہل اللہ کی جنت اور بُعد ان کی دوزخ ہے مزید فرماتے ہیں کہ مومن کی فراست سے ڈرا کر کہ اُس کا قلب جب مقرب بن جاتا ہے تو ایک آسمان بن جاتا ہے جس میں علم کے ستارے اور معرفت کا آفتاب چمکتا ہے کہ اس کے نور سے فرشتے روشنی حاصل کرتے ہیں آپؒ مزید فرماتے ہیں کہ اے خواہشات کے پُجاری! مقبولانِ خداوندی کی ہمسری کا دعویٰ نہ کر! اس لیے کہ تو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور وہ اپنے مولیٰ کے مطیع و فرماں بردار ہیں وہ مالک ہوئے قربِ خداوندی کے پس مالک ہوئے جملہ ماسوا کے، آپ مزید فرماتے ہیں کہ مجھ سے خواب میں ایک معمر بزرگ نے پوچھا کہ کس طرح بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے میں نے اُسے جواب دیا کہ یہ ایک راستہ ہے جس کی ابتداء پرہیزگاری ہے اور انتہا رضاء وتسلیم وتوکل ہے یہ بھی آپ کا فرمان ہے کہ خلوت سے مانوس ہونا قربِ حق کی کنجی ہے پیرانِ پیر مزید فرماتے ہیں کہ تو اپنی سہو، ریاکاری اور نفاق سے ملی ہوئی عبادت کا اللہ تعالیٰ پر احسان جتاتا ہے اور اپنے لئے اس پر عزت افزائی کا خواہاں ہوتا ہے اور باوجود اپنے فساد کے اہل اصلاح کا مقابلہ کرتا ہے مزید فرماتے ہیں کہ اس کا تجھ سے راضی ہونا اور تیرا دنیا و آخرت میں اُس کا مقرب بن جانا ہی تیرے عمل کی اُجرت ہے بس یہی طلب کر۔

نوافل کی کثرت میں ہے قرب خداوندی
زُہد و ورع والوں کیلئے یہ عطیۂ خداوندی
مقربین کی ہے سب سے آگے صف بندی
بارگاہِ ربی میں تو دیکھ اُن کی ذرا پابندی

Marfat.com

اپنی طرف آنے والوں کو وہ راہ دیتا ہے

سورہ رعد (13) کی آیت 27 میں ہے کہ وہ اپنی راہ اُسے دیتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کرے۔ سورہ مزمل (73) کی آیت 19 میں ہے کہ بے شک نصیحت ہو چکی پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرے۔ حضرت احمد حضرویہ نے فرمایا ہے کہ راستہ کھلا ہے حق واضح ہو گیا مہربان سنا چکا ہے اب اس کے بعد سوائے اندھے پن کے کوئی پریشانی نہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف نظر کرنے سے بڑھ کر کوئی رتبہ نہیں۔ سورہ دہر (76) کی آیت 3 میں ہے کہ ہم نے انسان کو اپنی طرف آنے کی راہ دکھائی خواہ وہ اس پر عمل کر کے شکر گزار بنے خواہ ناشکرا۔ اسی سورہ کی آیت 29 میں ہے کہ یقیناً یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے پس جو چاہے نصیحت پکڑے اور اپنے رب کی راہ لے۔ سورہ الضحیٰ (93) کی آیت 7 میں ہے کہ پھر آپ ﷺ اپنے رب کی طرف آنے میں کس قدر بے تاب تھے تو اُس نے اپنی طرف کی راہ دکھا دی۔ سورہ شوریٰ (42) کی آیت 13 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اُسے برگزیدہ بنا کر قریب کر لیتا ہے اور اپنی طرف کی راہ دیتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کرے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ نے حق تعالیٰ کی خدمت کا شغل اختیار کیا تو حق تعالیٰ نے اُن کے قلوب کو اپنے قریب کر لیا اور اُن کو اپنی شناخت کرا دی پس وہ اس کو پہچان گئے ان میں سے جب کوئی حق تعالیٰ کا عارف بنتا ہے اور اپنے نفس، خواہش، طبیعت اور شیطان کی جنگ سے فارغ ہوتا ہے اور اپنی دنیا سے خلاصی پاتا ہے تو حق تعالیٰ اُس کیلئے قرب کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ سورہ عنکبوت (29) کی آیت 69 میں ہے کہ "جنہوں نے ہماری طرف آنے میں بہت محنت و کوشش (جہد، مجاہدہ، ریاضت) کی ہم ضرور انھیں اپنی

Marfat.com

طرف آنے کا راستہ دکھا دیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے" اس کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں "وہ لوگ جنہیں ہم نے اپنے راستے کی ہدایت (لذت چکھا) دی انھوں نے ہمارے تک آنے کیلئے بہت محنت وکوشش کی"۔ بحرحال قرب چاہنے والوں کو مقربین کے طور طریقے سلجھا دیئے جاتے ہیں شرط محنت اور جہد ہے۔ دروازہ کھلا ہوا ہے مہربان منتظر بھی ہے جس نے آنا ہے ست بسم اللہ ورنہ اللہ تو بے نیاز ہے۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے کہ سُن لو کہ جنت اونچے ٹیلے پر سنگلاخ زمین کی طرح ہے اور دوزخ صحن میں نرم وہموار زمین کی مانند ہے۔ مگر ہم تو آرام وسکون اور آسائشوں وسہولتوں سے مزین خوشنما زینت دار زندگی کیلئے سرگرداں ہیں جبکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفس کا آرام وسکون باطل میں ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان جب تک اپنے آپ کو فراموش اور دنیاوی آرام وسکون سے لاتعلق نہیں ہو جاتا وہ مسلمانی سے بے خبر ہے۔ علامہ اقبالؒ اس نقطہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

ہر کوئی مست مے ذوق تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے نفس کے خلاف جہد (باطنی جہاد) کو جہادِ اکبر فرمایا ہے یہ بھی آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ مجاہد وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ عظمت صرف ایک فیصد ودیعت کی جاتی ہے اور ۹۹ فیصد محنت و ریاضت سے ملتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باطنی جہاد نفس،

Marfat.com

خواہش، طبیعت اور شیطان سے لڑنا، معصیتوں اور لغزشوں سے توبہ کرنا ، اس توبہ پر قائم رہنا اور شہوتوں اور حرام چیزوں کا ترک کرنا ہے، جہادِ باطن زیادہ سخت ہے اس لیے کہ یہ ہر وقت اور بار بار کا جہاد ہے یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہے کہ نفس کی اصلاح سختی و آزمائش میں ہے۔ حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنی آخیر عمر میں بڑی ریاضت کیا کرتے تھے لوگوں نے کہا کہ اگر آپ اس سخت ریاضت میں کچھ نرمی کرلیں تو کیا مضائقہ ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ گھوڑے کو جب آخری معرکہ میں دوڑاتے ہیں تو وہ اپنا تمام زور لگا دیتا ہے اس طرح یہ وقت میری عمر کا آخری میدان ہے قیامت (موت) قریب ہے میں عبادت میں قصور نہیں کروں گا۔ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب حاصل کرنے کی راہ سب خلق پر مسدود ہے سوائے ان مومنوں کے جو رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والے اور آپ ﷺ کے طریقہ سُنت کے تابع ہیں۔

آرائش ، زیبائش ، آسائش اور کشائش
راہِ سلوک کے مسافر کی نہیں ہوتی کوئی ایسی فرمائش
(منیر)

****

دل

روح ، جان، نفس (امارہ، لوامہ، مطمئنہ) اور دل مختلف صفات کی بنیاد پر ایک ہی ذات کے مختلف نام ہیں۔ اوصافِ حمیدہ، اوصافِ ذمیمہ کے اکتساب اور اپنے بدن کے ساتھ محبت پیدا کرنے سے انسان کے شعور کی ابتداء ہوتی ہے انسان کے اِس شعور کی بیداری پر لفظ نفس بولا جاتا ہے۔ برائی کی دعوت دینا اس نفس کی گھٹی میں شامل ہے جیسا کہ سورہ یوسف (12) کی آیت 53 میں ہے کہ "نفس تو ہمیشہ برائی

کا حکم دیتا ہے"۔ یہ اِس کی خصوصیت ہے اِسے نفسِ امارہ کہتے ہیں۔ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "تو نہیں جانتا کہ جب قدرتِ الٰہی سے نفس امارہ پیدا ہوا تو اس نے طمع، حرص، شرک، کفر، نفاق، کبر اور ہوئی کا سات رنگا تاج سر پر سجایا، زینتِ دنیا و حسد و ریاء کا لباس زیب تن کیا شیطان کو وزیر بنا کر ساتھ لیا اور اپنی مغرور آنکھوں میں بے حیائی و بے ادبی کا سرمہ ڈال کر خود کو معرفتِ الٰہی سے اندھا کر لیا"۔ نفسِ امارہ کی ترقی پذیر حالت کا نام نفسِ لوامہ ہے جیسا کہ سورہ القیامہ (75) کی آیت 2 میں ہے کہ قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرنے والا ہے یعنی بھلائی کرنے پر بھی کرتا ہے کہ زیادہ اور معیاری کیوں نہیں کی اور برائیوں پر بھی کہ کیوں کیں، ان سے باز کیوں نہ رہا اور ان سے باز کیوں نہیں آتا۔ نفس کی یہ حالت جب جُہدِ تواتر کے ساتھ پختہ ہو جاتی ہے تو یہ اپنی ترقی یافتہ حالت (نفسِ) مطمئنہ کو حاصل کر لیتا ہے جو اللہ رب العزت کے ہاں کچھ اس طرح مخاطب کیا جاتا ہے جیسا کہ سورہ فجر (89) کی آیات 27 تا 30 میں ہے کہ "اے نفسِ مطمئنہ تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی پس میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں چلا جا" نفس کی یہ حالتیں یعنی امارہ سے لوامہ اور لوامہ سے مطمئنہ خود بخود تبدیل نہیں ہو جاتیں اس کیلئے جہد، ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے اسے باطنی جہاد بھی کہتے ہیں یہ ہر وقت کا جہاد ہے اسے ہی جہادِ اکبر کہا گیا ہے اس سارے عمل کا نام تزکیۂ نفس ہے اس جہاد میں مصروف مجاہد کی اللہ رب العزت کچھ اس طرح قسم کھاتا ہے جیسا کہ سورہ صافات (37) کی آیت 2 میں ہے کہ "ان کی قسم جو اپنے نفسوں کو ہر وقت پوری طرح جھڑکی پہ رکھتے ہیں، نافرمانی کیلئے ذرا بھی سر نہیں اٹھانے دیتے جیسے مجاہد اپنے گھوڑے کو قابو میں رکھتا ہے"۔

Marfat.com

نفس پر خیر یا شر کے غلبہ کی بناء پر بندہ کی کامیابی یا ناکامی کا مدار ہے جیسا کہ سورہ شمس (91) کی آیات 7 تا 10 میں ہے کہ قسم ہے انسانی نفس کی کہ اسے سنوار دیا قوائے کثیر سے یعنی نطق، سمع، بصر، فکر و خیال اور علم و فہم سب کچھ عطا فرمایا، اسے اچھی طرح سمجھ بوجھ عطا فرمائی برائی کی اور اس برائی سے بچ کر چلنے کی یعنی اسے خیر و شر اور اطاعت و معصیت کے نتائج سے اچھی طرح باخبر کر دیا، بے شک مراد کو پہنچا وہ جس نے اپنے نفس کو برائیوں اور نافرمانیوں سے پاک رکھا اور نامراد ہوا وہ جس نے اسے نافرمانیوں میں ڈال کر آلودہ کر دیا۔ ایک اور مقام پر اسے ہی دل کہا گیا ہے جیسا کہ سورہ شعراء (26) کی آیت 89 میں ہے کہ فائدہ والا وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوا قلبِ سلیم (سلامت دل) لے کر (گناہوں و نافرمانیوں سے پاک بے عیب دل)۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح دوا اور پرہیز بدن کی صحت و سلامتی کا سبب ہے اسی طرح عبادت اور گناہوں سے پرہیز دل کی سلامتی کا باعث ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جان (روح) آدمی کی اصل اور بدن اس کے تابع ہے دل، جان، روح اللہ تعالیٰ کی معرفت کی جگہ ہے اسی پر عبادت عائد اور تکلیف وارد ہوتی ہے اسی سے خطاب ہے اسی پر ثواب و عذاب ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُس کے جمال بے مثال کا مشاہدہ اسی دل کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر بھی اسی دل پر ہے اور شیطان کا مرکزِ نگاہ بھی یہی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ رسول ﷺ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال پر نظر رکھتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ جس پر خلق کی نظر جاتی ہے اس کو آراستہ کر لیا اور جو

Marfat.com

خالق کے دیکھنے کی چیز (دل) ہے اُس کو نجس بنا رکھا ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ اگر تیرا قلب مہذب ہو جاتا تو تیرے اعضاء بھی مہذب بن جاتے کیونکہ وہ اعضاء کا بادشاہ ہے پس جب بادشاہ مہذب بنتا ہے تو رعیت بھی مہذب بنتی ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جسم کو پیدا فرمایا اور اس کی زندگی کو روح کے حوالے کر دیا اور دل کو پیدا فرمایا اور اس کی زندگی کو اپنے حوالے کر لیا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل کیلئے بدن اس طرح ہے جیسے کعبہ کی راہ میں حاجی کیلئے اونٹ (سواری)، حاجی جب تک کعبہ میں نہ پہنچ جائے اسے اونٹ (نفس کی سواری بدن) سے بے فکر نہیں ہونا چاہیے مگر اونٹ (بدن) کی کفالت بقدرِ ضرورت ہونی چاہیے اگر حاجی دن رات اونٹ (بدن) کو چارہ دینے اور اس کی خبر گیری میں ہی لگا رہے تو وہ اپنے مقصد (زیارتِ کعبہ) سے ہٹ جائے گا آپ مزید فرماتے ہیں کہ دل فرشتوں کے گوہر کی جنس سے ایک جوہر ہے اس کی حقیقت کا جاننا دشوار ہے اور اس کی تفصیل کی اجازت نہیں جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 85 میں ہے کہ آپ ﷺ سے روح کے بارے (یہود) پوچھتے ہیں، آپ ﷺ فرمادیں کہ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور (اے پوچھنے والے) تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل سے مراد وہ گوشت کا لوتھڑا نہیں جو سینے میں بائیں طرف موجود ہے یہ تو پاگلوں، بچوں، جانوروں، کافروں اور منافقوں میں بھی ہوتا ہے یہ تو مرنے کے ساتھ مر جاتا ہے مگر جس دل یا روح کا ذکر ہے وہ اگر ازلی نہیں تو ابدی ضرور ہے۔ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل گوشت کا وہ ٹکڑا نہیں ہے جو وجود میں خون غلیظ سے پلید رہتا ہے بلکہ دل ایک

Marfat.com

لطیفہ ہے جو دونوں جہاں کے حالات و کیفیات سے واقف و صاحب ادراک ہے۔ سینہ والے دل کی بات حقیقی نہیں ہے بلکہ تشبیہۃً اور مجازاً ہے جیسا کہ سورہ انعام (6) کی آیت 125 میں ہے کہ ''جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے'' تو یہ سینہ کا کھلنا اور تنگ ہونا فزیکلی کسی دروازے یا کھڑکی کی طرح کھلنا یا بند ہونا نہیں ہے جسے ظاہرہ انسانی آنکھ دیکھ سکے۔ حضور ﷺ نے جب یہ آیت پڑھی تو کسی نے عرض کی کہ اس کھولنے سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا سے علیحدہ رہنا، دارِ آخرت کی طرف رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔ سورہ بقرہ (2) کی آیت 74 میں ہے کہ ''پھر اس کے بعد تمہارے دل پتھر جیسے بلکہ اس سے بھی سخت ہو گئے بعض پتھروں سے تو نہریں بہہ نکلتی ہیں، اور بعض پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکل آتا ہے اور بعض اللہ تعالیٰ کے ڈر سے بچھے بچھے جاتے ہیں'' یہ صفات تو سینے والے دل کی قطعی نہیں ہیں۔ حضرت علامہ اقبالؒ دل کی حیثیت اپنی نظم ''عقل و دل'' میں یوں بیان کرتے ہیں ۔

کس بلندی پہ ہے مقام مرا　　　عرش ربِ جلیل کا ہوں میں
ہے مجھے واسطہ مظاہر سے　　　اور باطن سے آشنا ہوں میں

مجوب ہی رہا دل میرا عقل کے پیچھے چل کر
بڑی مشکل سے اِسے عقل آئی تیرے جنوں میں ڈھل کر

(منیر)

****

Marfat.com

دل کا چالو ہونا (مراقبہ)

سورہ بقرہ (2) کی آیت 74 میں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنے اعمال سے غافل نہ جانو۔ سورہ یونس (10) کی آیت 61 میں ہے کہ آپ کسی بھی حال میں ہوں اور منجملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور جو کام بھی کرتے ہوں ہم کو سب کی خبر رہتی ہے جب تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو اور آپ کے رب سے کوئی چیز ذرا برابر بھی غائب نہیں نہ زمین اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ کوئی بڑی مگر یہ سب کتابِ مبین (اللہ کے علم) میں ہے۔ سورہ روم (30) کی آیت 30 میں ہے کہ پس آپ یک سو ہو کر پوری توجہ کے ساتھ دین حنیفا (دین فطرت) کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ سورہ ق (50) کی آیت 16 میں ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا فرمایا اور اس کے دل میں جو خیالات اُٹھتے ہیں ان سے ہم بخوبی واقف ہیں اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ سورہ مزمل (73) کی آیت 8 میں ہے کہ تو اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کر اور تمام خلائق سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو جا۔ سورہ حدید (57) کی آیت 4 میں ہے کہ وہ جانتا ہے جو آسمان سے اُترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے (اعمال) اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے ہر وقت دیکھتے رہنے کا دل سے دھیان (توجہ) رکھنا اور اسی احساس کے ہمیشہ قائم رکھنے کا نام مراقبہ ہے۔ اسے ہی دل کا چالو ہونا کہتے ہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف نظر کرنے سے بڑھ کر کوئی رتبہ نہیں۔ دیکھیں بزرگانِ دین کے نزدیک مراقبہ یا دل کے چالو ہونے کی کتنی اہمیت ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے

Marfat.com

ہیں کہ اگر آنکھ جھپکنے کی مقدار کے برابر بھی اس سے حجاب میں ہو جائیں تو وہ اپنے آپ کو مرتد تصور کرتے ہیں۔ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'جو دم غافل سو دم کافر'۔ یہ ہے دل کا چالو ہونا، اسے زندہ دل یا بیدار دل بھی کہتے ہیں جیسا کہ حضرت علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

دلِ بیدار فاروقی ، دلِ بیدار کراری
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بتدریج
بندے کو عطا کرتے ہیں چشمِ نگراں اور
دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء (لوگوں) کا عذاب دل کا مرجانا ہے اور دل کی موت یہ ہے کہ آخرت کے عمل سے دنیا کی طلب ہو۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندہ یہ یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر حال میں مجھ پر مطلع ہے اور میرے دل کے وسوسوں، خفیہ خطروں اور فکروں کو دیکھتا ہے اس یقین کا ثمرہ یہ ہوگا کہ انسان تنہائی میں بھی اپنے تمام کاموں میں باادب رہتا ہے اپنی حرکات، سکنات اور خطرات کو دیکھتا رہتا ہے، تقویٰ اختیار کرتا ہے اور ہر قسم کی برائی سے بچنے میں مبالغہ کرتا ہے جس طرح زہر کے قلیل یا کثیر کا فرق کیے بغیر اس سے اجتناب کرتا ہے اسی طرح گناہوں میں سے چھوٹے اور بڑے، تھوڑے اور زیادہ سے اجتناب کرے گا، جس قدر یہ یقین غالب ہوگا اسی قدر گناہوں سے احتراز اور

Marfat.com

اطاعت کیلئے تیاری زیادہ ہوگی۔

آجکل چند گروہوں نے دل چالو کرنے یا دل کو آٹو پہ لگانے کے نام پر تصوف کے اس خوبصورت اور اہم عمل کو بھی مسخ کر دیا ہے، یہ لوگ سینہ میں تشبیہہ دیئے گئے دل کو ہی اصل دل سمجھ کر مغالطہ کھا بیٹھے جبکہ یہ دل بچوں، پاگلوں اور جانوروں میں بھی ہے جو جسم کے مرنے کے ساتھ مر جاتا ہے جس کا کام خون پمپ کر کے سارے جسم میں خون کی سپلائی کو قائم رکھنا ہے جس کی ٹھک ٹھک (خون پمپ کرنے کا عمل) بندہ کے کنٹرول میں بھی نہیں ہے اس لئے نہ ہی اس پر بندہ سے سوال ہونا ہے جس طرح آنکھوں کے جھپکنے پر! اصل (روحانی) دل کو سینہ والے دل سے تشبیہہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح جسم کی زندگی کا انحصار سینہ والے دل کے چلنے پر ہے بالکل اسی طرح روحانی زندگی اس اصلی اور روحانی دل کی زندگی پر منحصر ہے، اس دل کی زندگی اللہ کی یاد ہے اور بے توجہ اللہ کی یاد یاد ہی نہیں ہے جس طرح بے توجہ کی نماز نماز نہیں ہے جیسا کہ سورہ ماعون (107) کی آیات 5&4 میں غافل نمازیوں کیلئے بربادی کا مژدہ سنایا گیا ہے۔

سورہ حدید (57) کی آیت 16 میں ہے کہ کہیں ان جیسے نہ ہو جانا جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزرا تو ان کے دل سخت ہو گئے۔ سورہ صف (61) کی آیت 5 میں ہے کہ جو نبی کے ساتھ ٹیڑھے ہوئے اللہ رب العزت نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔ آج تک کسی حکیم یا ڈاکٹر نے یا کسی ایکسرے رپورٹ یا ای سی جی رپورٹ نے یہ نہیں بتایا کہ بندہ کا دل سخت ہو گیا ہے (پتھر کی طرح) یا نرم ہو گیا ہے (موم کی طرح) یا ٹیڑھا ہو گیا ہے (پچکے ہوئے برتن کی طرح) کیونکہ یہ سینے والے دل کی صفات ہی نہیں ہیں۔

Marfat.com

کوشش کرو کہ توجہ میں دنیا نہیں ہر وقت اللہ رہے
شراکت گوارہ نہیں اُسے بس وہ اِس میں اکیلا رہے
(منیر)

****

اللہ کا ذکر

سورہ الاعلیٰ (87) کی آیت 1 میں ہے کہ اپنے بہت ہی بلند اللہ عزوجل کے نام کی پاکیزگی بیان کرو۔ سورہ بقرہ (2) کی آیت 152 میں ہے کہ ''تم میرا ذکر کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا، میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو''۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی بندہ کی کوئی عزت افزائی ہو سکتی ہے کہ اس کا رب اس کو اپنی یاد سے سرفراز فرمادے اور خود بھی یاد رکھے۔ ہر بندۂ مومن یہ چاہے گا کہ اس کا رب اسے یاد رکھے مگر یہ کیسے ہوگا؟ حضرت ابوعثمان ہندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ میرا رب مجھے کس وقت یاد کرتا ہے لوگوں نے کہا یہ کس طرح ہے؟ آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاذْكُرُونِيْ اَذْكُرْكُمْ 'پس جس وقت میں اللہ کو یاد کرتا ہوں اسی وقت وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ 'اللہ تجھے یاد رکھے' کا کیسا یہ نسخۂ کیمیا ہے! کسی بزرگ سے کہا گیا کہ تم تنہائی پر بڑے صابر ہو! انھوں نے کہا میں تو تنہا نہیں رہتا میں تو اپنے پروردگار کا ہمنشین ہوں' جب میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کچھ فرمائے تو میں اُس کی کتاب پڑھنے لگتا ہوں اور اگر چاہتا ہوں کہ میں اُس سے کچھ کہوں تو نوافل پڑھنے لگتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خوشحال ہیں وہ لوگ جنھوں نے دنیا میں بھی عیش کی اور آخرت میں بھی عیش کریں گے، لوگوں نے پوچھا یہ کس طرح ہوگا، انھوں نے فرمایا کہ دنیا میں تو وہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے رہے اور

Marfat.com

آخرت میں اس کے پڑوس میں رہیں گے۔ مردِ حقانی حضرت خاقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیس سال کی تحقیق کے بعد خاقانی کو معلوم ہوا کہ معیتِ الٰہی میں گزرا ہوا ایک دَم (سانس) ملکِ سلیمانی سے کہیں بہتر ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف نظر کرنے سے بڑھ کر کوئی رتبہ نہیں' آپ مزید فرماتے ہیں کہ بعض حکماء کا قول ہے کہ لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ کیسے تجھ سے بدل جاتے ہیں یعنی تیرے عوض دوسری چیز میں مصروف ہیں مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سب عبادتوں کی جان ہے اور کثرتِ ذکر فلاح کی کنجی ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ لوگوں کی صحبت سے دل تنگ ہونا، اِن میں گھبرانا اور یادِ الٰہی کی شیرینی کا حریص بہ شدت ہونا اُنس باللہ کی علامت ہے۔

سورہ رعد (13) کی آیت 28 میں ہے کہ وہ جو ایمان لائے ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں، سن لو! اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔ سورہ روم (30) کی آیات 17 & 18 میں ہے کہ اللہ کو یاد کرو اُس کی تسبیح بولو شام کو (نمازِ مغرب و عشاء کے وقت) اور صبح کے وقت (نمازِ فجر اور اشراق کے وقت) اور آسمانوں اور زمین میں ہر وقت اس کی تعریف جاری ہے اور اس کی پاکی بولو جب کچھ دن باقی رہے اور دوپہر کو (نمازِ ظہر و عصر کے وقت)۔ سورہ احزاب (33) کی آیت 42 میں ہے کہ ''ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح شام اس کی پاکی بولو''۔ اطرافِ نمازِ لیل و نہار کا بیان کرنے سے ذکر کی مداومت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے کیا پتہ کی بات بتائی ہے۔

بڑھا تسبیح خوانی کے بہانے عرش کی جانب
تمنائے دلی بر آئی سعی پیہم سے

Marfat.com

سورہ دہر (76) کی آیات 25 تا 27 میں ہے کہ اپنے رب کے نام کا ذکر صبح شام کرتے رہو اور رات کے وقت اُس کے سامنے سجدے کرو (نمازِ تہجد پڑھو) اور بہت رات تک اس کی تسبیح کرتے رہو بے شک یہ لوگ جلدی ملنے والے فائدہ (دنیا) کو چاہتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بڑے بھاری دن کو چھوڑ دیتے ہیں۔ سورہ جمعہ (62) کی آیات 9 اور 10 میں ہے کہ جب جمعہ کے دن نمازِ جمعہ کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف تیزی دکھاؤ اور خرید وفروخت چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تمہیں ذرا علم ہو پھر جب نماز سے فارغ ہو چکو تو زمین میں پھیل جاؤ اور (چھوڑو دنیا کی تجارت کا ذکر، دین کی تجارت کے ذریعے) اللہ کا فضل (روح کا رزق) تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 191 میں ہے کہ (اہلِ عقل ودانش) جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں اور آسمانوں وزمین کی پیدائش میں غور وفکر (غور وفکر کرنا اہل عقل ودانش کی نشانی ہے) کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا (اس سے اللہ کی طاقت وقوت کا ظاہر کرنا، اعمال آخرت کمانے اور دین کی مدد کیلئے سامان مہیا کرنا اور یہ کہ بندہ کی آزمائش وامتحان کیلئے بنایا ہے) تو پاک ہے پس ہمیں (آگ سے بچنے والے کاموں کی توفیق دیکر) آگ کے عذاب سے بچالے۔ سورہ اعراف (7) کی آیات 204 اور 205 میں ہے کہ "جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم ہو اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو، زاری، ڈر اور بے آواز نکلے زبان سے صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہو جانا"۔ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کا ذکر کسی وقت اور کسی جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں، کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حالت میں بندہ اپنے خالق ومالک

Marfat.com

کی یاد میں محو رہے حتیٰ کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو دل میں رقت آمیز انداز میں یاد کرو کسی بھی لمحہ اس کی یاد سے محروم رہنا غفلت ہے اور اسی سورہ کی آیت 179 کے مطابق غفلت والے جانوروں سے گئے گزرے ہیں اور دوزخ کی آگ میں جلیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ غافلوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا بھاگنے والوں کے درمیان جہاد کرنے والا، یہ بھی آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ جب کوئی میرے ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو میں اس کا ہم مجلس بن جاتا ہوں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کلمہ جو وہ کہتا ہے اس تخم کی مثل ہے جو پاک زمین میں ڈالا جائے بہت اثر کرتا ہے اور بہت پھل دیتا ہے اور خواہشوں بھرے دل کا ذکر ایسا ہے جس طرح وہ بیج جو کھاری زمین میں بویا جائے کہ اس کا اثر بہت کم ہوتا ہے مزید فرماتے ہیں کہ دل تندرستی کے وقت سوائے ذکر الٰہی کے کسی چیز سے لذت نہیں پاتا اور غیر چیز سے تب ہی اس کو مزہ ملتا ہے جب بیمار ہو اور بُری عادتوں کا روگ رکھتا ہو جیسے بعض لوگوں کو مٹی کھانے سے مزہ آتا ہے بعض بیمار شیریں چیز سے منہ بناتے ہیں۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دل کیلئے عزت و ذلت پیدا کی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد کا نام دل کی عزت کہا ہے اور دل میں طمع کا پیدا ہونا دل کی ذلت کہا ہے۔ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیرے ایمان کا چور نفس ہے جو تیری جان کے اندر چھپا بیٹھا ہے تیرے پاس اس طاقتور دشمن کا کیا علاج ہے؟ اس کافر نفس سے تو ذکر کی تلوار اور فکر کے تیروں سے جنگ کر اور ذکر و فکر کی دو دھاری تلوار سے اس کا سر اڑا دے، شیطان بھی چھپ کر تیری راہزنی کرتا ہے وہ غیبی دشمن کسی کو چین سے نہیں رہنے دیتا ہر ایک دشمن سے بچنے کا بس یہی ایک علاج ہے کہ خیالِ اللہ تعالیٰ جل جلالہ میں گم ہو کر حق

Marfat.com

الیقین کے مرتبے پر پہنچ جائے کیونکہ تو جس کے تصور میں گم رہے گا اسی کی صفات اپنا لے گا جیسا کہ سونا آگ میں گم ہو کر انگارہ بن جاتا ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہوتا ہے اُس قوم پر کہ جس کے ہر خاص و عام فرد کی زبان پر اللہ کریم کا نام، قرآن کی تلاوت اور مسائل فقہ کا بیان جاری رہتا ہے لیکن ان کی زبان سے جھوٹ، نفاق، حرص، حسد اور تکبر کیوں نہیں جاتا؟ اِس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تبارک تعالیٰ کا نام اخلاص سے نہیں لیتے، اللہ تعالیٰ کا کلام رضائے الٰہی کی خاطر نہیں پڑھتے اور محض رسمی رواجی طور پر طوفانی رفتار سے اللہ ھو اللہ ھو کرتے رہتے ہیں۔

سورہ طٰہٰ (20) کی آیت 42 میں حکم ہے کہ خبردار! میرے ذکر میں سستی نہ کرنا۔ اسی سورہ کی آیت 124 میں ہے کہ ''جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بیشک اس کیلئے تنگ زندگانی (آخرت کی تنگی) ہے اور ہم اُسے قیامت کے دن اندھا اُٹھائیں گے'' تنگ زندگانی سے مراد آخرت کی تنگی ہی مراد ہے اِس لئے کہ کافروں کا اللہ کے ذکر کی کسی بھی قسم (تسبیحات، قرآن، احکامات) اور کسی بھی لحاظ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا لہٰذا اگر یہاں دنیاوی زندگی کی تنگی مراد لی جائے تو کافروں کی دنیاوی زندگی کی تنگی کا کوئی اندازہ بھی نہ لگا سکے جبکہ ایسا نہیں ہے اس بات کی تائید اگلی آیات سے بھی ہو جاتی ہے جیسا کہ سورہ مجادلہ (58) کی آیت 19 میں ہے کہ اللہ رب العزت کی یاد بھولے ہوؤں پر شیطان کا غلبہ ہے یہ بھولے ہوئے سب شیطانی گروہ ہے کوئی شک نہیں کہ شیطانی گروہ ہی (آخرت میں) خسارے والا ہے۔ سورہ جن (72) کی آیت 17 میں ہے کہ جو اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرے وہ اسے سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ سورہ نساء (4) کی آیت 142 میں ہے کہ ''منافق جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی و سستی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھانے

Marfat.com

کیلئے اور یادِ الٰہی تو یونہی سی برائے نام کرتے ہیں"۔ ساری بحث کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ ہم ذکر اللہ کے معاملہ میں کس کیٹیگری میں آتے ہیں؟ علامہ اقبالؒ نے ہماری روحانی الجھنوں کا حل کچھ یوں بیان فرمایا ہے ۔

خرد کھوئی ہوئی ہے چار سو میں نگہ اُلجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں
اماں شاید ملے اللہ ھو میں! نہ چھوڑ اے دلِ فغان صبحگاہی

****

تہجد

سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 17 میں ہے کہ (یہی لوگ ہیں) مصیبتوں میں ثابت قدم رہنے والے اور ہر حالت میں (قول و فعل میں) سچے اور فرمابرداری عاجزی کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور رات کی آخری گھڑیوں میں (سحری کے وقت) اپنے گناہوں کی معافی مانگنے والے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب رات کا نصف اوّل حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے دنیا کی طرف (اپنی شان کے مطابق) نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا کوئی ہے استغفار کرنے والا کہ میں اُس کے گناہ بخش دوں' کیا ہے کوئی سائل کہ میں اُس کو عطا کروں' کیا کوئی ہے توبہ کرنے والا کہ میں اُس کی توبہ قبول کروں' طلوعِ فجر تک یہی کیفیت رہتی ہے۔

"میں بخش دوں ہے کوئی بخشش مانگنے والا"
تو بھی ہو جا منیرؔ اُس کے منگتوں میں نام لکھوانے والا

سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 79 میں ہے کہ رات کے کچھ حصہ میں تہجد کریں یہ خاص آپ ﷺ کیلئے زیادہ ہے (مراد امتِ مصطفوی بھی ہو سکتی ہے)

Marfat.com

قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب آپ ﷺ کی حمد کریں (مقام محمود اور مقام شفاعت)۔ سورہ فرقان (25) کی آیت 64 میں ہے کہ (رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں۔ سورہ سجدہ (32) کی آیت 16 میں ہے کہ (ایمان والے) رات کی تنہائی میں نرم گرم بستروں اور راحت و آرام کو چھوڑ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ سورہ زمر (39) کی آیت 9 میں ہے کہ بھلا جو شخص راتوں کے اوقات سجدے اور قیام کی حالت میں گزارتا ہو آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو کیا اُس کا حشر نافرمانوں جیسا ہوگا؟ سورہ ق (50) کی آیت 40 میں ہے کہ رات کے کچھ حصہ میں اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد بھی۔ سورہ ذاریات (51) کی آیت 18 میں ہے کہ (جنتی) وقتِ سحر استغفار کیا کرتے تھے۔ سورہ مزمل (73) کی آیات 1 تا 6 میں ہے کہ اے چادر کی بکل مارنے والے (ﷺ) آپ رات کی نماز (تہجد) میں ضرور کھڑے ہوتے رہیں مگر کچھ کم' آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر لیں یا اس سے کچھ بڑھا لیں اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے رہیں (تراویح میں ہم اِس حکم کو برے طریقے سے توڑتے ہیں) یقیناً ہم آپ پر (غلبۂ دینِ حق کے مشن کی) ایک بھاری ذمہ داری (بھی) ڈالیں گے بے شک رات کا اُٹھنا دل کی یکسوئی کیلئے انتہائی مفید ہے اس میں اللہ کی یاد بھی خوب ہوتی ہے۔ اسی سورہ کی آیت 20 میں ہے کہ "آپ ﷺ کا رب بخوبی جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ کے لوگوں کی جماعت قریب دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور ایک تہائی رات کے تہجد پڑھتے ہیں اور رات اور دن کے اوقات کا صحیح اندازہ اللہ تعالیٰ کو ہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم رات کے اوقات ٹھیک شمار نہیں کر سکو گے اس نے تم پر مہربانی کی کہ نماز تہجد پڑھو (اوقات اور رکعات کی

Marfat.com

پابندی کے بغیر)' اور اس میں جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکو پڑھو"۔ نماز تہجد کی عظمت کا اس بات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کے اس باقاعدہ عمل کا باقاعدہ ذکر فرمایا اور انہیں اوقات کے حوالے سے جو مشکل پیش آ رہی تھی کہ معلوم نہیں پڑتا تھا کہ دو تہائی رات ہے آدھی رات ہے یا ایک تہائی رات ہے تو اللہ کریم نے اس مشکل کے پیش نظر یہ مہربانی فرمائی کہ اوقات اور رکعات کی پابندی ختم کر دی کہ رات کے فلاں حصے میں ہی پڑھنی ہے اور اتنی ہی رکعتیں پڑھنی ہیں اور اس چھوٹ کی تین مزید وجوہات آگے بھی بیان فرمادیں (۱) بیمار ہونا (۲) اللہ کا فضل (حصول علم، دعوت وتبلیغ وغیرہ کے ذریعے) تلاش کرنے کیلئے سفر کرنا (۳) جہاد۔ اس عظمت والے عمل سے بالکل فرار کی گنجائش نہ جانے ہم نے کہاں سے نکال لی؟ ہم کئی کام ایسے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان پر "منع" نہیں آیا مگر یہ عظمت والا عمل آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے باقاعدہ کیا اور تمام سلف صالحین بزرگان دین نے اس کو جاری رکھا اب تو گھڑیوں نے رات کے اوقات کا مسئلہ بھی حل کر دیا ہے تو پھر اس تزکیۂ نفس وتصفیۂ باطن اور اللہ کریم کے قرب کا سبب بننے والے عمل سے چھوٹ کا راستہ ہم نے کہاں سے نکال لیا؟ میں تو یہی کہوں گا ۔

تہجد گر فرض نہیں تو فرض سے کم بھی نہیں
بنا اس کے منیر کوئی بھی لائق قرب نہیں
دنیا کی محویت ہی ہے تہجد میں رکاوٹ
ذرا دیکھو لوگو کتنی ہے دنیا میں تھکاوٹ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ تہجد گزاروں کے چہرے اچھے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تنہائی

Marfat.com

میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنے نور میں سے نور پہنا دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نیک بختوں کی علامتیں یہ ہیں کہ شب بیداریوں کے باعث زرد رنگ اور روزوں کے مارے آنکھیں چندھی اور لب خشک۔ شیخ کنعانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ جنید قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا تو میں نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا' فرمایا کہ مجھ پر رحمت فرمائی اور میری وہ تمام ریاضتیں اور عبادتیں برباد ہو گئیں بس نماز کی وہ دو رکعتیں کام آئیں جو میں رات میں پڑھتا تھا (یعنی تہجد)۔ حضرت علامہ اقبالؒ اس عمل کو کس نظر سے دیکھتے ہیں ذرا ملاحظہ کریں ؎

عطار ہو ، رومی ہو ، رازی ہو ، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!
گراں بہا ہے تیرا گریۂ سحر گاہی
اسی سے ہے تیرے نخلِ کہن کی شادابی
پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے
رونا مرا وضو ہو، نالہ میری دُعا ہو

(اقبال)

****

جلانا ہے مجھے ہر شمع دل کو سوز پنہاں سے
تری تاریک راتوں میں چراغاں کر کے چھوڑوں گا
پرونا ہے ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو
جو مشکل ہے تو اس مشکل کو آساں کر کے چھوڑوں گا

(اقبال)

Marfat.com

کم سونا جنتیوں کا وصف ہے

سورہ ذاریات (51) کی آیات 15 تا 17 میں ہے کہ بے شک پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہوں گے اپنے رب کی عطا لیتے ہوئے بے شک وہ تو اس سے پہلے (دنیا میں) ہی نیکوکار تھے وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔ سورہ سجدہ (32) کی آیت 16 میں ہے کہ ان کی کروٹیں ان کے پہلوؤں سے الگ ہوتی ہیں اور وہ رات کی تنہائی میں نرم گرم بستروں اور راحت و آرام کو چھوڑ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ سورہ طور (52) کی آیت 49 میں ہے کہ رات کو بھی اس کی تسبیح پڑھیں اور ستاروں کے ڈوبتے وقت بھی (صبح کاذب سے سورج نکلنے تک)۔ سورہ دہر (76) کی آیت 26 میں ہے کہ "رات کے وقت اس کے سامنے سجدے کرو اور بہت رات تک اس کی تسبیح کرتے رہو"۔ ان آیات کے ساتھ اگر تہجد کی فضیلت والی آیات بھی ملالی جائیں تو آپ اندازہ لگالیں کہ بندۂ مومن کا رات کو کتنا سونا بنتا ہے بلکہ پوری رات عبادت میں گزارنا بھی ثابت ہے جیسا کہ سورہ فرقان (25) کی آیت 64 میں ہے کہ "(رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو رات (پوری) کاٹتے ہیں اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں"۔ میں نے آپ کے سامنے قرآن رکھا کوئی قصہ کہانی نہیں مگر یہاں میانہ روی و اعتدال پسندی کا درس دینے والے اور نفس کے حقوق کے علمبردار سامنے آجاتے ہیں۔ اعتدال پسندی اور نفس کے حقوق سے انکار نہیں ہے۔ آئیں ذرا نفس کے معاملہ میں اس نقطہ نظر کو بھی قرآن کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ سورہ نساء (4) کی آیت 128 میں ہے کہ دل (نفس) لالچ کے پھندے میں ہیں۔ سورہ معارج (70) کی آیت 19 میں ہے کہ بے شک آدمی بڑا بے صبرا اور حریص بنایا گیا ہے۔ سورہ یوسف (12) کی آیت 53 میں ہے کہ "بے شک نفس

Marfat.com

تو برائی کا بڑا حکم کرنے والا ہے''۔آپ اگر ان تینوں آیات کو سامنے رکھیں تو بات بڑی واضح ہے کہ نفس نہ صرف برائی کا بڑا حکم کرنے والا ہے بلکہ وہ اس میں بڑا بے صبرا، حریص اور لالچی ہے۔ بے صبرے، حریص اور لالچی شخص (نفس) کی نفسیات ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی طلب (ڈیمانڈ) میں کبھی سیر نہیں ہوتا جیسے کہتے ہیں نا کہ پیٹ بھر گیا' نیت نہیں بھری اسی طرح نفس کی برائی کا حکم کرنے کی ڈیمانڈ کبھی پوری نہیں ہوتی، اپنی طلب میں ڈمور ڈمور میں یہ بہرہ اور اندھا ہے آپ جس قدر مرضی اس کا حکم (خواہش) کو پورا کرتے جائیں ڈمور (مزید) کی اس کی رٹ کبھی ختم نہیں ہو سکتی جیسا کہ سورہ اعراف (7) کی آیت 202 میں ہے کہ ''جو شیطانوں کے بھائی ہیں شیطان انھیں گمراہی میں کھنچتے چلے جاتے ہیں پھر کمی نہیں کرتے'' (حتیٰ کہ دوزخ تک)۔ برائی کا حکم کرنے میں نفس شیطان کا دوست ہے اور شیطان اس کا صلاح کار یعنی برائی کا حکم کرنا نفس اور شیطان دونوں کا مشترکہ ٹاسک ہے۔ اب آپ ایمانداری سے بتائیں کہ آپ بے صبرے، حریص اور لالچی نفس سے اعتدال پسندی پر غیر جانبدارانہ اور منصفانہ فیصلہ کیسے لے سکتے ہیں؟ ایسی لالچی و خودغرض چیز اپنے حقوق کیسے چھوڑ سکتی ہے؟ ایک لالچی، خودغرض اور جانبدار شخص جس کے تمام مفادات ایک کیس کے ساتھ وابستہ ہوں اور وہ ہو بھی آپ کا دشمن یا آپ کے (کھلے) دشمن کا گہرا دوست تو آپ اُس کیس میں اُس کو اپنی مرضی سے جج بنالیں اور اُس کی ججمنٹ کو انصاف پر مبنی سمجھ کر راضی ہو جائیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ اپنی ہلاکت اور بربادی پر راضی ہو گئے۔ میں نے آج تک ایسا نہ سنا' نہ دیکھا اور نہ ہی پڑھا کہ کوئی شخص اپنی نیند یا کھانے کو کم کرنے کی کوشش (جہد) میں مر گیا ہو۔ لہٰذا اس نفس کی ریشہ دوانیوں، چالبازیوں اور اس کی طلب (ڈیمانڈ) کے جوازوں کو پرکھنے اور اس پر سخت گیر کوتوال

Marfat.com

کی طرح نظر رکھنے کی از حد ضرورت ہے۔ بزرگانِ دین و سلف صالحین کی زُہد، جہد، مجاہدوں، ریاضتوں، تزکیہ نفس، نعمتوں سے منہ موڑ کر خواہش نفس کو پامال کرنے، اپنے اوپر حلال کو حرام کرنے کے التزام لینے اور اپنے آپ کو مشقتوں میں رکھنے کے پیچھے یہی نفس دشمنی کا راز ہی کارفرما ہے۔ ہم اپنے دنیاوی دشمن کے حقوق کا کتنا خیال رکھتے ہیں؟ میرے بھائیو! ہمیں نہ صرف اپنے سونے بلکہ کھانے پینے اور دیگر ضروریات و معمولاتِ زندگی میں اس زاویہ نگاہ سے دیکھنے کی بے حد ضرورت ہے۔

میانہ روی اور نفس کے حقوق کے نام پر
نفس نے ہمیں لگایا ہوا ہے برائی کے کام پر
ہوشیار! راہِ سلوک کے مسافر بہت ہوشیار
شیطاں ہے نفس کا صلاح کار اور ہے بہت مکار

اصل موضوع کی طرف آتے ہیں، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سردی کا موسم مومن کیلئے بہار کا موسم ہوتا ہے دن چھوٹے ہوتے ہیں وہ اس میں روزہ رکھتا ہے اور راتیں لمبی ہوتی ہیں وہ اس میں عبادت کرتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حقیقی بھلائی اور کامیابی کا راز جاگنے میں ہی مضمر ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں حیران ہوں کہ دوزخ کے عذاب سے بھاگنے والا کس طرح سوتا ہے اور جنت کے طالب کو کس طرح نیند آتی ہے۔ حضرت احمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ جانتا ہے کہ جنت اس کے اوپر آراستہ ہے اور دوزخ اسکے نیچے دہک رہی ہے تو تعجب ہے کہ وہ ان دونوں کے بیچ کیسے سوتا ہے؟ حضرت قزاز رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ مجاہدہ کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی گئی ہے کہ فاقہ کے بغیر نہ کھائے، نیند سے مغلوب ہوئے بغیر نہ سوئے اور بے ضرورت نہ بولے۔ رسول اللہ

ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ سحری کھانے سے دن کے روزے کیلئے اور دوپہر میں قیلولہ کر کے رات کے قیام کیلئے مدد حاصل کرو۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیلولہ رات کی نماز کیلئے ایسا ہے جیسے روزہ دار کیلئے سحری کھانا مگر جو رات کو عبادت گزار نہ ہو تو قیلولہ مکروہ ہے کیونکہ زیادہ سونا مکروہ ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء کا کھانا بیماروں کی طرح کا کھانا ہوتا ہے' ان کا سونا غرق ہونے والے کی طرح کا سونا ہوتا ہے (یعنی غوطے کی مانند نیند ہوتی ہے) اور ان کی گفتگو مرے ہوئے بچے والی عورت کی گفتگو کی طرح ہوتی ہے (یعنی جیسے وہ مارے غم کے بول نہیں سکتی)۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ عابد کسی کو نہیں دیکھا کہ ننانوے برس کی عمر ہوئی تھی مگر بجز مرض موت کے کبھی کسی نے ان کو لیٹے ہوئے نہ دیکھا۔

راہِ آخرت کا راہی کیسے سوتا ہے
سچ کہتا ہے کوئی جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے

(منیرؔ)

****

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف
یورپ میں جس گھڑی حق و باطل کی چھڑ گئی
حق خنجر آزمائی پہ مجبور ہو گیا

(اقبال)

Marfat.com

زیادہ کھانا کافر کھاتے ہیں

سورہ محمد (47) کی آیت 12 میں ہے کہ "کافر لطف اندوز ہوتے ہیں اور وہ کھاتے ہیں جیسے جانور اور اُن کا ٹھکانا آگ ہے"۔ کھانے سے پیٹ بھرنے، ہر وقت کچھ نہ کچھ کھاتے (چرتے) رہنے اور کھانے سے لطف اندوز ہونے کی حد تک ہم کافروں یا جانوروں سے کس طرح مختلف ہیں؟ کتے یا گدھے وغیرہ کا گوشت کھانے سے تو ہمیں ضرور نفرت ہے مگر رشوت، غبن، سود اور دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ مار کر حرام کھانے میں ذرا کراہت نہیں! لطف اندوزی خطرناک چیز ہے اور اس سے بچنے کی سخت تنبیہ ہے کہ جیسا کہ سورہ لقمان (31) کی آیت 33 میں ہے کہ "ہرگز تمہیں دنیا کی نعمتیں اور لذتیں دھوکہ نہ دے دیں کہ تم ان پر ہی فریفتہ ہوکر رہ جاؤ"۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے پیٹوں کو بھوکا رکھو، اپنے جگروں کو پیاسا رکھو اور اپنے جسموں کو مناسب لباس سے ڈھانپو تاکہ دنیا کے اندر دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکو، آپ ﷺ نے فرمایا لوگو! پرانا لباس پہنو اور آدھ پیٹ کھاؤ کہ یہ عمل نبوت کا پاک جزو ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے دلوں کو بہت زیادہ کھانے پینے سے مردہ نہ بناؤ کہ وہ ایک کھیت کی طرح ہوتے ہیں جو زیادہ پانی دینے سے پژمردہ ہوجاتے ہیں، یہ بھی آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ شیطان آدمی کے جسم میں اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح خون رگوں میں، پس بھوک اور پیاس سے اس کی راہ تنگ کرو۔ آپ ﷺ کے اس فرمان عالی شان پر عمل کا بہترین اور آسان طریقہ نفلی روزہ ہے، احساسِ روزہ سے آپ اور بھی بہت سی برائیوں سے بچ رہیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں کبھی سیر ہوکر پانی نہیں پیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کم کھانا تمام بیماریوں کا علاج ہے اور شکم

سیری بیماری کی جڑ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کم بولنا حکمت، کم کھانا صحت اور کم سونا عبادت ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زیادہ کھانا بھی ایک بیماری ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سولہ سال سے شکم سیر نہیں ہوا اس لیے کہ شکم سیری بدن کو گراں، دل کو سخت، دانائی کو کم، نیند کو زیادہ اور انسان کو عبادت کم کرنے دیتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تو کھاتا ہے جیسے چوپائے، نہ تحقیق، نہ تفتیش، نہ تشویش' آپ مزید فرماتے ہیں کہ خواہشات کے موافق کھانا دل کو سخت، باطن کو قید، ذکاوت کو زائل، نیند و غفلت کو زیادہ، حرص کو قوی اور آرزؤں کو دراز کر دیتا ہے' کھانے پینے اور پہننے میں حفاظت کے علاوہ حق تعالیٰ سے اور کسی شے کا سوال مت کر اور ان چیزوں کی غرض سے اس کی عبادت نہ کر۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بھوکے کا جسم عاجزی کرنے والا اور دل خشوع کرنے والا ہوتا ہے' پیٹ بھر کر کھانے کی کوئی فضیلت ہوتی تو جانوروں کو یہ فضیلت ملتی' بھوکا رہنا باطن کی تعمیر کرنا ہوتا ہے اور پیٹ بھر کو کھانا پیٹ کی تعمیر کرنا ہوتا ہے' متقدمین جینے کیلئے کھاتے تھے اور تمہارا جینا ہی کھانے کیلئے ہے' بھوک صدیقین کا طعام، مریدوں کا راستہ (مسلک) اور شیطان کیلئے قید ہے۔
حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے نفس کو غذا میں اس طرح نہ چھوڑ دے جیسے چوپائے چراگاہ میں چھوٹے رہتے ہیں' معدہ کو مطلق العنان چھوڑ دینا ساری مصیبتوں کی جڑ ہے اور اس کو روکنا قابو میں رکھنا اور بھوک کی عادت ڈالنا سب نیکیوں کی اصل ہے' آدمی یہ نیت کرے کہ میں کھانا قوتِ عبادت کیلئے کھاتا ہوں خواہش نفس کیلئے نہیں' جو کھانا شروع کرتے وقت بھی بھوکا ہو اور کھانے سے ہاتھ کھینچتے وقت بھی بھوکا رہتا ہو وہ ہرگز طبیب کا محتاج نہ ہوگا' کھانے سے پہلے جو چیزیں سنت

ہیں ان میں سے بہترین سنت بھوک ہے اس لئے بھوک سے پہلے کھانا کھانا مکروہ ہے بھوک کی علامت یہ ہے کہ انسان بغیر سالن کے روٹی کھا لے جب اس کو سالن کی حاجت ہو تو سمجھ لے کہ اشتہائے صادق نہیں ہے (بھوک کی خواہش سچی نہیں ہے) امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ شیخ ابوسلیمان دورانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ رات کے کھانے سے مجھے ایک نوالہ کم کھانا اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ تمام رات نوافل پڑھتا رہوں' شیخ سہیل تستری کا ارشاد ہے کہ بزرگوں اور دانشوروں کا فیصلہ ہے کہ دین و دنیا میں کوئی چیز بھوک سے بہتر نہیں ہے اور آخرت کے معاملہ میں سیری سے زیادہ کوئی شے مضر نہیں ہے' امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ ایک صحابی ایک راہب سے مناظرے میں مشغول تھے انھوں نے راہب سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ پر ایمان کیوں نہیں لاتے اس نے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس دن تک کچھ نہیں کھاتے تھے اور یہ کام سوائے نبی صادقین کے اور کسی سے نہیں ہو سکتا اور تمہارے رسول (ﷺ) سے کوئی ایسی بات منسوب نہیں ہے انھوں نے جواب دیا کہ میں محمد ﷺ کا ادنیٰ امتی ہوں اگر میں چالیس روز تک کچھ نہ کھاؤں تو تم ایمان لے آؤ گے اس نے کہا ہاں' چنانچہ آپ چالیس دن تک بھوکے رہے اور کہا کہ اگر کہو تو کچھ دن اور بڑھا دوں چنانچہ آپ ساٹھ دن تک بھوکے رہے اور وہ راہب مسلمان ہو گیا۔ جناب سحیط ابن عجلان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیرا سارا شکم ایک بالشت سے زیادہ طول و عرض میں نہیں ہے اگر یہ ذرا سی چیز تجھے دوزخ میں ڈال دے تو عجب سی بات ہوگی۔ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ O" کھاؤ اور پیو مگر اسراف (حد سے نکل جانا) نہ کرو بے شک اسراف کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا" جانوروں اور کافروں کی طرح کھانا اسراف ہی ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے دو

Marfat.com

حرفی بات کر کے گل ہی مُکا دی ۔

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟

****

کم ہنسیں زیادہ روئیں

سورہ توبہ (9) کی آیت 82 میں ہے کہ تو انھیں چاہیے تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں۔ سورہ مریم (19) کی آیت 58 میں ہے کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں کہ جب ان پر رحمٰن کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے۔ سورہ مائدہ (5) کی آیت 83 میں ہے کہ "جب وہ رسول ﷺ کی طرف نازل کردہ قرآن سنتے ہیں تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا ہے"۔ رونا اللہ تعالیٰ کو پہچاننے یعنی یہ معرفت کی علامت ہے۔ سورہ نجم (53) کی آیات 57 تا 62 میں ہے کہ پاس آنے والی (موت) آنے ہی والی ہے اللہ رب العزت کے سوا اس کا کوئی ظاہر کرنے والا نہیں تو کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟ اور ہنس رہے ہو! روتے نہیں! بلکہ تم اس بات کو کھیل تماشا سمجھتے ہوئے (سنجیدہ نہیں لے رہے ہو) نڈر ہو رہے ہو بس اللہ کے سامنے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم جانتے وہ جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور بہت روتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ، آپ کی امت میں سے کوئی شخص بے حساب بھی جنت میں داخل ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گناہوں کو یاد کر کے روئے وہ بے حساب جنت میں جائے گا۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ نجات کی کیا صورت ہے' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زبان بند رکھ، گھر سے باہر مت نکل اور اپنی خطاؤں پر رویا کر۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ میں نے میکائیل علیہ السلام کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا' انھوں نے کہا کہ جب سے دوزخ پیدا ہوئی ہے وہ کبھی نہیں ہنسے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہے کہ قبروں کی زیارت کر اور ان سے آخرت کو یاد کر اور جنازے پڑھ شاید اس سے تجھ کو غم (آخرت) نصیب ہو اس لیے کہ غمگین اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل کو فکر میں، جسم کو صبر میں اور آنکھوں کو گریہ و زاری میں مصروف رکھے۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوبصورت بات کی ہے ۔

نرا نظارہ ہی اے بو لہوس! مقصد نہیں اس کا
بنایا ہے کسی نے کچھ سمجھ کر چشمِ آدم کو

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا مجھے اللہ کے خوف سے اس قدر رونا کہ آنسو میرے رخسار پر بہہ نکلیں اس بات سے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ خیرات کروں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک میری آنکھ سے آنسوؤں کا نکلنا ہزار دینار خیرات کرنے سے اچھا ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو آدمی دنیا (مال و دولت) کے زیادہ ہونے پر خوش ہو اور عمر کم ہونے پر غمگین نہ ہو' اس کی عقل میں فتور ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گریہ زاری کرو اور اپنی آنکھوں اور قلوب کے آنسوؤں سے روؤ' رونا بھی عبادت ہے کیونکہ یہ کمال درجے کی عاجزی ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ تو ہنسنے والوں کے ساتھ مت ہنسا کر بلکہ رونے والوں کے

ساتھ رویا کر، پیرانِ پیر مزید فرماتے ہیں کہ غم وملال کے بغیر دل ویران ہے جو دل اس سے عاری ہیں ان میں حکمت کا فروغ نہیں ہوتا اور نورِ الٰہی بُجھ جاتا ہے' حزن وملال نفس کی فریب کاریوں سے بچانے میں معاون ومددگار ہوتا ہے مزید فرماتے ہیں کہ اپنی خوشی کم کرو اور حزن کو بڑھاؤ کہ تو دارالحزن (دنیا کے قید خانے) میں ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیادہ ہنسنے سے انسان کا دل مردہ ہوجاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کا دل ہی مردہ ہو وہ جہنم کے زیادہ لائق ہے۔ حضرت نصر بن محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں دل کو سخت کر دیتی ہیں' بغیر کسی عجب کے ہنسنا، بغیر بھوک کے کھانا اور بلاوجہ گفتگو کرنا' آپ مزید فرماتے ہیں کہ حزن کی دو قسمیں ہیں (۱) حزن مفید: یہ غمِ آخرت ہے (۲) حزن مضر: یہ دنیا کے حصول میں پیش آنے والا غم ہے۔

جب آنے والی (موت) آنے ہی والی ہو(57:53)، جب کھال کھینچ لینے والی بلا رہی ہو(16:70) اور جب دوزخ گھات لگائے ہوئے ہو(21:78) تو ہنسی مزاح کیسے اور کہاں! حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ مومن کا ہنسنا امورِ آخرت سے غفلت کی وجہ سے ہے اگر امورِ آخرت سے غافل نہ ہو تو اس کے چہرے پر مسکراہٹیں بھی نہ ہوں۔ نبی اکرم ﷺ کی پوری زندگی میں زیادہ سے زیادہ ۳ یا ۴ دفعہ مزاح ثابت ہے اس میں بھی ایسا مسکرانا تھا جس میں دانت مبارک نظر آئے بس، مگر ہم نے دل کے سکون اور اطمینان کے نام پر بہت ساری خرافات کے ساتھ ساتھ مزاح اور ہنسنے ہنسانے کے ذریعے دل کو خوش کرنے کیلئے تھیٹر اور سینما گھر بنا لیئے جبکہ دل اور اس کی خوشی کو پیدا فرمانے والے نے اس کے سکون و اطمینان کا بڑا واضح اور دو ٹوک آزمودہ طریقہ بتا دیا جیسا کہ سورہ

Marfat.com

رعد (13) کی آیت 28 میں ہے کہ وہ جو ایمان لائے ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں (آزمودہ بات)' کان کھول کر سُن لو! اللہ کی یاد میں ہی دلوں کا چین ہے۔
آنسوؤں کی عظمت علامہ اقبالؒ کی نظر سے۔

اس خاک کو اللہ نے بخشے ہیں وہ آنسو
کرتی ہے چمک جن کی ستاروں کو عرقناک
یہی فرزندِ آدم ہے کہ جس کے اشکِ خونیں سے
کیا ہے حضرتِ یزداں نے دریاؤں کو طوفانی

****

تصوف

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام نفسانی لذتوں سے ہاتھ ہٹا لینے کو تصوف کہتے ہیں۔ سورہ فرقان (25) کی آیت 44 میں ہے کہ" کیا آپ ﷺ نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا ہے' کیا آپ ﷺ ان کے وکیل ہو سکتے ہیں؟ کیا آپ ﷺ اس خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر (اس بات کو) سنتے یا سمجھتے ہیں؟ نہیں، یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے"۔ سورہ لقمان (31) کی آیت 33 میں ہے کہ" ہرگز تمہیں دنیا کی نعمتیں اور لذتیں دھوکہ نہ دیدیں کہ تم ان پر ہی فریفتہ ہو کر رہ جاؤ"۔ گویا کہ یہ دونوں آیات ایک طرح سے تصوف کی جامع ہیں۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ موجودہ دور میں تصوف کا صرف نام رہ گیا ہے' حقیقت (کیفیات ومعاملات) کچھ نہیں'اس سے پہلے تصوف کی حقیقت تھی نام بالکل نہیں تھا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف خالی قیل وقال سے نہیں بلکہ بھوک اور نفس

Marfat.com

کی پسندیدہ چیزوں کے ترک کرنے سے حاصل ہوتا ہے مزید فرماتے ہیں کہ تصوف کی بناء ان خصلتوں پر ہے: سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح، رضا حضرت اسحاق علیہ السلام کی طرح، صبر حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح، مناجات حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح، سفر و سیاحت حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی طرح، لباس صوف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اور فقر ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرح، ان سب پر سلام ہوں۔ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف دل سے ماسویٰ اللہ کا زنگ اُتارنے کی راہ ہے' تصوف دل کو صاف کرنے والی چیز کو کہتے ہیں۔

خواہشوں اور ضرورتوں کو کم کرنا ہے تصوف
عارف نے کردی ساری زندگی اس کیلئے وقف
جو بے لگام خواہشوں کو پورا کرنے کا رکھتا ہے شغف
وہ رہبر ہو سکتا نہیں منیرؔ وہ ہے راہزن صرف
جو مشہور کرتا ہے اپنے آپ کو ایک عارف
تھوتھا چنا باجے گھنا کے ہے وہ مترادف
جو صدف موتی رکھنے کا رکھتا نہیں وصف
کوڑی ہوتا ہے لوگوں کی نظر میں وہ صدف
دنیا کمانے میں لگے ہوئے ہیں اہل تصوف
حالانکہ دنیا سے بچانا تھا اس محکمہ کا مصرف

کرامت تو ہے راہِ سلوک کی ایک آزمائش
کرامت سے نہیں ہوتی کسی کی ولایت کی پیمائش

Marfat.com

کرامت نہیں ہوتی کسی بندۂ مومن کی منزل
اُس کا تو مقصود ہوتا ہے منیرؔ فقط رضا و فضل

****

غصہ

سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 134 میں ہے کہ جو خرچ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں خوشحالی میں بھی اور تنگ دستی میں بھی اور غصہ پی جاتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں (کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ) اللہ محبت کرتا ہے (ایسے) نیکو کاروں سے۔ سورہ شوریٰ (42) کی آیت 37 میں ہے کہ وہ جو بڑے بڑے گناہوں (ہر گناہ اللہ کی نافرمانی ہے اور نافرمانی کا کیا چھوٹا ہونا، گناہِ صغیرہ کو کبیرہ جاننا ایمان کے بڑا ہونے کی علامت ہے) اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب غصہ آئے تو درگزر کر دیتے ہیں۔ اسی سورہ کی آیت 43 میں ہے کہ بے شک جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یہ ضرور بڑی ہمت کے کام ہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ غصہ کی اصل آتش ہے اور اس کی ضرب دل پر پڑتی ہے اور اس کی نسبت شیطان کے ساتھ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پہلوان (قوی مرد) وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ پر قابو پالے۔ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے مگر بہت نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو غصہ نہ کر۔ ایک شخص کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تجھے نہیں معلوم دین یہ ہے کہ تجھے غصہ نہ آئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ کیا چیز ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب سے محفوظ رکھے تو آپ ﷺ نے فرمایا' تو غصہ میں نہ آئے۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ تم میں سے بہترین لوگ

Marfat.com

وہ ہیں جنہیں دیر سے غصہ آئے اور جلدی ختم ہو جائے اور تم میں سے بدترین لوگ وہ ہیں جنہیں جلد غصہ آ جائے اور جانے کا نام نہ لے۔ سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غصہ آگ کا شعلہ ہے جسے غصہ آئے وہ پانی پیئے اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اگر بیٹھا ہو تو پہلو کے بل لیٹ جائے اور اپنے جسم کو زمین سے ملا لے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے غصہ نکال لینے پر قادر ہونے کے باوجود غصہ پی لیا تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اُس کے دل کو اپنی رضا سے بھر دے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے ڈرا کرتا ہے وہ اپنے غصہ کا بخار نہیں نکالا کرتا مزید فرمایا کہ خلق میں تم اُس شخص پر اعتماد مت کرو جب تک تم اس کو غصہ کی حالت میں نہ دیکھ لو اور اس کے دین پر اعتماد مت کرو جب تک تم اسے حرص و طمع میں نہ آزما لو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خاموشی غصہ کا بہترین علاج ہے۔

محبوبین و صالحین کی غصہ پر قابو کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کسی نے گالی دی آپ نے فرمایا کہ میرے ایسے بہت سے عیوب ہیں جو تجھ کو معلوم نہیں۔ ایک عورت نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ تم ریاکار ہو' یہ سن کر آپ نے فرمایا' تیرے سوا مجھے آج تک کسی نے نہیں پہچانا۔ ایک شخص نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بری بات کہی' اُنھوں نے جواب دیا اگر تو سچ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے اور اگر جھوٹ کہتا ہے تو تیری مغفرت فرمائے۔ کسی شخص نے شیخ ربیع ابن خثیم کو گالی دی' اُنھوں نے کہا کہ میرے اور بہشت کے درمیان ایک گھاٹی حائل ہے میں اس کے طے کرنے میں مصروف ہوں اگر طے کر لوں تو تیری اس بات کی مجھے کیا پرواہ اور اگر میں اس کو طے نہ کر سکا تو تیری یہ گالی میرے لئے کافی نہیں۔

Marfat.com

انسانی نفس کا سرکش جانور کا سا ہے حال
غصہ اسے کنٹرول کرنے کیلئے ایک ہے کوتوال
نفس کے پنجاری کا اس حقیقت کو سمجھنا ہے محال
اس لئے ہمارے غصے کا منبر بہت بیجا ہے استعمال

****

جھوٹ

جھوٹ سے کراہت کیلئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ یہ منافق کی خصلت ہے مگر کیا کِیا جائے کہ یہ ظالم ہمارے معمولاتِ زندگی کا ایک جزولاینفک بن گیا ہے' اس کے بغیر ہمارے معاملات ہمیں چلتے ہوئے دکھائی ہی نہیں دیتے یہ غیر محسوس طور پر ہمارے خون میں شامل ہوگیا ہے اور اس کی نحوست نے ہماری زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے' جھوٹ میں مہارت' چالاکی، ہوشیاری اور عقل مندی کی علامت بن گئی ہے' جھوٹ کے بغیر معاشرے میں چلنا محال نظر آتا ہے' ایمان دار اور سچے بندے کیلئے مسائل ہی مسائل ہیں یہ ہماری بدقسمتی ہے' ہم میں سے اکثریت یہ بات جانتی ہے کہ جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ میں سے ہے اور ایک حدیث شریف کو بھی جانتی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو جس میں بہت سے برائیاں پائی جاتی تھیں' جھوٹ سے منع کی نصیحت فرمائی جس پر عمل کرنے کی وجہ سے اس شخص کی باقی برائیاں بھی ختم ہو گئی تھیں مگر ہم بے دھڑک جھوٹ بولتے ہیں' ہمارا کاروبار وتجارت تو بس جھوٹ کا ہی کاروبار وتجارت بن کے رہ گیا ہے پھر بھی ہمارا دعویٰ ہے کہ تجارت کے ذریعے ہم حلال کما رہے ہیں! برائی کوئی بھی بانجھ نہیں ہوتی مگر جھوٹ کی برائی تو فتنہ انگیز اور ہلاکت خیز بچے پیدا کرتی ہے جیسا کہ اوپر بیان کردہ نصیحت سے بھی ظاہر ہے اور سورہ

Marfat.com

بقرہ (2) کی آیت 10 میں بھی واضح ہے کہ جھوٹ بولنا منافق کی علامت ہے اور بیمار دل کی نشانی ہے اور جھوٹ سے دل کی بیماری (نفاق، برے اخلاق، بری عادات، بدی کے کاموں میں رغبت، نیکی سے دوری) میں مزید اضافہ ہوتا ہے اور اس کی منتہیٰ دردناک عذاب ہے۔ سورہ توبہ (9) کی آیات 75 تا 77 میں ہے کہ "ان میں کوئی وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور بھلے بندے بن جائیں گے تو جب اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا تو اس میں بخل (ہماری طرح مال جمع) کرنے لگے یہ تو اللہ سے منہ پھیر کر پلٹتا ہے' تو اس کے بعد اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اسے ملیں گے' بدلہ اس کا کہ انھوں نے اللہ سے جھوٹا وعدہ کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے"۔ اللہ کے ساتھ عہد شکنی، وعدہ خلافی اور جھوٹ بولنے سے نفاق پیدا ہوتا ہے' ہم نے بھی اللہ سے ایمان کی صورت عہد (جھوٹ نہ بولنے کا عہد اس عہد کے اندر شامل ہے) کیا ہوا ہے! اور یہ عہد بھی کیا تھا جیسا کہ سورہ یٰسین (36) کی آیات 60 تا 62 میں ہے کہ اے اولادِ آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کا کہنا نہ ماننا بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی بندگی و فرماں برداری کرنا یہی سیدھی راہ ہے اور بے شک اس نے تم میں سے بہت ساری خلقت کو بہکا دیا کیا تم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے۔ سورہ نحل (16) کی آیت 105 میں ہے کہ جھوٹ و بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی جھوٹے ہیں۔ سورہ طٰہٰ (20) کی آیت 61 میں ہے کہ یاد رکھو وہ کبھی کامیاب نہ ہوگا جس نے جھوٹ باندھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہوشیار رہو! جھوٹ بات کہنا گناہِ کبیرہ ہے مزید فرمایا کہ دروغ گوئی (جھوٹ) رزق کی کمی (برکت میں کمی جو نیکی کی طرف مائل

کرتی ہے) کا سبب ہوتی ہے مزید ارشاد مبارک ہے کہ مومن سے ہر تقصیر ہو سکتی ہے لیکن وہ خیانت نہیں کرے گا اور جھوٹ نہیں بولے گا۔ علامہ اقبال یوں فرماتے ہیں۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی نا خوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند
مشکل ہے کہ اک بندۂ حق بین و حق اندیش
خا شاک کے تودے کو کہے کوہِ دماوند

مذاق میں اور لوگوں کو ہنسنے ہنسانے یعنی مزاح کیلئے جھوٹ بولنا بھی منع ہے اور یہ بھی فرمان ہے کہ کسی شخص کے جھوٹا ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی (بغیر تحقیق کے) بات آگے بیان کردے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاں کہیں جھوٹ مصلحت کی بنا پر بولا جائے اور بولنے والا اس سے بیزار ہو تو روا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان مصلحت کے موقعوں پر جھوٹ بولنے کی اجازت فرمائی ہے، ایک جنگ میں کہ آدمی اپنا ارادہ دشمن پر ظاہر نہ کرے، دوسرا جب دو اشخاص میں صلح کرانا مقصود ہو تو ہر ایک کی طرف سے اچھی بات بیان کرے اگرچہ حقیقت میں نہ کہی گئی ہو، تیسرا مقام یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں تو ہر ایک سے یہ کہے کہ میں تجھے زیادہ پیار کرتا ہوں۔ اگر کوئی شخص کسی کا راز معلوم کرنا چاہے تو بھی سچ نہ بولے اسی طرح کسی کی معصیت و گناہ کو ظاہر کرنے سے انکار کرے تو یہ بھی درست ہے کیونکہ شرع کا حکم ہے کہ لوگوں کے عیب چھپاؤ۔

Marfat.com

امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب اپنے منصب سے فارغ ہو کر واپس آئے تو ان کی بیوی نے کہا کہ تم اتنا عرصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عامل رہے میرے لئے کیا تحفہ لائے' آپ نے کہا کہ ایک نگہبان مجھ پر مقرر تھا اس وجہ سے میں کچھ نہ لا سکا آپ نے اس وقت نگہبان سے مراد ذاتِ خداوندی لی تھی اور آپ کی بیوی سمجھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر کسی ناظر کو مقرر کر رکھا تھا' آپ کی بیوی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر شکایت کی کہ (حضرت) معاذ (رضی اللہ عنہ) تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے امانتدار تھے لیکن آپ نے ان پر ناظر کیوں لگایا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ کو بلا بھیجا' قصہ دریافت کیا' جب حضرت معاذ نے تمام واقعہ بیان کیا تو آپ مسکرانے لگے اور حضرت معاذ کو کچھ بطورِ انعام دیا کہ اپنی بیوی کیلئے کچھ لے لیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حیلہ بھی اس وقت روا ہے جبکہ اس کی ضرورت ہو اگر ضرورت نہ ہو تو لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا درست نہیں ہے۔ مگر اب تو لوگ ایسے حیلہ کو بھی بڑی چابکدستی سے جھوٹ کیلئے استعمال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہے۔

ظلم ہے کہ اک بندۂ حق بین و حق اندیش
مصلحتوں کا شکار ہو کے نہ کرے حق پیش
مصلحت کوش کرتا ہے بہت تاویلات پیش
دراصل اپنی ڈگر سے ہٹنے کا مسئلہ ہے اُسے درپیش

****

Marfat.com

غیبت

جھوٹ کی طرح یہ غیبت بھی ہماری زندگی میں رچی بسی ہوئی ہے جھوٹ بول کر ہم کوئی نہ کوئی دنیاوی فائدہ حاصل کر لیتے ہیں مگر مجھے نہیں معلوم ہمیں غیبت سے کیا ملتا ہے؟ غالباً برائی کا حکم دینے والے نفس کی تسکین کیلئے ہم اس گھناؤنی برائی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اس پُرخطر بیماری سے بچنے اور اس سے نفرت اور کراہت پیدا کرنے کیلئے اِسے اپنے مُردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تعبیر فرمایا ہے جیسا کہ سورہ حجرات (49) کی آیت 12 میں ہے کہ ''ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو' کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا اور اللہ سے ڈرو (جو ہو گیا اُس پر معافی مانگو اور آئندہ نہ کرنے کا عہد کرو) بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے''۔ ہم میں سے کوئی ایسا ہے کہ اُس نے اِس فرمان کا سوچ کر کبھی اپنی زبان کو غیبت سے روکا ہو؟ اگر نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہم اللہ جل جلالہ سے ڈرنے والے نہیں ہیں! سورہ ہمزۃ (104) کی آیت 1 میں ہے کہ بڑی خرابی ہے ہر اُس شخص کیلئے جو دوسروں کے عیب ٹٹولنے والا اور غیبت کرنے والا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غیبت سے پرہیز کرو کیونکہ غیبت زنا سے بدتر ہے' زانی کی توبہ تو قبول کر لی جاتی ہے لیکن غیبت کرنے والے کی توبہ قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شخص جس کی غیبت کی گئی معاف نہ کر دے۔ حدیث شریف میں ہے کہ غیبت انسان کی نیکیوں کو اس طرح نابود کر دیتی ہے جیسے آگ سوکھی لکڑی کو، حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور سننے والا اس کی حمایت تو نہ کرے اور اس کو ایسے ہی (نیوٹرل) چھوڑ دے (خود منع نہ کرے) تو حق تعالیٰ اس کو ایسے وقت میں چھوڑ دے گا جب کہ وہ

Marfat.com

نجات کا محتاج ہوگا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ غیبت کرنے والے سے کہتے ہیں چپ ہوجا' بدگوئی مت کر لیکن دل سے اس کو برا نہیں سمجھتے تو ایسے لوگ منافق ہیں۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ غیبت یہ ہے کہ کسی کی عدم موجودگی میں اس کے بارے میں ایسی بات کہی جائے جو وہ سنتا تو اس کو آزردہ، رنجیدہ اور ناگوار گزرتی اگرچہ کہنے والے نے سچ بات کہی ہو اگر وہ بات جھوٹ ہو تو وہ غیبت نہیں ہے بلکہ بہتان ہے جس کی سزا 80 کوڑے ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے درپے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب کے درپے ہوجاتا ہے' جس شخص کے عیب کے درپے اللہ تعالیٰ ہوجاتا ہے وہ اس کو رسوا کر دیتا ہے خواہ وہ اپنے گھر کے اندر رہے' یہ بھی آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کا عیب چھپائے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ راز فاش کرنا خبث باطن کا نشان ہے' دوسرں کے عیبوں کو چھپانا، ان سے تجاہل اور تغافل برتنا دین داروں کی خصلت ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ لوگوں کی باتیں اور حالات پوچھنا نفس کی باتوں کا تخم ہے کان میں خبروں کا پڑنا ایسا ہے جیسے زمین میں تخم کا گرنا کہ وہ بھی ضرور نکلتا ہے اور رگ و ریشہ و برگ و شاخ پیدا کرتا ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ غیبت صرف زبان سے کہنے ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ ہاتھ، آنکھ اور کنایوں و اشاروں سے بھی ہوتی ہے یہ سب حرام ہیں آپ مزید فرماتے ہیں کہ ظالم کے ظلم کو کسی ایسے شخص کے سامنے کہنا جس سے اعانت کا طالب ہو تو وہ غیبت نہیں ہے مگر ایسے شخص کے سامنے کہنا جس سے مدد کی امید نہ ہو غیبت ہو گی۔

غیبت بن گئی ہے ہماری ایک عادت
یہ عادت نفس کی ہے صرف ایک لذت

Marfat.com

اس لذت میں چھپی ہوئی ہے ہماری ہلاکت
لوگو! ہوشیار رہو یہ ہے بڑی آفت

(منیر)

****

بے حیائیوں سے بچو

سورہ انعام (6) کی آیت 151 میں ہے کہ بے حیائیوں کی کسی بھی قسم کے پاس نہ جاؤ خواہ وہ کھلی، علانیہ اور ظاہرہ ہو، خواہ پوشیدہ اور چھپی۔ سورہ اعراف (7) کی آیت 33 میں ہے کہ آپ ﷺ فرما دیں کہ میرے رب نے بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں کھلی ہوئی ہوں یا چھپی ہوئی ہوں، قولی ہوں یا فعلی ہوں۔ اسی سورہ کی آیات 80 &81 میں ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا' کیا تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہ کی' تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو تم تو حد سے ہی گزر گئے ہو۔ سورہ نمل (27) کی آیت 58 میں ہے کہ پھر ہم نے ان (قومِ لوط) پر جن کو ہم پہلے اپنے سخت عذاب سے ڈرا چکے تھے ایک برساؤ برسایا (پتھروں کا) تو کیا ہی بُرا برساؤ تھا۔ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 32 میں ہے کہ زنا کے پاس نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔ سورہ مومنون (23) میں اللہ رب العزت مراد کو پہنچنے والوں کی صفات گنواتے ہوئے آیت 3 میں فرماتے ہیں کہ (مفہوم) ''وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے' منہ پھیر لیتے ہیں''۔ سورہ نور (24) کی آیت 19 میں ہے کہ جو لوگ مسلمانوں میں (ڈراموں، فلموں اور گندی کتابوں وغیرہ کے ذریعے) بے حیائی پھیلانے کے آرزو مند رہتے ہیں ان کیلئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

اسی سورہ کی آیت 30 میں ہے کہ مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہی ان کیلئے پاکیزگی ہے۔ اس سے اگلی آیت 31 میں ہے کہ مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بکل مارے رہیں اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی (دینی) عورتوں کے یا اپنی کنیزوں کے جو اپنے ہاتھ کی مِلک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں' اور زمین پر زور سے پاؤں نہ رکھیں کہ ان کا چھپا ہوا سنگار جانا جائے' اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ (جو ہو گیا اُس پر معافی اور آئندہ نہ کرنے کا عہد) کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔ سورہ احزاب (33) کی آیت 59 میں ہے کہ اے نبی ﷺ اپنی بیویوں سے، اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ وہ (بامرِ مجبوری باہر نکلنے پر) اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال لیا کریں اس سے بہت جلد ان کی (بحیثیت مسلمان کے) شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی اور (آئندہ حکم ماننے پر جو پہلے ہو چکا اسے) اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اسی سورہ کی آیات 32 & 33 میں ہے کہ "اے نبی ﷺ کی بیویو! (خطاب بیویوں سے ہے مگر حکم میں سب مسلمان عورتیں شامل ہیں) تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تمہارے دل میں اللہ کا ڈر ہے تو بضرورت غیر مرد سے بات کرنی پڑے تو پسِ پردہ کرو اور قصد کر لو کہ لہجہ میں نزاکت نہ آنے پائے' بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ کوئی دل کا

Marfat.com

روگی لالچ کرے' بات نہایت سادگی سے کی جائے' عفت مآب خواتین کیلئے یہی شایاں ہے اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں اور (بامرِ مجبوری باہر جانا پڑے تو) بے پردہ نہ رہیں' جیسے زمانہ جاہلیت میں عورتیں اپنی زینت ومحاسن کا اظہار کرتی ہوئیں بے پردہ اتراتی نکلتی تھیں''۔ غیروں کی ثقافت سے مرعوب اور اسلامی ثقافت سے نابلد یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کو جو چیز نبی اکرم ﷺ کے عہدِ مسعود میں پسند تھی وہی اب بھی پسند ہے' اللہ تعالیٰ کی پسند یا ناپسند کبھی تبدیل نہ ہوگی خواہ ہم اس سے بھی زیادہ ''ماڈرن'' یا ''روشن خیال'' ہو جائیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کو اپنانے پر اُس کی ناراضی ضرور ہو گی اور اُس کی ناراضی کی محسوس شکل ''جہنم'' ہے۔ سورہ فرقان (25) کی آیت 63 میں ہے کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو احتیاط سے زندگی بسر کرتے ہیں اور زندگی کی راہ پر اس طرح چلتے ہوئے جب ان کا کسی جاہل یا بیہودہ شخص سے واسطہ پڑتا ہے تو سلام کر کے (سلیقے سے الجھے بغیر) اس سے الگ ہو جاتے ہیں۔ اسی سورہ کی آیت 72 میں ہے کہ ان کا جب کبھی اتفاقاً کسی بیہودہ مجلس پر سے گزر ہو تو اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے ہیں' ملوث نہیں ہوتے۔ سورہ قصص (28) کی آیت 55 میں ہے کہ ان کے کان میں جب کوئی بیہودہ بات پڑتی ہے تو اس سے کنارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے عمل ہمارے لیے اور تمہارے عمل تمہارے لیے اور سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں کہ ہمیں جاہلین سے کوئی غرض و واسطہ نہیں۔ سورہ لقمان (31) کی آیت 6 میں ہے کہ کچھ لوگ نیکی کے کاموں سے غفلت میں ڈالنے والی لغو کہانیاں (فلمی ناول، افسانے، ڈائجسٹ، بیہودہ، لغو اور لا یعنی کتابیں، فلمی کیسٹیں اور سی ڈیز وغیرہ) مول لیتے ہیں ان کیلئے ذلت کا عذاب ہے۔ سورہ بقرہ (2) کی آیت 268 میں ہے کہ ''شیطان تمہیں (اللہ کی راہ میں خرچ

Marfat.com

کرنے پر) غریب ہو جانے کے ڈر سے دھمکاتا ہے اور (برے کاموں کو تمہاری نظروں میں بھلے کر کے اور غربت کے اندیشوں سے دور رکھ کر) بے حیائی (کیلئے خرچ کرنے) کا حکم دیتا ہے''۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کرنا بھی بے حیائی اور اسراف (فضول خرچی) ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں''۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہے کہ نظر بازی سے بچو کیونکہ یہ دل کی کیاری میں شہوت کا پودا لگا دیتی ہے کسی شخص کیلئے یہی فتنہ کافی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مرد مرد کا ستر نہ دیکھے اور نہ عورت عورت کا، مرد مرد کے ساتھ ایک کپڑا اوڑھ کر نہ لیٹے اور نہ عورت عورت کے ساتھ ایک کپڑا اوڑھ کر لیٹے۔ دخترِ رسول رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عورت کی خوبی یہ ہے کہ نہ وہ کسی نامحرم کو دیکھے اور نہ کوئی نامحرم اسے دیکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرو جس طرح کہ حیاء کرنے کا حق ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کماحقہٗ حیاء یہ ہے کہ سر اور باقی حصوں، پیٹ اور دیگر اعضاء کی نگہبانی کرے، موت اور آسودہ خاک ہونے کو یاد کرے جو آخرت کا ارادہ رکھتا ہو اسے دنیاوی زندگی کی زینت ترک کر دینی چاہیے جو ایسا کرے اس نے اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کا حق ادا کر دیا، آپ ﷺ نے فرمایا شرم و حیاء ایمان کا جزو ہے اور ایمان بندے کو جنت میں داخل کر دیتا ہے، فحش گوئی ظلم ہے اور ظلم جہنم تک پہنچا دیتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے شخص پر بہشت حرام ہوگی جو فحش گوئی کرے گا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے کانوں کو فحش سننے سے باز رکھو جیسے زبان کو فحش بکنے سے صاف رکھتے ہو اس لیے کہ (گانے) سننے والا کہنے (گانے) والے کا شریک ہوتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب زبان اصلاح پذیر ہوتی

Marfat.com

ہے تو قلب بھی صالح ہو جاتا ہے۔ حضرت ثمر قندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حیاء کی دو اقسام ہیں (۱) حیاء تیرے اور لوگوں کے درمیان یعنی تو اپنی نگاہ کو ہر اس چیز سے بچائے رکھے جسے دیکھنا حلال نہیں (۲) حیاء تیرے اور اللہ کریم کے درمیان یعنی کہ تو اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اعتراف کرے اور اس کی نافرمانی کرنے سے حیاء کرے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان جب کھلے اور ظاہرہ گناہوں سے بچے اور چھپے گناہوں سے پرہیز نہ کرے تو اُس کا ظاہرہ گناہوں سے بچنا خوفِ خدا سے کم بلکہ لوگوں کے دکھانے اور ان کی بدگوئی سے بچنے کیلئے ہوگا اللہ کی رضا و ثواب کا مستحق وہ ہے جو اس کے خوف سے سارے گناہ (ظاہرہ اور پوشیدہ) ترک کرے۔

اللہ رب العزت نے بے حیائیوں سے بچنے کا طریقہ بھی بتایا ہے جیسا کہ سورہ عنکبوت (29) کی آیت 45 میں ہے کہ "نماز قائم کرو، بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے بچاتی ہے"۔ جو شخص نماز کا پابند ہوتا ہے ایک نہ ایک دن وہ ان برائیوں کو ترک کر دیتا ہے جن میں مبتلا ہوتا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کی نماز اس کو بے حیائی اور ممنوعات سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔ ہمیں بے حیائی، بری باتوں اور برے کاموں سے بچانے والی نماز کی جستجو کرنی چاہیے۔

نظر بازی کے ذریعے لگی ہوئی ہے ایماں کی بازی
یہ بات اللہ سے نڈر ہونے کی کرتی ہے غمازی
بے حیائی بھی ساتھ رہے اور ہو کردار سازی
یہ کہانی کاغذی، یہ لفاظی، یہ رنگ بازی
اپنی نماز کا اے نمازی تو خود بن جا قاضی
جو بے حیائی سے نہ بچائے وہ نماز نہیں حجازی

Marfat.com

تکبر

سورہ بقرہ (2) کی آیت 34 میں ہے کہ ”جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا' اس نے انکار اور تکبر (اپنے آپ کو بڑا سمجھتے اور حسد کرتے ہوئے حق بات سے انکار) کیا اور کافروں میں ہو گیا“۔ گویا تکبر اور حسد وہ گناہ ہیں جن کا ارتکاب دنیائے انسانیت میں سب سے پہلے کیا گیا اور اس کا مرتکب ابلیس تھا۔ سورہ نحل (16) کی آیات 28&29 میں ہے کہ وہ جو اپنی جانوں پر ظلم (نافرمانیاں) کرتے ہیں فرشتے جب ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں اس وقت وہ جھک جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم برائی نہیں کرتے تھے، کیوں نہیں؟ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ تم کرتے تھے پس اب تو ہمیشگی کے طور پر تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ پس کیا ہی برا ٹھکانا ہے غرور (ظلم) کرنے والوں کا۔ اسی سورہ کی آیت 23 میں ہے کہ ”بے شک اللہ مغروروں کو پسند نہیں کرتا“ اللہ کے ناپسندیدہ لوگوں کی جگہ جہنم ہے۔ سورہ زمر (39) کی آیت 60 میں ہے کہ ”کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں؟ (یقیناً ہے)۔ سورہ مومن (40) کی آیت 35 میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ متکبر کے دل پر مہر کر دیتا ہے“ یعنی مہر شدہ دل معروف اور منکر میں فرق کرنے سے عاری ہو جاتے ہیں بلکہ ان کے ہاں معروف منکر قرار پاتا ہے۔ ہمیں ذرا اپنے دلوں کا جائزہ ضرور لینا چاہیے کہ کہیں مہر شدہ دل والی کیفیت کا ہمیں تو سامنا نہیں؟ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 37 میں ہے کہ زمین میں اتراتا ہوا نہ چل (تکبر و خودنمائی سے پاک زندگی بسر کر) بے شک تو ہرگز اس طرح زمین نہ پھاڑ ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا۔ سورہ لقمان (31) کی آیت 18 میں ہے کہ لوگوں سے منہ کج کر کے اپنی گال پھلا کر اپنا رخسار ٹیڑھا کر کے

Marfat.com

بات نہ کر اور زمین میں اتراتا ہوا نہ چل اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو پسند نہیں فرماتا۔ سورہ قصص (28) کی آیت 83 میں ہے کہ آخرت کا یہ بھلا گھر ہم ان ہی کیلئے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حق بات سے سرکشی کرنے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کو غرور کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ بہشت میں نہیں جائے گا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ واسطے تواضع کی اس کو حق تعالیٰ نے رفعت بخشی اور جس نے تکبر کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے نیچا دکھایا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی صاحب تواضع کو دیکھو تو اس کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ اور اگر متکبر کو دیکھو تو اس سے تم بھی تکبر کرو تا کہ وہ ذلیل ہو، حضور ﷺ نے فرمایا کہ عبادت کی حلاوت تواضع ہے۔ کسی بزرگ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا اور ان سے کہا کہ مجھے نصیحت فرمایئے تو آپ نے فرمایا کہ تونگروں کا درویشوں کے سامنے تواضع سے پیش آنا آخرت میں پسندیدہ ہے اور درویشوں کا فضل الٰہی پر اعتماد کرتے ہوئے تونگروں کے سامنے تکبر کرنا اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تواضع عبادت کا فخر ہے یہی زاہدوں کا شرف، عابدوں کی نشانی اور کوئی شے اور کوئی وصف اس سے افضل نہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر انسان بہشت کی خوشبو سونگھنا چاہتا ہے تو اُس کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ہر انسان سے کم تر سمجھے، آپ مزید فرماتے ہیں کہ متکبر ذرا سی بات پر جو اس کی بزرگی کے خلاف ہو غصہ میں آ جاتا ہے پس ایسی صورت میں چاہیے کہ تکبر کو تواضع سے توڑے اور خیال کرے کہ وہ بھی دوسرں کی

Marfat.com

طرح ایک بندہ ہے۔کسی دانا کا قول ہے کہ تین چیزیں گناہوں کی ماں ہیں(۱)حسد(۲)حرص(۳)تکبر۔

اپنے میں تکبر کو تو ہم کبھی نہیں مانتے
مگر اپنے کو کسی سے کم تر بھی نہیں جانتے
بات بات پر منیر جو غصہ ہے آتا
یہ تیرے اندر کبر کا پتہ ہے بتاتا
اطاعت سے ہے جو اس قدر روگردانی
معلوم ہے تجھے؟ کہ یہ ہے کبر کی نشانی
تواضع سے تم دے دو تکبر کو مات
کہ تواضع میں ہے اصل مسلمانی کی حیات

****

کان،آنکھ اور دل کی باتوں پر بھی گرفت ہوگی!

سورہ بقرہ(2) کی آیت 284 میں ہے کہ ''تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے تم ظاہر کرو یا چھپاؤ' اللہ تعالیٰ اس کا تم سے حساب لے گا پھر جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے سزا دے''۔حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میزان عدل ہر بالغ عاقل کے افعال واقوال اور دل کے وسوسوں میں جاری ہے۔سورہ نحل(16) کی آیت 78 میں ہے کہ ''تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے اور تمہیں کان،آنکھ اور دل دیئے کہ تم احسان مانو''۔اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان نعمتوں کا کیا مقصد ہے کہ علم وعمل سے فیض یاب ہو کر منعم کا شکر بجالایا جائے اور اس کے احکامات کی بجا آوری میں ہمہ وقت مشغول رہ کر اسکی نعمتوں کا حق ادا کیا جائے' ہم

Marfat.com

ان نعمتوں کا شکرادا کرنا تو کجا بلکہ اُس کی نافرمانی میں انھیں استعمال کررہے ہیں اور انجام خیر کی توقع رکھتے ہیں' کیسی جہالت ہے! آنکھوں سے اس کی منع کی ہوئی چیزیں دیکھتے ہیں، کانوں سے اس کی منع کی ہوئی آوازیں (گانے وغیرہ) سنتے ہیں اور دل سے انہیں برا تو کیا سمجھنا بلکہ اُنس رکھتے ہیں' ہمیں دل کے مقصد کا علم ہی نہیں؟ دل تو اُس کا گھر ہے' آنکھوں اور کانوں کے ذریعے جب دل (گھر) میں غلاظت بھر جائے گی تو وہ پاک کیسے دل میں آئے گا؟ ایسا ناپاک دل اس کی پاکیزہ جنت میں کیسے داخل ہوگا؟ ہمارا حال تو ایسا ہے جیسا کہ سورہ احقاف (46) کی آیت 26 میں ہے کہ ہم نے انہیں کان، آنکھیں اور دل بھی دے رکھے تھے لیکن ان کے کانوں اور آنکھوں اور دلوں نے انہیں کچھ بھی نفع نہ پہنچایا۔ سورہ سجدہ (32) کی آیت 6 میں ہے کہ تمہیں کان اور آنکھیں اور دل عطا فرمائے' کیا ہی کم حق مانتے ہو۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر ایک عضو ایک صفت خاص کیلئے ہے مثلاً آنکھ دیکھنے کیلئے، کان سننے کیلئے' آنکھ اگر دیکھ نہ سکے تو وہ اپنی صفت یا سعادت سے محروم ہے، کان اگر سُن نہ سکیں تو وہ اپنی صفت یا سعادت سے محروم ہیں اسی طرح دل کی صفت یا سعادت دیدارِ الٰہی اور قربِ الٰہی ہے جو دل دیدارِ الٰہی اور قُربِ الٰہی سے محروم ہے وہ دل اپنی صفت یا سعادت سے محروم ہے۔

دیدارِ الٰہی ہے دل کا مطلوب و مقصود بس
یہی مطلوب ہماری سعی سے ہے مفقود بس

سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 25 میں ہے کہ "تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے (لہٰذا باطن کی زبان اور دل کے منصوبوں پر قابو رکھو) اگر تم دل سے توبہ کرو تو بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے"۔ حضرت

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنی ظاہرہ زبانوں اور باطن کے الفاظ کو پابند بناؤ۔ اسی سورہ کی آیت 36 میں ہے کہ "ایسی بات کہنے سے رکو جس کا تجھے علم نہیں (جھوٹی گواہی سے بچو) بے شک کان اور آنکھ اور دل سے باز پرس ہونی ہے"۔ کان سے کیا سنا، آنکھ سے کیا دیکھا اور دل سے کیا سوچا؟ وہی باطن پر قابو لازم ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا، میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے نصیحت فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا، اپنے حواس کو روک کر رکھ۔

کان: حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو بات کان کے ذریعے دل تک پہنچتی ہے اس کی خاصیت ایسی ہے جیسے پیٹ میں طعام، بعض کھانے نفع دینے والے، بعض کھانے نقصان دہ اور بعض زہر کی طرح برا اثر رکھتے ہیں، کلام کا طعام کی نسبت اثر زیادہ ہوتا ہے اور دیر تک باقی رہتا ہے، نقصان دہ طعام کا اثر زائل نہ بھی ہو تو دوا کے ذریعے زائل کیا جا سکتا ہے لیکن بعض باتیں بسا اوقات بھولتی ہی نہیں جو انسان کے احساسات کو خواہ مخواہ حرکت دیتی رہتی ہیں یہاں تک کہ بندہ ان کے سبب کسی بڑی آفت میں مبتلا ہو جاتا ہے انسان اپنے کانوں کو فضول ولایعنی باتوں کے سننے سے محفوظ رکھے تو بہت سی آفات سے آرام میں رہتا ہے، معاصی کا سبب یہ ہے کہ دل سے اس کی گرانی اور برائی سے نفرت جاتی رہے اور گرانی کے جانے کے باعث اس کے ساتھ مانوس ہوتا ہے اور انس کثرت سے سننے کے سبب سے ہوتا ہے تو جس صورت میں صالحون اور فاسقوں کے احوال سننے کا یہ حال ہو تو ان کے دیکھنے کو خود سمجھ لو کہ کیا حال ہوگا کیونکہ طبیعت کے بدلنے کیلئے صرف خیر وشر کی باتوں کا سننا ہی کافی ہوا کرتا ہے دیکھنا تو در کنار رہا۔

Marfat.com

آنکھ: حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات بندہ کسی شے پر نظر ڈالتا ہے تو اس سے اس طرح اثر قبول کرتا ہے جس طرح چمڑا رنگ سازی کے عمل میں رنگ قبول کرتا ہے اگر تم اپنی آنکھ کو کھلا چھوڑ دو گے تو رنگا رنگ نظارے ایک روز تمہیں مشقت میں ڈال دیں گے۔ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنکھ وہ ہے جو دیدارِ الٰہی کر سکے' آنکھ وہ نہیں جو دنیائے مردار کی متلاشی ہو۔ علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے ۔

نرا نظارہ ہی اے بو الہوس! مقصد نہیں اس کا
بنایا ہے کسی نے کچھ سمجھ کر چشمِ آدم کو

دل: حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام جسم کی اصلاح دل کی اصلاح پر موقوف ہے دشمن ہر وقت اس کی طرف متوجہ ہے اور اسے تباہ کرنے کا قصد کئے ہوئے ہے۔ ''دل'' عقل اور شہوت دونوں کے لشکروں کا میدان کارزار ہے لہٰذا اس کی نگہداشت بہت ضروری ہے' دل کی لغزش کا ادنیٰ درجہ قساوت اور غیر اللہ کی طرف میلان ہے' دل درخت کے تنے کی مانند ہے اور باقی اعضاء شاخوں کی طرح، شاخوں کی اصلاح اور خرابی تنے پر موقوف ہے۔ ۔

کان، آنکھ اور دل کی نگہبانی — اللہ کی تیرے قریب ہونے کی یہ نشانی
اللہ کی تجھ پر کیسے ہوتی ہے مہربانی؟ — اطاعت کی حرص ہو جاتی ہے طوفانی
اللہ کی بندے پر محبت کی کہانی — ایماں کی فراوانی ، یاد میں روانی

****

Marfat.com

صحبت

سورہ فرقان (25) کی آیات 27 تا 29 میں ہے کہ جس روز ظالم اپنے ہاتھ چبالے گا کہ ہائے کاش کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی راہ اپنائی ہوتی' وائے خرابی میری' ہائے کسی طرح میں نے فلاں (نافرمان) کو دوست نہ بنایا ہوتا بے شک اُس نے مجھے بہکا دیا اللہ کی آئی ہوئی نصیحت سے۔ سورہ کہف (18) کی آیت 28 میں ہے کہ اپنے آپ کو ان کے ساتھ مانوس رکھو جو صبح شام (ہمہ وقت) اپنے رب کو یاد کرتے رہتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے رہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انھیں (بیدار غریبوں کو) چھوڑ کر اور (غافل مالداروں) پر نہ پڑیں' کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگھار چاہو گے؟ اور اُس کا کہا بالکل نہ ماننا جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ خواہش نفس کے پیچھے چلا اور اُس کا کام حد سے گزر گیا۔ سورہ ھود (11) کی آیت 113 میں ہے کہ ظالموں (نافرمانوں) کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ سورہ نساء (4) کی آیت 140 میں ہے کہ کفار کی ہم نشینی اور ان کی مجلسوں میں شرکت کرنا اور ایسے ہی بے دینوں اور گمراہوں کی مجلسوں میں شرکت اور ان کے ساتھ یارانہ و مصاحبت ممنوع فرمائی گئی ہے جو ایسا کرے وہ انہیں جیسا ہے اور اُس کا ٹھکانہ انہیں کے ساتھ جہنم ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ برے آدمی کی مجلس لوہار کے پاس بیٹھنے کی طرح ہے کہ اگر کپڑا نہ بھی جلے تو اس کا دھواں ضرور پہنچے گا اور نیک آدمی کی صحبت عطر فروش کی مجلس کی طرح ہے کہ اگر تجھے عطر نہ بھی دے اس کی خوشبو تو پہنچے گی' سیّد عالم ﷺ نے فرمایا کہ ہم نشینی نہ کرو مگر ایمان دار کے ساتھ اور کھانا نہ کھلاؤ مگر پرہیز گار کو' آپ ﷺ سے کسی نے نصیحت طلب کی تو فرمایا نیک لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا رکھ حدیث شریف میں ہے کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ خاموشی اور زہد اُس پر عنایت ہوا

Marfat.com

ہے تو اس کے قریب ہو جاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کس کی ہم نشینی بہتر ہے؟ فرمایا' اُس شخص کی جس کے دیکھنے سے تم کو اللہ تعالیٰ یاد آجائے، اس کے علم سے آخرت یاد آجائے اور اس کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس شخص سے جو تم کو حق تعالیٰ سے غافل بنائے ایسے بھاگو جیسے درندہ سے بھاگتے ہو آپ مزید فرماتے ہیں کہ ان لوگوں سے میل جول ترک کر جو تجھ کو دنیا کی رغبت دلائیں اور ان کی ہم نشینی تلاش کر جو تجھ کو اس سے بے رغبت بنائیں' مزید فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ کے پہچاننے والوں سے اکثر ملتا جلتا رہتا ہے وہ اپنے نفس سے واقف اور اپنے پروردگار کے سامنے جھک جایا کرتا ہے' مزید فرماتے ہیں کہ تیری غفلت کی علامت یہ ہے کہ تجھ کو اہلِ غفلت ہی کی صحبت نصیب ہے' پیرانِ پیر مزید فرماتے ہیں کہ رب کے ساتھ تیری صحبت یہ ہے کہ اس کے ارشاد کی تعمیل کرے اور اس کے ممنوعات سے رُکے۔ ایک آدمی نے حضرت سہیل تستری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں میں صحبت و مجلس رہا کرے' فرمایا ہم میں سے جب ایک فوت ہو جائے گا تو دوسرا کس سے صحبت اختیار کرے گا' اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے' آپ نے فرمایا تو اب بھی اللہ تعالیٰ ہی سے صحبت و سنگت رکھنی چاہیے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بُرے آدمی کی مجلس سے تنہائی بہتر ہے اور نیک آدمی کی مجلس تنہائی سے بہتر ہے' مزید فرماتے ہیں کہ بچے کو دوزخ کی آگ سے بچانا دنیا کی آگ سے بچانے سے زیادہ ضروری ہے اس کو بُری صحبت سے بچائیں کہ ساری آفتیں صحبتِ بد سے پیدا ہوتی ہیں، امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کے دیدار کا شوق، اس کی خفگی کا خوف اور دوسرے احوالِ شریفہ اگر آدمی

Marfat.com

میں نہ ہوں تو چاہیے کہ ان کے حاصل کرنے کی تدبیر کرے اس طرح کہ جو لوگ ان حالات سے موصوف ہوں ان کے پاس بیٹھا کرے، ان کے احوال دیکھا کرے، ان کی صفات کو دل میں اچھا کہا کرے، دُعا کیا کرے کہ اللہ وہ حالت مجھ کو بھی مرحمت فرمائے اور اس کے سامان میرے لئے مہیا فرمائے کیونکہ جو شخص دوسرے کے پاس بیٹھتا ہے تو اُس کی صفات اُس کے اندر بھی سرائیت کر جاتی ہیں اور اُس کو خبر بھی نہیں ہوتی' مزید فرماتے ہیں کہ بد ہم نشین کے اخلاق کو طبیعت چرا لیتی ہے' امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے لوگوں سے علیحدگی اختیار کر رکھی ہے' انھوں نے جواب دیا کہ مجھ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا دین چھن جائے اور مجھ کو خبر بھی نہ ہو۔ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحبت کی تاثیر ہوتی ہے۔ حضرت علامہ اقبال صحبت کی اہمیت کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں ۔

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کرگئی شاہیں بچے کو صحبتِ زاغ
(زاغ معنی کوا)

ایک نہایت ہی اہم بات جس کے ذکر کے بغیر یہ موضوع شاید تشنہ رہ جائے وہ ہے "رہبانیت"۔ فرمانِ رسول ﷺ کہ "دنیا کی محبت ہی ہر برائی کی جڑ ہے" کے تحت جب اہل دنیا کو دنیا سے بے التفاتی، بے اعتنائی، بے رغبتی (زُہد)، دنیا سے الگ، بے تعلق اور گوشہ نشین ہونے کیلئے کہا جاتا ہے تو دنیا سے مغلوب، دنیا پرستانہ ذہنیت کے حامل، دنیا کے دیوانے اور متوالے رہبانیت کا تصور (Consept) اور پس منظر جانے بغیر فوراً رٹائی ہوئی ایک بات حدیث شریف کے حوالے سے بیان

Marfat.com

کر دیتے ہیں کہ ''اسلام میں رہبانیت نہیں ہے''۔ آئیں قرآن وحدیث کی روشنی میں بہت سے دینی معاملات کا رخ بدل دینے والے اس نہایت ہی اہم تصور کو دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ مائدہ (5) کی آیت 82 میں ہے کہ ''تمام انسانوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے آپ ان یہود اور مشرکین کو پائیں گے اور ان میں مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے قریب تر ان لوگوں کو پائیں گے جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست عالم ہیں اور بہت سے رُھْبَانًا (درویش، گوشہ نشین ہو کر عبادت کرنے والے) ہیں اور اس وجہ سے کہ وہ تکبر نہیں کرتے''۔ چونکہ عیسائیوں سے دوستی (راز و نیاز اور غمخواری والا تعلق) نہیں ہو سکتی اسی لئے دوستی کی نہیں بلکہ دوستی کے قریب تر کی بات کی ہے۔ دوستی کی بنیاد مشترکہ اقدار پر ہوتی ہے جتنی پسند و ناپسند ملتی ہوگی دوستی (تعلق) اتنی ہی گہری ہوگی۔ مذکورہ آیت میں دوستی کے قریب تر کی بات میں ان تینوں صفات (علم دوست عالموں کا ہونا، رُھْبَانًا کا ہونا اور غرور نہ کرنا) کا ذکر دونوں گروہوں میں مشترک ہونا ظاہر کرتا ہے یعنی یہ تینوں صفات مسلمانوں کی بھی ہیں اور مثبت سوچ رکھنے والے عیسائیوں کی بھی۔ اس آیت مبارکہ میں یہ تینوں پسندیدہ اور مثبت صفات کے طور پر ذکر ہوئی ہیں۔

سورہ حدید (57) کی آیت 27 میں ہے کہ ''ہم نے عیسیٰ بن مریم کے تابعداروں کے دلوں میں شفقت اور رحمت رکھ دی اور رہبانیت کی بدعت انھوں نے خود ایجاد کی ہم نے اسے ان پر فرض نہ کیا تھا البتہ انھوں نے اسے رضائے الٰہی کے حصول کیلئے اختیار کیا تھا پھر اسے وہ نباہ نہ سکے جیسے اس کے نباہنے کا حق تھا (اس گوشہ نشینی میں بہت ساری غیر فطری پابندیاں شامل کر کے اس کو رضائے الٰہی کے حصول کی بجائے حکومت وسلطنت کے حصول، دنیا کمانے اور مال بٹورنے کا ذریعہ بنا لیا اور

رہبانیت صرف سورۃ رہ گئی ہمارے تصوف کی طرح) پھر بھی ہم اس بدعت کو نباہنے والے اہل ایمان کو اس کا اجر دیں گے' اسے نہ نباہنے والے اکثر فاسق (تھے) ہیں"۔

اس آیت مبارکہ کی رو سے اللہ تعالیٰ نے رہبانیت کو ناپسند نہیں فرمایا اور نہ ہی اس سے منع فرمایا ہے بلکہ اس پر اجر عطا فرمایا اور نہ نباہنے کے ذکر میں تاسف کا اظہار ہے۔ رہی بات نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان مبارک کی کہ اسلام میں رہبانیت نہیں' اگر واقعی یہ فرمان ہے تو اس سے وہ رہبانیت مراد ہے جسے وہ نباہ نہ سکے جس کا ذکر مذکورہ آیت مبارکہ میں ہے یعنی اصل رہبانیت کی بگڑی ہوئی شکل جو آپ ﷺ کے عہد مسعود میں عیسائیوں میں مروج تھی۔ اس فرمان کی مثال ایسے ہے جیسے حضرت علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ (مفہوم) "صوفی اور ملا کو میرا اسلام ہو کہ ان کی وجہ سے میں مسلمان ہوں"۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ "دین ملا فساد فی سبیل اللہ" اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ علامہ اقبالؒ علماء کے حق میں ہیں مگر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ علماء کے خلاف ہیں۔ باتیں دونوں ٹھیک ہیں۔ سیدھی سی بات ہے کہ علامہ اقبال نے علماء حق کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور علماء سوء کی مذمت کی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر امت کی ایک رہبانیت ہے اور میری امت کی رہبانیت جہاد ہے۔ اگر رہبانیت اتنی ہی بری اور مکروہ چیز ہوتی تو آپ ﷺ جہاد کو رہبانیت قرار نہ دیتے۔ جہاد میں بھی مجاہد دنیا سے کٹ ہو کر اللہ کے ساتھ یکسو (گوشہ نشین) ہوتا ہے۔ وہ سامنے دشمن (شیطان) سے برسرِ پیکار ہوتا ہے اور اس کے تصور میں اللہ اور اس کی رضا ہوتی ہے۔ اگر اس وقت مجاہد کے تصور میں اس کے سوا کچھ اور ہو تو عین ممکن ہے کہ ایسی حالت میں مجاہد کی موت شہادت کی موت نہ ہو کیونکہ شہید کہتے ہی اسے ہیں جو اللہ کی حقانیت کی گواہی دیتے ہوئے جان دے

دے۔ ''جہاد میری امت کی رہبانیت ہے'' کے فرمان کی تائید پیچھے بیان کردہ دونوں آیات (82:5 اور 27:57) سے بھی ہوتی ہے جبکہ یہ فرمان ''اسلام میں رہبانیت نہیں ہے'' کی نفی کرتا ہیں۔

ہر وقت تصور میں اللہ کو رکھنے کیلئے یہ گوشہ نشینی / رہبانیت نہایت مفید عمل ہے بلکہ ضروری ہے۔ یہ گوشہ نشینی / رہبانیت عصر سے مغرب یا عشاء تک بھی ہوسکتی ہے اور تہجد کے وقت کی گوشہ نشینی / رہبانیت تو نہایت ہی کارگر ہے (6:73)۔ نماز فجر سے نماز اشراق تک کی گوشہ نشینی / رہبانیت سلف صالحین کا معمول رہی ہے اور یہ قرآن کا حکم بھی ہے جیسا کہ سورۃ طٰہٰ (20) کی آیت 130 میں ہے کہ ''اس کی پاکی بولیں دن کے کناروں پر (نماز فجر سے نماز اشراق تک اور نماز عصر سے نماز مغرب تک خصوصی اہتمام کے ساتھ)۔ ممکن ہے یہ تھوڑے سے وقت کی گوشہ نشینی / رہبانیت اللہ کی یاد میں پختگی کا سبب بن جائے اور پھر آپ لوگوں کے درمیان بھی اپنے کو اللہ کے ساتھ تنہا پائیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''انھوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ نجات کی کیا صورت ہے' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زبان بند رکھ، گھر سے باہر مت نکل اور اپنی خطاؤں پر رویا کر''۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اسے کیا نام دیں؟ کیا یہ رہبانیت نہیں ہے؟ اعلان نبوت سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ کا کئی کئی روز تک غارِ حرا میں رہنے کو کیا کہیں گے؟ رمضان شریف میں 10 یا 20 دن کے اعتکاف کو کیا رہبانیت نہیں کہہ سکتے؟ رہبانیت ''جسے وہ نباہ نہ سکے'' والی حالت کو دیکھ کر رہبانیت کو ہی غلط کہہ دینا غلط ہے۔ رہبانیت کے ساتھ بھی وہی ہوا ہے جو نام نہاد اہل تصوف نے تصوف کے ساتھ کیا ہے۔

Marfat.com

دنیا سے بے رغبتی (زہد) اختیار کرنا بہت مشکل اور نفس پر بڑا بھاری ہے اس لئے بہت ہی قلیل سی تعداد اس بات کو مانتی ہے اور اس قلیل سی تعداد میں سے مزید قلیل تعداد کا عمل شاید قول کے مطابق ہو؟ اور ان میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جو دنیا سے بے رغبتی میں حد سے گزر گیا ہو بحر حال میں نے تو ایسا کوئی نہیں دیکھا۔ چلیں 001% فرض کر لیتے ہیں۔ میرا حساب کتاب اگر ٹھیک نہ لگے تو آپ خود اندازہ لگا لیں۔ اب اس فرض کئے ہوئے 001% افراد کو دنیا سے بے رغبتی میں حد سے گزر جانے سے روکنے کیلئے بے رغبتی کے خلاف آپ کے قائم کردہ تمام دلائل 99.99% لوگوں کو مزید دنیا کی رغبت دلانے کی حوصلہ افزائی کا سبب بنیں گے جو پہلے ہی اپنی تمام تر اہلیتوں، صلاحیتوں اور عقل و علم کے ساتھ دنیا کی طرف پوری طرح راغب ہیں جبکہ سورہ مطففین (83) کی آیت 26 میں حکم ہے کہ ''رغبت کرنے والوں کو اللہ کی طرف ہی رغبت کرنی چاہیے''۔ میں کسی بھی بات پر دلائل قائم کرنے کا مخالف نہیں ہوں مگر آپ خود اندازہ لگا لیں کہ دنیا سے بے تعلقی اور بے رغبتی کے خلاف آپ کے قائم کردہ دلائل بادی النظر میں کیا تاثر پیدا کرتے ہیں اور کیا رنگ دکھاتے ہیں؟ ان مخالفانہ دلائل سے سوائے دنیا کی رغبت میں بڑھوتی اور پختگی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ دیکھیں آپ نے 001% افراد کو حد سے گزرنے سے بچانے کی خاطر 99.99% لوگوں کو ہر برائی کی جڑ ''دنیا'' کی طرف دھکیل دیا۔

****

تری دُعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
میری دُعا ہے تیری آرزو بدل جائے

(اقبال)

Marfat.com

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

سورہ بقرہ (2) کی آیت 195 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اس کام سے غفلت برت کر اپنے ہی ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو احسان کرو اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ اسی سورہ کی آیت 268 میں ہے کہ شیطان طرح طرح کے وسوسے دل میں ڈال کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکتا ہے اور غریب ہو جانے سے ڈراتا اور سخت بے حیائی یعنی بخل کو کفایت شعاری اور دور اندیشی کے رنگین عنوانوں سے پیش کرتا ہے اور اللہ تم سے وعدہ فرماتا ہے بخشش اور فضل کا۔ سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 92 میں ہے کہ تم ہرگز نہیں پہنچ سکتے اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت (کامل نیکی کا رتبہ) کے حصول میں کسی امتیازی مقام پر جب تک اپنی محبوب چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو اور تمہارے خرچ کرنے کی مقدار و کیفیت و نیت سے اللہ تعالیٰ پوری طرح باخبر ہے۔ سورہ بقرہ (2) کی آیت 267 میں ہے کہ اے ایمان والو خرچ کرو اپنی حلال و پاکیزہ کمائی میں سے اور نہ ارادہ کرو اللہ کی راہ میں ردی (نکمی) چیز کے خرچ کرنے کا' حالانکہ اگر تمہیں کوئی ردی چیز دے تو تم نہ لو۔ سورہ حدید (57) کی آیت 11 میں ہے کہ کون ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض (خوش دلی سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے) پھر اللہ تعالیٰ اسے اُس کیلئے بڑھاتا چلا جائے اور اس کیلئے پسندیدہ اجر ثابت ہو جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی نہ پسند کرے جو وہ اپنے نفس کیلئے پسند کرتا ہے' آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حرام سے صدقہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس صدقے کو قبول نہیں فرماتا۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو آدمی حرام مال سے

Marfat.com

صدقہ وخیرات کرے وہ اس طرح ہے جیسے کوئی پیشاب سے ناپاک کپڑا دھوئے تا کہ وہ زیادہ ناپاک ہو جائے۔ حلال کمانے اور کھانے کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے حلال کھانے کو نیک اعمال کرنے پر مقدم قرار دیتے ہوئے براہِ راست نبیوں کو حکم فرمایا جیسا کہ سورہ مومنون (23) کی آیت 51 میں ہے کہ حلال کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

سورہ ابراہیم (14) کی آیت 31 میں ہے کہ میرے ایمان والے بندوں سے کہہ دیجیے کہ نمازوں کو قائم رکھیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے اس میں (ہماری موافقت کرتے ہوئے) ضرور ہماری راہ میں چھپے (نفلی خیرات) اور ظاہرو اعلانیہ (فرض، زکوٰۃ وغیرہ) خرچ کرتے رہیں۔ سورہ بقرہ (2) کی آیت 274 میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے رات اور دن، چھپ کر اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں ان کیلئے بڑا اجر ہے اور وہ حزن وملال، خوف وغم سے آزاد ہوں گے۔ اسی سورہ کی آیت 261 میں ہے کہ جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بڑھا چڑھا دے اور اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔ اسی سورہ کی آیت 264 میں ہے کہ اے ایمان والو! مت ضائع کرو اپنے صدقوں کو احسان جتلا کر اور دکھ پہنچا کر اُس آدمی کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنے مال لوگوں کو دکھانے کیلئے۔ سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 134 میں ہے کہ "جو لوگ خرچ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں خوشحالی میں بھی اور تنگی دستی میں بھی، غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے نیک کاروں سے محبت کرتا ہے"۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ رب نے خوشحالی اور تنگ دستی دونوں میں خرچ کرنے

Marfat.com

والوں کا ذکر فرمایا ہے' خوشحالی میں تو سبھی خرچ کر سکتے ہیں' بات ہے تنگ دستی میں خرچ کرنے کی' کیا ان تنگ دستی میں خرچ کرنے والوں اور سورہ بقرہ (2) کی آیت 274 میں دن اور رات خرچ کرنے والوں کو نصابِ زکوٰۃ کا علم نہ تھا؟ بہت علم تھا بلکہ انہیں ہی علم تھا' ہمیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی معرفت نہیں ہے' ہم نفس امارہ کی اس خصوصیت کہ "بے شک انسان کو مال کی شدید محبت ہے (8:100) پر ہی کھڑے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کونسا صدقہ سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی محتاج کو خفیہ طور پر دیا جائے اور وہ صدقہ ہو بھی تنگ دست آدمی کے خون پسینہ کی کمائی کا۔ سورہ حدید (57) کی آیت 10 میں ہے کہ تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث اللہ عزوجل ہے۔ سورہ بقرہ (2) کی آیت 219 میں ہے کہ "پوچھتے ہیں آپ ﷺ سے کیا خرچ کریں' فرمایئے جو ضرورت سے زیادہ ہو" یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ کچھ (آدھا، تیسرا یا چوتھا حصہ) رکھ لو یا جمع کر لو باقی خرچ کر دو بلکہ فرمایا جو ضرورت سے زائد ہے خرچ کر دو۔ اس آیت مبارکہ سے عیاں ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی کوئی حد نہیں ہے، جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے، صرف ضرورت پوری کرنی ہے، وہ بھی ضرورت بلا ضرورت نہ ہو اور ضرورت پوری کرنے میں اسراف بھی نہ ہو ایسے جیسے وضو کی ضرورت پوری کرنے کے پانی میں بھی اسراف معتبر ہے خواہ آپ نہر یا دریا پر ہی وضو کیوں نہ کر رہے ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آدمی کا حق صرف تین چیزوں میں ہے اوّل کھانا جو پشت سیدھی رکھے، دوئم کپڑا جو برہنگی چھپائے، سوئم گھر جو پناہ دے اور اگر اس سے زیادہ ہو تو حساب کی چیز ہے۔ یہاں بھی ہم نے اس آیت (219:2) میں اللہ کے حکم کے ساتھ کھلواڑ کیا کہ ہم نے زائد از ضرورت خرچ

Marfat.com

کرنے کی بجائے اپنی ضرورتوں کو ہی لامحدود اور بے لگام کر دیا۔ یہ آیت مبارکہ ہماری ضرورتوں کو محدود سے محدود کرنے کا تقاضہ کرتی ہے اور ہمارے ہاتھوں کو روکتی ہے اس لیے یہ ہمارے نفسوں پر بھاری ہے (چونکہ انسان کو مال کی شدید محبت ہے، 8:100) اور ہم اس حکم کو مال کی محبت کے زیرِ اثر بے اثر و بے جان کرنے کیلئے مختلف تاویلات بھی کرتے ہیں، اسی طرح کے ایک حکم پر حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم بھی سیخ پا ہوگئی تھی (وہ حکم ہمارے لئے بھی ہے) جیسا کہ سورہ ھود (11) کی آیت 87 میں ہے کہ "(قوم نے کہا) اے شعیب! کیا تیرا دینی طرزِ حیات تجھے یہی حکم دیتا ہے کہ ہم اپنے باپ دادوؤں کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنے مالوں میں جو ہم اپنی محنت سے کماتے ہیں جو کچھ چاہیں اس کا اپنی مرضی سے (خواہش نفس کے تحت حسبِ منشا) خرچ کرنا بھی چھوڑ دیں (طنزاً بولے) پھر تو تُو بڑا سیانا اور نیک چلن آدمی ہے"۔ اپنی ضرورتوں کو لامحدود اور بے لگام رکھنے والے میانہ روی اور نفس کے حقوق کے نام پر سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت 29 پیش کرتے ہیں جس میں ہے کہ "اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ پھر ملامت کیا ہوا درماندہ بیٹھ جائے"۔ اس آیت مبارکہ میں "ہاتھ پورا نہ کھولنا" مشروط ہے "ملامت کیا ہوا درماندہ بیٹھ رہنے سے" یہ آیت مبارکہ سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے قطعی منع نہیں کر رہی، اگر ایسا ہوتا تو نبی اکرم ﷺ اس (مکی) آیت کے تحت میانہ روی کو سامنے رکھتے ہوئے مدینہ میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ کی راہ میں سب کچھ دے دینے سے منع فرما دیتے یا اللہ کا حکم آجاتا، جبکہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو زمین سے آسمانوں تک بلکہ عرش تک سراہا گیا، دراصل بات نفسِ مطمئنہ کے غنا کی ہے، ہم تو صرف زائد از ضرورت خرچ کرنے کے حکم کو ہی دیکھ رہے ہیں اور اس حکم سے

Marfat.com

پہلوتہی کرنے کیلئے ہمارے پاس اپنی نام نہاد ضرورتوں کی صورت میں ہزار جواز ہیں مگر ذرا صحابہ کرام کو دیکھیے جیسا کہ سورہ حشر (59) کی آیت 9 میں ہے کہ ''یہ تو اپنے دوسرے ساتھیوں کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں' یہ تو انہیں (اپنے نفس کے حقوق پامال کرتے ہوئے؟) وہ کچھ دے دیتے ہیں جن کی انہیں خود اشد ضرورت ہوتی ہے'' کسی جنگ میں سات زخمیوں کا حال تو تقریباً سب ہی جانتے ہیں کہ ہر ایک اپنی جان لبوں پر ہونے کے باوجود پانی پینے کے معاملہ میں (نفس کے حقوق اور میانہ روی کا خیال نہ کرتے ہوئے؟) اپنے دوسرے بھائی کو ترجیح دیتے ہوئے شہید ہو گئے' کیا ان ہستیوں کو نفس کے حقوق اور اعتدال پسندی کا علم نہ تھا؟ بلکہ انہیں ہی تو اس چیز کا علم تھا مگر اپنے نفس امارہ سے ہی اس کے حقوق کے بارے اور میانہ روی کا فیصلہ لینے والے ہم کیا جانیں کہ نفس کا لالچ کیا ہے' غنا کیا ہے اور ایثار کیا ہے؟۔

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے راہ و رسمِ شاہبازی

(اقبال)

اپنی ضرورتوں کو لامحدود اور بے لگام رکھنے والے نفس امارہ والوں کو شاید سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 134 میں ''تنگدستی میں خرچ کرنے والے'' بھی بے اعتدال نظر آتے ہوں۔ ایسے اعتدال پسند بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر کے انگلی کٹوا کر شہیدوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں مگر اللہ ایسے خرچ کرنے والوں کا حال کچھ یوں بیان فرماتے ہیں جیسا کہ سورہ نجم (53) کی آیات 33&34 میں ہے کہ ''کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے منہ موڑ لیا اور (بخل اور مال کی محبت کی وجہ سے) بہت کم دیا اور ہاتھ روک لیا''۔ لالچی' خودغرض (128:4)، بے صبرے حریص (19:70) اور

Marfat.com

برائی کا حکم دینے والے نفس (53:12) سے اعتدال پسندی پر فیصلہ لینے کی وجہ سے ہی معاشرے میں اس قدر (مالی) بے اعتدالی اور بگاڑ ہے اور قربانی و ایثار کا فقدان ہے۔

سورہ توبہ (9) کی آیت 111 میں اللہ رب العزت نے ''مسلمان'' کی تعریف (Quantitative Defination) یوں بیان فرمائی ہے کہ (مفہوم) بے شک اللہ سے مسلمانوں نے اپنی جان اور مال کا جنت کے بدلے سودا کر لیا ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جان و مال خرچ کرنے کے علاوہ سب بناوٹ ہی بناوٹ ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو مال دار مال کی محبت زیادہ رکھتا ہو اور اس پر بخل غالب ہو تو اس کیلئے ایک درہم خیرات کرنا بہت سی شب بیداریوں اور روزوں سے افضل ہے یعنی شب بیداریاں اور روزے اس مرض 'بخل' کا علاج نہیں ہیں' آپ مزید فرماتے ہیں کہ بخل دل میں نجاست کی طرح ہے اور بے مال خرچ کئے دل بخل کی نجاست سے پاک نہیں ہوتا' مزید فرماتے ہیں کہ مال کی خوبی ہی یہ ہے کہ مال حلال کا ہو اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جائے۔

مسلمان کا جان و مال دین پر قربان — قرآن میں رحمٰن کا ہے یہ فرمان
صحابہ و صلحاء کی ہے یہی کردار کہانی — اس قربانی کے بغیر سب قصہ کہانی
کم کم ضرورتیں بلکہ دوسرں کیلئے قربانی — یہی نظریہ ہے اسلام کا روحِ روانی
(منیر)

****

Marfat.com

نیک کام ورنہ وبالِ جان

سورہ نساء(4) کی آیت 173 میں ہے پس جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک اور شائستہ اعمال (اعمالِ آخرت) کیے ہیں اللہ ان کو ان کا پورا پورا اجر عنایت فرمائے گا اور اپنے فضل سے انھیں اور زیادہ دے گا اور جن لوگوں نے ننگ و عار اور سرکشی اور انکار کیا انھیں وہ الناک عذاب دے گا۔ سورہ اعراف(7) کی آیت 161 میں ہے کہ ہم نیک عمل کرنے والوں کو مزید (نیک عمل کرنے کی توفیق) دیتے ہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نیک عمل سے غرض صفائے قلب اور طہارتِ قلب ہے تاکہ اس میں حق کی تجلی ہو۔ سورہ انفال(8) کی آیات 21&20 میں ہے کہ ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانو اور سن کر روگردانی نہ کرو اور ان جیسے نہ ہو جانا جنہوں نے کہا ہم نے سنا مگر وہ نہیں سنتے''۔ کیا ہم سننے والے ہیں؟ اگر سننے والے ہوتے تو اس قدر حرصِ دنیا میں مبتلا ہو کر اپنے رب سے غافل نہ ہوتے! سورہ یونس (10) کی آیت 26 میں ہے کہ بھلائی (نیکی) کرنے والوں کیلئے بھلائی (آخرت میں نیکی کا بدلہ) ہے بلکہ اس (بدلہ) سے بھی زائد' ان کے چہروں پر نہ چڑھے گی سیاہی اور نہ خواری' وہی جنت والے ہیں۔ سورہ نحل (16) کی آیت 96 میں ہے کہ جو تمہارے پاس سامان دنیا ہے سب فنا ہو جائے گا اور جو اللہ رب العزت کے پاس تمہارے نیک اعمال پر ثواب کی صورت میں موجود ہے وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ سورہ طٰہٰ (20) کی آیت 112 میں ہے کہ جو نیک عمل کرے اور ایمان دار بھی ہو تو نہ اسے بے انصافی کا کھٹکا ہوگا نہ حق تلفی کا۔ سورہ حج (22) کی آیت 77 میں ہے کہ اے ایمان والو! رکوع اور سجدے کرتے رہو اور اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو اور نیک کام کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

Marfat.com

سورہ نمل (27) کی آیات 89&90 میں ہے کہ جو شخص نیک عمل لائے گا اسے اس سے بہتر صلہ ملے گا اور وہ اس دن (مراد روزِ محشر) کی گھبراہٹ سے بھی بے خوف ہوں گے اور جو برائی لے کر آئیں گے وہ اوندھے منہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ سورہ حج (22) کی آیات 50&51 میں ہے کہ پس جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل (بمطابق سنت) کیے ہیں اس ہی کیلئے بخشش اور عزت کی روزی (آخرت کا عیش) ہے اور جو ہمارے فرامین کو پسِ پشت ڈالتے رہتے ہیں وہی دوزخی ہیں۔ سورہ حم السجدہ (41) کی آیت 8 میں ہے کہ بیشک جو لوگ ایمان لائیں اور بھلے کام کریں ان کیلئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل عقل کا مقصود یہ ہے کہ جنت میں دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوں اور دیدارِ الٰہی تک پہنچنے کی کوئی سبیل بجز علم و عمل کے نہیں۔ سورہ انعام (6) کی آیت 132 میں ہے کہ ہر ایک کیلئے ان کے اعمال (نیک یا بد) کے سبب درجے (ثواب یا عذاب میں) ہیں۔ سورہ التغابن (64) کی آیت 16 میں ہے کہ "پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ جل جلالہ سے ڈرتے رہو اور فرمان سنو تو مانتے اور عمل کرتے چلے جاؤ اور اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کرو اپنے بھلے کو اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں"۔ ایمان لانے کے بعد لگاتار مسلسل عمل کا حکم ہے' مداومت اللہ کریم کو بہت پسند ہے پھر یہ بات نہیں کہ یہ حکم کیوں ہے؟ اس کا کیا فائدہ ہے؟ اس کے پیچھے کیا حکمت ہے؟ صحابہ کرام کی حکم کی بجا آوری کو ذرا ملاحظہ فرمائیں: حضور ﷺ خطبہ کیلئے منبر پر بیٹھے تو فرمایا اجلس 'بیٹھ جاؤ' ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب حضور ﷺ کی آواز سنی تو آپ مسجد کے دروازے پر تھے' آپ وہیں پر ہی بیٹھ گئے' حضور ﷺ کی نگاہ پڑی تو فرمایا آگے آجاؤ۔ بیٹھنے یا بٹھانے کی علت دریافت

Marfat.com

کی نہ اس کی علت کے متعلق سوچا، بس آواز سنی اور تعمیل کر دی۔ بھلا غلام کی کیا مجال کہ اپنے آقا کے حکم کی سرتابی کرے، جب تو نے کیوں، کیا، کیسے؟ کہا تو گویا تو نے شیطان کے دروازے پر دستک دے کر اسے دعوت دی کہ آ اور مجھے گمراہ کر۔ اسی لیے کہا جاتا ہے، بقول علامہ اقبالؒ ۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم و فرمان کو ترک کرنے کیلئے تقدیر کو دلیل و حجت نہ بنا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تقدیر کا عذر کرنا کاہلوں کی حجت ہے بس تقدیر کا عذر اوامر و نواہی کے علاوہ (افلاس و تونگری، موت و حیات اور تندرستی و بیماری میں) ہوا کرتا ہے۔ علامہ اقبال اس بات کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ
تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند
یہی آئینِ قدرت ہے، یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گامزن ، محبوبِ فطرت ہے
جنت تیری پنہاں ہے تیرے خونِ جگر میں
اے پیکرِ گِل کوششِ پیہم کی جزا دیکھ

****

Marfat.com

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

سورہ آلِ عمران (3) کی آیت 104 میں ہے کہ ضرور ہونی چاہیے تم میں ایک جماعت جو بلایا کرے نیکی کی طرف اور حکم دیا کرے بھلائی کا اور روکا کرے بدی سے اور یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔ اسی سورہ کی آیت 110 میں ہے کہ تم تو بہترین امت ہو جو ظاہر کی گئی ہے ہر خطے کے لوگوں کی ہدایت و بھلائی کیلئے' تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے۔ سورہ توبہ (9) کی آیت 71 میں ہے کہ مومن مرد اور عورت آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار و معاون) دوست ہیں وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ سورہ مائدہ (5) کی آیت 78&79 میں ہے کہ "بنی اسرائیل کے کافروں پر (حضرت) داؤد (علیہ السلام) اور (حضرت) عیسٰی بن مریم (علیہ السلام) کی زبانی لعنت کی گئی اس وجہ سے کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے اور (اللہ کی قائم کردہ) حدود کو توڑتے تھے' آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے روکتے نہ تھے"۔ برائی کو دیکھتے ہوئے برائی سے نہ روکنا بہت بڑا جرم اور لعنت و غضبِ الٰہی کا سبب ہے ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا "سب سے پہلا نقص جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو برائی کرتے ہوئے دیکھتا تو کہتا' اللہ سے ڈر اور یہ برائی چھوڑ دے' یہ تیرے لئے جائز نہیں لیکن دوسرے روز پھر اُسی کے ساتھ (باوجود اس کے برائی کو ترک نہ کرنے کے) اسے کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے میں کوئی عار یا شرم محسوس نہ ہوتی درآں حالیکہ ایمان کا تقاضا اس سے نفرت اور ترکِ تعلق تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان آپس میں عداوت ڈال دی اور وہ لعنت الٰہی کے مستحق قرار پائے"۔ پھر فرمایا کہ "اللہ کی قسم! تم ضرور لوگوں کو نیکی کا حکم دیا کرو اور برائی سے روکا کرو' ظالم کا ہاتھ پکڑ لیا کرو (ورنہ تمہارا

Marfat.com

حال بھی یہی ہوگا)۔۔۔'' حدیث میں ہے کہ جو آدمی حق بات کہنے سے خاموش رہا وہ گونگا شیطان ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منکرات پر خاموشی حلال نہیں بلکہ خیانت ہے۔ سورہ اعراف (7) کی آیت 165 میں ہے کہ پھر جب بھلا بیٹھے جو نصیحت انہیں ہوئی تھی' مگر ہم نے بچا لیے (عذاب سے) وہ جو برائی سے منع کرتے تھے اور ظالموں (نافرمانوں) کو برے عذاب میں پکڑا بدلہ ان کی نافرمانی کا۔ رسالتمآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی قوم میں کوئی شخص گناہوں کا ارتکاب کرے' اسے باز رکھنے کی طاقت وقدرت کے باوجود لوگ اسے نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ سب خاص وعام کو مبتلائے عذاب کر دیتا ہے۔ جیسا کہ سورہ انفال (8) کی آیت 25 میں ہے کہ تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو قوم نہی عن المنکر ترک کرتی ہے یعنی لوگوں کو گناہوں سے نہیں روکتی وہ اپنے اس ترک فرض کی شامت میں مبتلائے عذاب ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم قطعاً بھلائی کا حکم دو اور بری باتوں کی ممانعت کرو' ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے نیکوں پر تمہارے بروں کو ضرور مسلط کر دے گا پھر نیک لوگ دعا کریں گے مگر ان کی دعا قبول نہ ہوگی۔ کسی نے دریافت کیا' یا رسول اللہ ﷺ کیا گاؤں تباہ ہو جاتا ہے حالانکہ اس میں نیک لوگ بھی ہوتے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا ہاں' وجہ یہ ہے کہ نیک بندوں نے سستی کی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر سکوت اختیار کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی معصیت میں (اتفاقاً اور مجبوری سے، جیسے بس وغیرہ میں فلم یا گانے چلتے ہیں) حاضر ہوا اور اس کو دل سے برا جانا تو وہ ایسا ہے گویا اس میں نہ تھا اور جو شخص معصیت میں شریک نہ ہوا مگر اس کو اچھا جانے تو وہ ایسا ہے گویا

Marfat.com

اس میں حاضر تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امت کسی ظالم کو ظالم کہنے سے ڈرنے لگے تو تم ان سے علیحدہ ہو جاؤ (گوشہ نشینی اختیار کرو، 82:5)۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظالموں (نافرمانوں) اور فاسقوں کے گھروں میں جانا درست نہیں اور نہ ان جگہوں میں جہاں بری بات دیکھنی پڑے اور اس کے بدلنے اور رد کرنے پر قادر نہ ہو۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نیک کام کی ترغیب دینا اور خلافِ شرع امر سے روکنا میرے نزدیک خلوت خانوں کے ہزار عابدوں سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہیں اُس نے اپنا ایمان پورا کیا (۱) اچھی بات کا دوسروں کو حکم کرے اور پہلے خود اس پر عمل کرے (۲) برائی سے دوسروں کو منع کرے اور پہلے خود پابند ہو (۳) اللہ تبارک تعالیٰ نے جو حدود مقرر کی ہیں ان کی نگہداشت کرے اور ان سے کسی طرح بھی تجاوز نہ کرے۔ قرآن والوں کو یہ شایاں نہیں کہ وہ دوسروں کو تو نیکی کا حکم کریں اور خود کو اس سے مستثنیٰ سمجھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اے ابن مریم پہلے خود کو نصیحت کر ورنہ مجھ سے حیاء کر۔ سورہ بقرہ (2) کی آیت 44 میں ہے کہ کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب اللہ پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

امر بالمعروف و نہی عن المنکر ... سب سے پہلے کرو لاگو خود پر
پھر چلو گھر، محلہ، شہر شہر ... شاید کم ہو جائے شیطانی اثر
اچھی طرح سمجھاؤ شیطاں کا چکر ... حلال طلبی کے نام پر دنیا کا مکر
ہر ایک کا مطمحِ نظر ہے کثیر مال و زر ... ہر ایک کی زباں پر ہے اس کا فر کا ذکر

دنیا میں لگے ہوئے ہیں اس قدر
بھولے ہوئے ہیں ہم آخرت کی فکر
کہاں چلے گئے ایثار، صبر اور شکر؟
قناعت کا تو اِدھر کہیں نہیں گزر
جائز نہیں بیٹھا رہے بندہ یہ حکم سن کر
امر بالمعروف و نہی عن المنکر
خاموش رہے منیرؔ کوئی امتی کیونکر
معاشرے کو حسین بنائیں آؤ سب ملکر

****

اُن کی پیروی کرو جو اُجرت نہیں لیتے

سورہ یٰسین (36) کی آیت 21 میں ہے کہ ایسے لوگوں کی راہ چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ راہِ راست پر ہیں۔ سورہ ص (38) کی آیت 86 میں ہے کہ آپ ﷺ فرمائیں میں تمہیں اس قرآن (سکھانے) پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ سورہ شوریٰ (42) کی آیت 23 میں ہے کہ آپ ﷺ فرمائیں، میں اس دین اسلام کی دعوت کے عوض تم سے کچھ اُجرت نہیں چاہتا مگر یہ کہ اس دینِ اسلام کی دعوت کو قبول کر کے جو تمہاری نبی ﷺ سے قرابت داری ہوگئی ہے اس قرابت داری کی وجہ سے تمام قرابت دار ایک دوسرے سے محبت کریں اور نبی ﷺ کے ساتھ اس قرابت داری پر ناز کریں اور جو اس قرابت داری کا لحاظ کرتے ہوئے نیک کام (بمطابق سنت) کریں گے ہم اس کیلئے اس کی نیکی میں مزید حسن پیدا کر دیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا اور بڑا ہی قدر دان ہے۔ سورہ فرقان (25) کی آیت 57 میں ہے کہ آپ فرمائیں میں اس (دعوتِ حق) پر تم سے کچھ نہیں مانگتا مگر صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنے رب کی طرف (فرماں برداری کے ذریعے) چلو۔ سورہ شعراء (26) کی آیات 109، 127، 145، 164 اور 180 میں انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم سے یہی کہا کہ ''میں تم سے

Marfat.com

اس (دعوتِ حق) پر کوئی اُجرت نہیں چاہتا' میرا ثواب تو تمام جہانوں کے رب کے پاس ہے''۔دین کی دعوت و تبلیغ کیلئے کوئی اُجرت طلب نہ کرنا اور نہ کہنا پیغمبروں کا شیوہ ہے۔ذرا ہم بھی اپنا جائزہ لیں' دین کے نام پر کیسی کیسی دوکانداریاں چمک رہی ہیں۔کیا علماء اکرام، کیا ذاکرین عظام، کیا نعت خواں حضرات' دین کے نام پر کھلی تجارت کر رہے ہیں۔خاکسار نعت خوانی کے خلاف نہیں ہے مگر اتنا عرض ضرور کرتا ہوں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نعت گوئی کو دنیا اکھٹی کرنے کیلئے پیشہ نہیں بنایا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے غمگین دیکھ کر ملال کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہم دنیاداروں کیلئے تجارت گاہ بن گئے ہیں ایک عام آدمی ہمارے پاس علم پڑھتا ہے یہاں تک کہ جب مکمل علم حاصل کر لیتا ہے تو قاضی یا حاکم یا افسر بنا دیا جاتا ہے۔حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو اپنے علم و حکمت سے دنیا طلب کرتا ہے تو اس کی قدر جاتی رہتی ہے آپ یوں کہا کرتے تھے کہ علم والو! تمہارے محل قیصر کے سے ہوں گے، مکانات کسریٰ کے سے، کپڑے بہت قیمتی، موزے جالوت کی طرح کے، سواریاں قارون کے جیسی، برتن فرعون کے جیسے، گناہ جاہلوں کی طرح اور مذہب شیطان والا تو شریعتِ محمدی کہاں! حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غافل علماء سے پرہیز کر' غافل علماء وہ ہیں جنھوں نے دنیا کو اپنا قبلہ، اہل اقتدار و اہل ثروت کی پوجا پاٹ، ان کی رہائش گاہیں طواف گاہ اور جاہ و مرتبہ کو اپنا محراب بنایا ہوا ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ جو علم کے ذریعے مرتبہ و مقام اور دنیاوی عزت تلاش کرتا ہے وہ عالم نہیں ہوتا کیونکہ مرتبہ اور دنیاوی عزت کی تلاش جہالت کی علامات ہیں آپ مزید فرماتے ہیں کہ جس بندے کا دل دنیا اور اس کے

Marfat.com

مراتب حاصل کرنے میں لگا ہوا ہو تو اس کی تقریر اور گفتگو لوگوں کے دلوں پر اثر نہیں کرتی' ایسے بندے کی تقریر علم کی توہین اور شریعت کا مذاق اُڑانے کے مترادف ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ جب علماء خراب ہوتے ہیں تو شریعت کی پیروی اور اطاعت لوگوں سے ختم ہو جاتی ہے اور علماء کی تباہی مال و دولت کی طمع کی وجہ ہوتی ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت یوسف اسباط رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ تو نے اپنے دین کو دو پیسوں کے عوض فروخت کر دیا یعنی بازار میں جا کر تو نے کوئی چیز خریدی' دوکان دار نے اس کی قیمت تین پیسے بتائی' تو نے اس سے کہا کہ میں تو دو پیسے میں لوں گا اس نے تعارف اور واقفیت کی بنا پر دو پیسے ہی میں دے دی' اُس نے یہ چشم پوشی تیری دین داری اور نیکی میں شہرت کی بنا پر کی ہے سے غفلت کا پردہ اتار اور خوابِ غفلت سے بیدار ہو، امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ بہت سارے سلف صالحین اس چیز سے بچنے کیلئے کہ ان کی دین داری کی بناء پر کوئی دکان دار رعایت کرے خود بازار نہیں جاتے تھے کسی غیر معروف خادم وغیرہ کو بھیج دیتے تھے یعنی وہ دین داری کی بناء پر سودے میں رعایت کو دین فروشی ہی سمجھتے تھے آپ مزید فرماتے ہیں کہ جو شخص دین اور علم قرآن حاصل کر کے اس کے عوض دنیا طلبی کی رغبت کرے تو مجھے ڈر ہے کہ ایسا شخص اللہ کی آیات کا مذاق اُڑتا ہے۔ علامہ اقبالؒ یوں فرماتے ہیں ؎

تیری بے علمی نے رکھ لی بے علموں کی لاج
عالم فاضل بیچ رہے ہیں اپنا دین ایمان
یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذر و دلق اویس و چادر زہرا؟

****

Marfat.com

شیطان (ابلیس)

سورہ نساء (4) کی آیت 118 میں ہے کہ جسے اللہ نے لعنت کی ہے اور اُس (شیطان) نے بیڑا اُٹھایا ہے کہ تیرے بندوں میں سے مقرر شدہ حصہ لے کر رہوں گا۔ اسی سورہ کی آیات 120&121 میں ہے کہ شیطان انھیں وعدے دیتا ہے اور آرزوؤں کی صورت میں سبز باغ دکھاتا ہے (دل میں طرح طرح کی امیدیں، کبھی عمرِ طویل کی، کبھی لذاتِ دنیا کی، کبھی خواہشات باطلہ کی پیدا کرتا ہے اور وسوسے ڈالتا ہے تاکہ انسان گمراہی میں پڑے اور جس چیز کے نفع اور فائدہ کی توقع دلاتا ہے درحقیقت اس میں سخت ضرر اور نقصان ہوتا ہے) اور شیطان انہیں فریب کے وعدے دیتا ہے ان (سب) کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ سورہ سبا (34) کی آیت 20 میں ہے کہ ابلیس جو گمان رکھتا تھا کہ بنی آدم کو وہ دنیا کی محبت میں مبتلا کر کے، حرص وہوس اور شہوات ولذات کے ذریعے گمراہ کردے گا یہ گمان اس نے نافرمانوں پر سچا کر دکھایا۔ سورہ اعراف (7) کی آیات 12 تا 18 میں ہے کہ جب میں نے تجھے حکم دیا تو کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا (ابلیس) بولا میں اس سے بہتر ہوں' فرمایا تو یہاں سے اتر جا تجھے نہیں پہنچتا کہ تو یہاں رہ کر تکبر (حکم عدولی) کرے، نکل، تو ہے ذلت والوں میں، بولا مجھے مہلت دے اس دن تک کہ لوگ اُٹھائے جائیں گے' فرمایا تجھے مہلت ہے، بولا تو قسم اس کی تو نے مجھے گمراہ کیا' میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے داہنے سے اور ان کے بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا، فرمایا یہاں سے نکل جا رد کیا ہوا، راندہ ہوا، ضرور جو ان میں سے تیرے کہنے پر چلا میں ان سب سے جہنم بھر دوں گا۔ اسی سورہ کی آیت 27 میں ہے کہ

Marfat.com

اے آدم کی اولاد خبردار! کہیں تمہیں شیطان ورغلا نہ دے جیسا کہ تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا بے شک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے۔ اسی سورہ کی آیت 202 میں ہے کہ جو شیطانوں کے بھائی ہیں شیطان انہیں گمراہی میں کھینچتے ہیں پھر کمی نہیں کرتے۔ سورہ ابراہیم (14) کی آیت 22 میں ہے کہ دوزخی اور جنتی کے فیصلے ہونے کے بعد شیطان دوزخیوں کو اپنی اوپر ملامت کا جواب دیتے ہوئے کہے گا بے شک اللہ نے تم کو سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے تم کو جھوٹا وعدہ دیا تھا اور میرا تم پر کچھ قابو نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو بلایا تم نے میری مان لی تو اب مجھ پر الزام نہ رکھو خود اپنے اوپر الزام رکھو بے شک ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ سورہ حشر (59) کی آیت 16 میں ہے کہ شیطان کی کہاوت کہ جب اس نے آدمی سے کہا کہ کفر (نافرمانی) کر پھر جب آدمی نے کفر کر لیا تو بولا میں تجھ سے الگ ہوں میں تو سارے جہانوں کے رب سے ڈرتا ہوں۔ سورہ حجر (15) کی آیات 43&42 میں ہے کہ بے شک میرے بندوں پر تیرا (ابلیس کا) کچھ قابو نہیں سوائے ان گمراہوں کے جو تیرا ساتھ دیں اور بے شک جہنم ان سب کا وعدہ ہے۔ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیات 62 تا 64 میں ہے کہ ابلیس بولا دیکھ یہ جو تو نے اسے (آدم کو) مجھ سے معزز رکھا اور جو تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی ہے تو ضرور میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا مگر تھوڑے جو میرے داؤ سے بچ جائیں گے' فرمایا دور ہو جا تو' ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بے شک سب کا بدلہ جہنم ہے بھرپور سزا' اور بہکا دے ان میں سے جس پر تیرا قابو چلے اپنی آواز سے (جیسا کہ موسیقی کے ذریعے شیطان نے انسان کو برباد کر کے رکھ دیا ہے) اور ان پر اپنی فوج چڑھا دے اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کے جتھے کے ساتھ اور ان کا ساتھی و ساجھی بن جا مال و دولت اور اولاد کے

Marfat.com

ذریعے اور انہیں وعدے دے (کوئی بات نہیں جو من پسند ہے کرتے رہو اللہ بخشنے والا ہے) اور شیطان انہیں وعدے نہیں دیتا مگر فریب کے۔ سورہ حج (22) کی آیت 4 میں ہے کہ جو شیطان سے دوستی کرے گا تو یہ ضرور اسے گمراہ کر دے گا اور اسے عذاب دوزخ کی راہ بتائے گا۔ سورہ فاطر (35) کی آیات 6&5 میں ہے کہ ''لوگو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو ہرگز تمہیں دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈال دے اور نہ دھوکہ باز شیطان تمہیں غفلت میں ڈال دے' یاد رکھو شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے اپنا دشمن سمجھو''۔ ایک دفعہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ابلیس سے مکالمہ ہوا' آپ نے کہا اے لعنتی کس چیز نے تم کو آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ کرنے سے منع کیا شیطان نے کہا اے جنید تیرے دل میں کیسے خیال آ گیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے غیر کو سجدہ کروں' حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں پریشان ہو گیا اس کے ساتھ گفتگو کے دوران میرے اندر سے آواز آئی اے جنید اس کو کہہ کہ تو جھوٹ بولتا ہے اگر تو اس کا بندہ ہوتا تو اس کے حکم سے باہر نہ آتا' اُس نے میرے اندر سے یہ آواز سنی اور تڑپ اُٹھا اور کہا اے جنید اللہ تعالیٰ کی قسم تو نے مجھے جلا دیا اور غائب ہو گیا۔

حکم کے اندر بند ہے تو تُو ہے بندہ ۔۔۔ ورنہ منیرؔ تو شیطاں کا ہے کارندہ
حکم کے اندر بند ہے تو تُو ہے قلعہ بند ۔۔۔ ورنہ شیطاں نے ڈال لی ہے تجھ پہ کمند

یہاں یہ بات نہیں ہے کہ چلیں جتنا حکم مان لیا اتنا ہی بندہ سہی' جو حکم پسند آیا مان لیا' جو ناپسند آیا چھوڑ دیا' ایسا بندہ نامنظور، ایسی مسلمانی نامنظور' جیسا کہ سورہ بقرہ (2) کی آیت 208 میں ہے کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے (سارے احکامات کی تابعداری کے ذریعے) داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان حقیقت میں بندہ کا نفس اور بندہ کی خواہش ہے۔ علامہ اقبالؒ شیطان کے عزم کو اس

Marfat.com

طرح آشکار کرتے ہیں۔

ہے یہی بہتر الٰہیات میں الجھا رہے
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے
تم اسے بیگانہ رکھو عالم کردار سے
تا بساطِ زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات
یہ ہماری سعی پیہم کی کرامت ہے کہ آج
صوفی و ملا ملوکیت کے بندے ہیں تمام

کچھ تصوف کے دعویدار روحوں سے باتیں کرنے کروانے کے نام پر اپنا ایک حلقہ بنائے بیٹھے ہیں۔ روحوں سے باتیں کیوں کرنی ہیں؟ کیا روحوں نے کوئی ایسی بات بتادینی ہے جو ہمیں اللہ رب العزت قرآن میں یا حضور اکرم ﷺ اپنی حدیث میں نہیں بتا سکے؟ کیا روحوں نے کوئی ایسی کمی پوری کرنی ہے؟ جو بات قرآن یا حدیث سے باہر ہے اُس کی کیا حیثیت ہے؟ اس طرح تو ہم نے دین، دین کی پیروی کرنے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے (کیا اس کے علاوہ بھی کوئی کام ہے؟) کے بارے قرآن و حدیث میں جو کچھ بتایا گیا ہے' اُس میں کمی ثابت کردی؟ پھر جس سے بات ہو رہی ہے کیا وہ وہی روح ہے یا کوئی شیطانی چیز؟ کیا ہمارے لئے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان کافی نہیں کہ جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو' جو واضح ہے اسے اپنا لو۔ جو بندہ اس شک والے کام میں پڑا ہوا ہے وہ اللہ والا کیسے ہو سکتا ہے؟ ایسے کام کیلئے کی گئی ریاضت' چلہ کشی صرف مشقت ہی ہوگی کیونکہ ایسی محنت اخلاص سے خالی ہے کیونکہ مقصد روح سے بات کرنی ہے نہ کہ اللہ کی رضا ہے؟۔

یہ دولت کے پجاری دنیا کو گھیرے ہیں
ان کے ارد گرد شیطاں کے ڈیرے ہیں

****

Marfat.com

تصوفانہ اطاعت

سورۃ آل عمران (۳) کی آیت ۱۳۲ میں ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم ہو یعنی اللہ کا رحم مشروط ہے اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ۔ آج اگر ہم پر رحم نہیں ہو رہا تو اس کا سبب ہمیں معلوم ہو جانا چاہیے کہ یہ اللہ و رسول ﷺ کی بے اطاعتی کا ہی نتیجہ ہے۔ رسول ﷺ کی اطاعت میں اللہ رب العزت کی اطاعت ہے۔ لہٰذا اطاعت کیلئے رسول ﷺ کی پوری نبوی زندگی کے ہر ہر گوشے و پہلو کی اطاعت ہم پر فرض ہے جیسا کہ سورۃ احزاب (۳۳) کی آیت ۲۱ میں ہے کہ تمہاری زندگیاں گزارنے کیلئے حضور نبی اکرم ﷺ کی زندگی پیروی کیلئے بہترین نمونہ ہے۔

ہم ذرا تامل کریں اور دیکھیں کہ ہم آپ ﷺ کی زندگی کے کس کس پہلو کی اطاعت کرتے ہیں اور کس کس پہلو کی اطاعت سے پہلو تہی برتتے ہیں۔ ہم میں سے کم لوگ ہی اطاعت کرتے ہیں اور پوری اطاعت میں سے بہت کم اطاعت کی جاتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہماری اطاعت نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج تک ہی محدود ہے مگر معاشرے پر ٹھوس، جاندار اثرات مرتب کرنے اور تبدیلی لانے والے پہلوؤں، معاشرے سے غریبوں، حاجت مندوں اور ضرورت مندوں کی تعداد کم کرنے والے گوشوں اور امارت و غربت کے غیر فطری تفاوت کو کم کرنے والے اسباب کی نہ صرف ہم اطاعت نہیں کرتے بلکہ ہم سب بمعہ تمام مکاتب فکر کے علماء اکرام کے قرآن و سنت کی روشنی میں پوری شرح و بسط کے ساتھ ان پہلوؤں، گوشوں اور اسباب کی اطاعت سے متصادم، باغیانہ اور بالکل الٹ طرز عمل کو درست ثابت کرتے ہیں۔ ہے نا تعجب اور حیرانگی کی بات! میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ہم خوراک، کپڑوں، جوتوں اور گھر

Marfat.com

بنانے کے معاملات میں اطاعت رسول ﷺ کی مخالفت میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کیسی اور کتنی خوراک کھائی۔ ہمیں بھی ذرا اپنی خوراک کا جائزہ لینا چاہیے۔ ہزار ہا پکوان، ہزار ہا بیکری اور مٹھائی کی اشیاء، ہزار ہا مشروبات۔ کیوں؟ یہ سب خواہش نفس کے تحت لذات حاصل کرنے کے لامتنا ہی سلسلے کا شاخسانہ، کیا دھرا اور بگاڑ ہے۔ ہمارے بزرگ ان کے بغیر جئے اور ہم سے اچھا جئے۔ یہی وہ پُر خطر مقام تھا جہاں سے اللہ کریم نے سورۃ لقمان (۳۱) کی آیت ۳۳ میں ہمیں یوں متنبہ کیا ہے کہ ہرگز تمھیں دنیا کی نعمتیں اور لذتیں دھوکہ نہ دے دیں۔ سورۃ اعراف (۷) کی آیت ۵۱ میں اللہ کریم دوزخیوں کے بارے فرماتے ہیں کہ دنیا کی زندگی نے انہیں فریب دیا اور وہ اس کی لذتوں میں آخرت بھول گئے۔ دیکھیں یہ دونوں آیات کس طرح ہم پر منطبق ہو رہی ہیں؟ ہم ہمیشہ برائی کا حکم دینے والے (53:12) بے صبرے حریص (19:70) نفس کے لذات حاصل کرنے کے ڈھور کے مطالبے کو پورا کرنے میں کس طرح جکڑے ہوئے ہیں۔ سورۃ محمد (۴۷) کی آیت ۱۲ میں ہے کہ کافر لطف اندوز ہوتے ہیں اور کھاتے ہیں جانوروں کی طرح اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے۔ ہم بھی ہر وقت کچھ نہ کچھ کھاتے پیتے (چرتے) رہنے، لطف اندوز ہونے اور پیٹ بھر کر کھانے کی حد تک کافروں یا جانوروں سے کیسے مختلف ہیں؟ ہاں البتہ گدھے، کتے، بلے کا گوشت کھانے سے کراہت ضرور کرتے ہیں مگر چوری، رشوت، غبن، خیانت اور ناجائز منافع وغیرہ کے مال کھانے سے ذرا ہچکچاہٹ نہیں۔ کیا فرق ہے؟

ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ آپ ﷺ کے پاس کتنے سوٹ لباس تھے اور وہ کیسے تھے؟ کتنے رنگوں کے تھے؟ کتنے نرم اور ملائم تھے؟ وہ کتنے ڈیزائنوں کے تھے؟ ان پر کتنی کڑھائی کی ہوئی تھی؟ کیا اس وقت شاہانہ لباس پہننے کا رواج نہ تھا؟ اس تناظر

Marfat.com

میں ہمیں اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے لباس کا بھی جائزہ لینا چاہیے بلکہ صرف پردہ کیلئے استعمال ہونے والی چادروں کے ڈیزائن، ان پر بنے بیل بوٹے، برقعوں کے ڈیزائن، ان پر کی ہوئی کڑھائی، مینا کاری، چست اور سمارٹ برقعوں کے اندر سے مٹکتے اور چھلکتے جسم، اسلام کے تصور پردہ کا تمسخر اڑا رہے ہیں۔ مجھے تو نعلین مبارک کے ایک ہی ڈیزائن کے ایک ہی جوڑے کا علم ہے جو آپ ﷺ نے گرمیوں اور سردیوں دونوں موسموں میں پہنا۔ آپ ﷺ کا گھر کتنے سائز کا تھا؟ کتنے کمروں پر مشتمل تھا؟ کتنی ضروریات وسہولیاتِ زندگی سے مزّین تھا؟ اب بھی مکہ شریف میں خانہ کعبہ کے قریب والا گھر اور مدینہ منورہ میں روضہ انور کی شکل میں گھر ہمیں دعوت فکر دے رہے ہیں۔ کیا اس وقت شاہانہ رہن سہن اور محلات کا رواج نہ تھا؟ ہمارے گھر تو گھر بنانے والی سنت کا منہ چڑھا رہے ہیں۔

کیا ہم روٹی (کھانا پینا)، کپڑا (لباس جوتے) اور مکان (گھر) کے معاملہ میں سورۃ حجرات (۴۹) کی آیت اکہ "اے ایمان والو! اللہ ورسول ﷺ سے (کسی بھی معاملہ میں) آگے نہ بڑھو" کی مخالفت نہیں کر رہے؟ یقیناً کر رہے ہیں؟ ہم روٹی کپڑا اور مکان (گھر) کے معاملہ میں یقیناً رسول ﷺ سے مقدم کے زمرہ میں آ رہے ہیں۔ کیا روٹی، کپڑا اور مکان زندگی گزارنے میں شامل نہیں ہیں؟ یقیناً شامل ہیں بلکہ زندگی گزارنے کا اصل تصور انہی چیزوں سے ابھرتا ہے۔ کسی کی زندگی کیسے گزر رہی ہے، انہی چیزوں سے ہی تو پتہ چلتا ہے۔ تو ہم زندگی گزارنے کہ ان مرکزی اور اہم معاملات میں نبی ﷺ کی زندگی سے پیروی کیلئے کیا نمونہ لے رہے ہیں؟ پیروی تو دور کی بات بلکہ مخالفت وہ بھی بقائم ہوش وحواس سمجھتے بوجھتے ہوئے دلائل کے ساتھ۔ آپ کسی سے بات کر کے دیکھ لیں۔ جس شخص نے بھی نبی ﷺ کے عمل سے الٹ اور متضاد عمل کو درست اور جائز قرار دیا ہے اسے بھگتنا ہوگا۔ ہم ذرا نبی ﷺ

Marfat.com

کے عمل سے متضاد عمل کو جائز قرار دینے سے امارت اور غرب کا غیر فطری تفاوت، معاشرے کی خرابیاں اور انسانی اقدار کی بربادیاں ملاحظہ تو کریں۔ ایسے جوازوں کی عملی تباہ کاریاں ہم بھگت رہے ہیں۔ کسی غلط عمل کو غلط ہی سمجھتے ہوئے کرنے اور کسی غلط (ناجائز) عمل کو درست اور جائز سمجھتے ہوئے کرنے میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ یہ فرق معلوم کرنے کیلئے آپ کسی عالم یا مفتی صاحب سے فتویٰ لیں لے۔ ہم روٹی، کپڑا اور مکان کے معاملات میں نبی ﷺ کے عمل سے الٹ اور متضاد عمل کو جائز سمجھتے ہوئے ہی عمل پیرا ہیں۔ فتویٰ کی روشنی میں خود دیکھ لیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ اگر لوگوں کو یہ باور کروادیا جائے کہ نبی ﷺ کے عمل سے الٹ اور متضاد عمل ناجائز ہے تو یہ معاشرہ میں انقلابی تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

اگر ہم روٹی، کپڑا اور مکان (گھر) کے معاملہ میں اطاعت رسول ﷺ اپنائیں تو آپ مجھے ایمانداری سے بتائیں کہ کیا معاشرے میں کوئی بھوکا، ننگا اور بے گھر رہے گا؟ ہرگز نہیں؟ کیونکہ اکنامکس کے اُصول کے مطابق ان چیزوں کی کھپت کم ہونے سے یہ چیزیں وافر ہوجائیں گی اور سب کیلئے انکی دستیابی آسان ہوجائے گی۔ اسی اطاعت رسول ﷺ میں خواہش نفس پر قابو پا کر ضرورتوں کو کم سے کم سطح پر رکھا جانا پایا جاتا ہے۔ یہی قرآن کی منشاء ہے جیسا کہ سورۃ ص (۳۸) کی آیت نمبر ۲۶ میں یوں بیان ہے کہ خواہش کے پیچھے نہ جانا یہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی، بیشک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے ایسے لوگ حساب کے دن کو بھولے بیٹھے ہیں اور سورۃ نازعات (۷۹) کی آیات ۴۰ اور ۴۱ میں ہے کہ وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک اسکا ٹھکانہ جنت ہے۔ یہی ضبط نفس اور تزکیۂ نفس والی اطاعت رسول ﷺ صحابہ اکرام اور سلف صالحین کا طرۂ امتیاز تھی۔ یہی اطاعت رسول ﷺ اولیاء اللہ کا تصور تصوف ہے۔ راقم

Marfat.com

اسی اطاعت کو ہی تصوف جانتا اور مانتا ہے اس لیے راقم نے اس کو "تصوفانہ اطاعت" کا نام دیا ہے۔ حقوق العباد کے درخشندہ تصورات یعنی ایثار، قربانی، اخوت، بھائی چارہ، مساوات اسی تصوفانہ اطاعت سے ہی حقیقت کا روپ دھارتے نظر آتے ہیں۔ یہی تصوفانہ اطاعت ہی پیچھے بیان کردہ سورۃ احزاب (۳۳) کی آیت ۲۱ کہ "تمہاری زندگیاں بسر کرنے کیلئے حضور نبی اکرم ﷺ کی زندگی پیروی کیلئے بہترین نمونہ ہے" کی منشاء پوری کرتی ہے۔ یہی تصوفانہ اطاعت ہی فقرِ محمدی ہے۔ یہی تصوفانہ اطاعت ہی مومنانہ لائف سٹائل کے خدوخال واضح کرتی ہے۔ مومنانہ لائف سٹائل اور کافرانہ لائف سٹائل میں تفریق یہی تصوفانہ اطاعت ہی کرتی ہے۔ یہی تصوفانہ اطاعت ہی شدادیت کی ضد ہے۔ حضور نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے۔ ہم بھی کافروں کی طرح اسے جنت (سہولتوں اور آسائشوں سے مزین) بنانے پہ تلے ہوئے ہیں۔

بنائی شداد نے دنیا میں اک بہشت
اب ہر ایک شداد بننے کی کوشش میں ہے چست

اس تصوفانہ اطاعت کی مخالفت کی بناء پر ہی دنیا غربت کے عفریت میں جکڑی ہوئی ہے۔ اس تصوفانہ اطاعت کو اپنائے بغیر دنیا سے غربت کے خاتمہ کی تمام کوششیں بے سود اور نعرے جھوٹ ہیں۔ غریبوں کے چہروں پر خوشیاں لانے کے دعویدار اور دعوت وتبلیغ والے نا جانے اس تصوفانہ اطاعت کی بات کیوں نہیں کرتے؟

ہمیں اس حقیقت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اللہ رب العزت کی پسند و ناپسند جو عہد نبوی ﷺ میں تھی وہی اب ہے اور تا قیامت وہی رہے گی خواہ ہم جتنے مرضی ماڈرن ہو جائیں یا زمانہ جتنے مرضی اپنے تقاضے بدل لے۔ اللہ رب العزت کی پسند و ناپسند پر عمل کا نتیجہ ہی جنت یا دوزخ ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ اس وقت اگر اللہ کریم کو

Marfat.com

پیوند لگے سفید کپڑے پسند تھے تو اب اعلیٰ پوشاکیں اور جبے قبے پسند آجائیں۔ اگر اس وقت اللہ ورسول ﷺ کو ایک چھوٹا سا گھر، بغیر رنگ وروغن کے، بغیر ماربل، پتھر، ٹائل، چپس وغیرہ کے پسند تھا تو اب بھی وہی پسند ہے۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ (تصوفانہ) اطاعت رسول ﷺ کی مخالفت کر کے دنیا وآخرت میں اللہ کے رحم کی امید عبث ہے۔

************ -

جاگیرداری کا مذہبی تحفظ۔۔۔۔۔کیسے؟

''ہم جاگیردارانہ نظام کا خاتمہ کردیں گے''،''ہم جاگیرداروں کو ٹھوکر سے نکال دیں گے''،''ہم اس گلے سڑے نظام کو سمندر میں پھینک دیں گے''۔ اس قسم کے دلفریب، دلکش اور مسحور کن نعرے آپ تبدیلی لانے کے دعویدار مذہب کا نام لیواؤں کی زبانوں سے اکثر سنتے رہتے ہیں۔ یہ کیسے کریں گے؟ کوئی لائحہ عمل نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے صرف اپنے اپنے (غریب) پیروکاروں کو ہوش کی بجائے جوش کی چھری سے ذبح کرنے اور اپنی اپنی مذہبی اور سیاسی دوکان چلانے، چمکانے اور بڑھانے کیلئے یہ نعرہ لگایا جاتا ہے۔ یہ مذہبی صرف زمین والے جاگیرداروں کے خلاف ہی کیوں بولتے ہیں؟ کیا فیکٹریاں، ملیں ملٹی نیشنل کمپنیز اپنے مالکان کی جاگیریں نہیں ہیں؟ کیا بڑے بڑے پلازے، مارکیٹیں اور پھیلے ہوئے بڑے بڑے کاروبار اپنے اپنے مالکان کی جاگیریں نہیں ہیں؟ کیا پرائیویٹ ہسپتال وتعلیمی ادارے، اخبارات اور ٹی وی چینلز اپنے مالکان کی جاگیریں نہیں ہیں؟ کیا بڑے بڑے مدرسے متعلقہ مالکان (علماء کرام) کی جاگیریں نہیں ہیں؟ کیا گدی نشینوں کے درباران کی جاگیریں نہیں ہیں؟ یہ سب مالکان زمین والے جاگیرداروں کی طرح جاگیردار ہیں۔

Marfat.com

اسی طرح سوچتے ہیں۔اسی طرح اقتدار کے عمل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔سیاسی جماعتوں میں سرائیت کرتے ہیں۔جماعتوں کو یرغمال بناتے ہیں۔اقتدار میں آتے ہیں اور باہم ملکر اپنے اپنے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔یہ سب (الآ ماشاء اللہ) ایک ہی طرح معاشرہ پر اپنے (منفی) اثرات مرتب کرتے ہیں۔خوشنما ور زینت بخش زندگی جو کہ کافروں کا طرہ امتیاز ہے (212:2) گزارنے کیلئے مال و دولت کی خاطر لگی ہوئی دوڑ کو مزید برانگیختہ کر کے معاشرہ کے توازن کو مزید بگاڑتے ہیں۔دو یا تین فیصد مراعات یافتہ اور مقتدر طبقہ میں یہ سب جاگیردار شامل ہیں۔دنیا جہاں کی آسائشیں ان کی امارت کی بناء پر ان کی دہلیز پر سجدہ ریز ہیں۔

مالدار یہ سمجھتے ہیں کہ شاید وہ معاشرہ کیلئے امرت دھارا ہیں اور غرباء ان کے دم سے زندہ ہیں مگر بقول علامہ اقبال: زندہ ہے ملت بیضا غرباء کے دم سے۔یہ مالدار جاگیردار معاشرہ کیلئے ذرا بھی فائدہ مند نہیں ہیں بلکہ مضر ہیں۔قرآن اس حقیقت سے یوں پردہ اٹھاتا ہے جیسا کہ سورۃ انعام (6) کی آیت 123 میں ہے کہ ''اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں کو ہی جرائم کا مرتکب بنایا''۔سورۃ سبا (34) کی آیت 34 میں ہے کہ ''اور ہم نے جب کبھی کسی شہر میں کوئی ڈرسنانے والا بھیجا تو وہاں کے امیروں نے حق ماننے سے انکار کر دیا''۔امیروں اور مال داروں میں اوپر مذکور سب شامل ہیں نا کہ صرف زمین والے جاگیردار۔حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں کہ کسی غریب نے کبھی خدائی دعویٰ نہیں کیا اگر کیا تو امیروں نے کیا۔علامہ اقبال نے اس حقیقت کو بھی یوں بیان فرمایا ہے۔

تیری حریف ہے یارب سیاست افرنگ
مگر ہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس

Marfat.com

بس یہ دو صد ہزار امیر و رئیس ہی معاشرے میں ہر طرح کے فساد اور بگاڑ کا موجب ہیں۔ آپ کہیں بھی کوئی فساد اور بگاڑ دیکھیں گے تو اس کے پیچھے بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی امیر و رئیس کا ہی ہاتھ نظر آئے گا۔ لہٰذا معاشرہ سے بگاڑ و فساد ختم کرنے کیلئے لوگوں کو انفرادی سطح پر کسی طرح امیر ہونے سے روکا جائے۔ مال و دولت کی اہمیت، وقعت اور قدر و قیمت کم کی جائے جسطرح قرآن نے بیان فرمائی ہے تاکہ اس کی ڈیمانڈ کم ہو۔ اکنامکس کے اصول کے مطابق جس چیز کی قدر (طلب) کم ہو اسکی ڈیمانڈ کم ہو جاتی ہے جس کی ڈیمانڈ کم ہو جاتی ہے وہ وافر ہو جاتی ہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے ذرائع ابلاغ بھر پور کردار ادا کر سکتے ہیں۔ حکومتی سطح پر سر دست ٹیکس کا ایسا شفاف اور مربوط خود کار نظام وضع کر دیا جائے کہ آمدنی بڑھنے کے ساتھ ساتھ انکم ٹیکس کا تناسب بڑھتا جائے جیسے بجلی کے بل بنتے ہیں تاکہ کوئی بہت امیر نہ ہو سکے۔ اس طرح کا ٹیکس کا اعلیٰ نظام دنیا کے کئی ممالک میں رائج ہے وہاں سے مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔

مذہب کو اپنی جاگیر سمجھنے والے مذہبی جاگیر ایک ہی وقت میں ایک طرف تو اس گلے سڑے نظام کو اکھاڑ پھینکنے کی بات بھی کرتے ہیں اور دوسری طرف اس گلے سڑے نظام کا سہارا بننے والے انہی امیر و رئیسوں کے مال اور سرمایہ کو یہ کہہ کر مذہبی تحفظ بھی فراہم کرتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا کر کے بقایا مال جمع کیا جاسکتا ہے حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ نے ایسا نہیں کیا۔ دوسری بات یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلام مال جمع کرنے کی حد مقرر نہیں کرتا۔ کوئی بھی اپنی عقل، علم اور محنت کے بل بوتے پر جتنا چاہے مال جمع کرلے تو سبھی بمع زمین والے جاگیرداروں کے اپنی صلاحیتوں اور اہلیتوں کے ساتھ مال جمع کر رہے ہیں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام مال جمع کرنے کی حد ضرور مقرر کرتا اگر اسلام میں مال جمع کرنے کا تصور ہوتا۔ قرآن میں کئی مقامات پر

Marfat.com

مال جمع کرنے پر سخت عذاب کے وعدے ہیں تو یہ عذاب کے وعدے مسلمان کیلئے حلال مال جمع کرنے پر ہی ہیں نہ کہ حرام مال جمع کرنے پر یا کافر کے مال جمع کرنے پر۔ کس قدر کی ظلم کی بات ہے کہ ہم نے مروجہ زکوٰۃ کے خود ساختہ Misconcept کو بنیاد بنا کر مال جمع کرنے کے ان ڈائریکٹ جواز سے مال جمع کرنے پر عذاب کی واضح، دوٹوک اور ڈائریکٹ آیات کو رد کر دیا ہے۔ سورۃ احزاب (33) کی آیات 28 اور 29 میں حلال مال سے دنیا کی زینت و آرائش چاہنے پر ہی ازواج مطہرات کو طلاق کی وارننگ دی گئی۔

تیسری اہم بات کہ جب آپ سورۃ بقرہ کی آیت 201 ربنا اتنا فی الدنیا حسنہ کا مفہوم بیان کرتے وقت یہ کہتے ہیں کہ "دنیا بھی رکھنی ہے اور آخرت بھی رکھنی ہے" تو سب نے دنیا بھی رکھی ہوئی ہے اور آخرت بھی رکھی ہوئی ہے۔ پوری دنیا میں کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں ملے گا جو آخرت نہ چاہتا ہو۔ آپ کسی بھی جاگیردار سے پوچھ لیں کہ کیا آپ آخرت نہیں چاہتے؟ وہ ضرور کہے گا کہ میں آخرت چاہتا ہوں۔ دنیا اس نے پہلے ہی رکھی ہوئی اور دنیا رکھنے کی حد آپ نے ختم کر دی تو مروجہ بیان کردہ اس آیت کے مفہوم کے مطابق ہر مسلمان حتیٰ کہ ہر جاگیردار کا اس آیت پر 100% عمل ہے تو پھر آپ کس منہ سے جاگیرداروں کی جاگیروں کے پیچھے پڑے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اس آیت کے بیان کردہ غلط مفہوم نے دین کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیا ہے۔ اس آیت میں دنیا رکھنے کی بات ہی نہیں ہے بلکہ "دنیا کی حسنہ" کی بات ہے۔ کیا آپ کے نزدیک دنیا اور "دنیا کی حسنہ" میں کوئی فرق نہیں ہے؟ اس کی وضاحت ضرور آنی چاہیے۔ دنیا کی قرآن میں بڑی مذمت پائی جاتی ہے۔ اسے دھوکہ کا سامان کہا ہے (3:185 اور 57:20) اور اس کے مانگنے پر بندہ کا آخرت میں حصہ ختم ہو جاتا ہے (2:200, 17:18 اور 42:20)۔ کہاں "دنیا" کہاں "دنیا کی

Marfat.com

حسنہ"۔ "دنیا کی حسنہ" ہی تو مقصد حیات ہے جیسا کہ سورۃ زاریات (51) کی آیت 56 میں ہے کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔ (فرمانبرداری/نیکی) کریں"۔ یہ ہے وہ مقصد حیات جو "دنیا کی حسنہ" کی صورت میں بندہ اپنے رب سے مانگتا ہے۔ "آخرت کی حسنہ" مانگنا اپنے رب سے اس عبادت/فرمانبرداری/نیکی کو قبول فرمانے کی درخواست ہے۔ یعنی پروردگارِ عالم سے نیکی کرنے کی توفیق بھی مانگنی ہے اور اس نیکی کو قبول فرمانے کی التجا بھی کرنی ہے پھر ہی دوزخ سے بچنے کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ آپ ہزار نیکیاں کرتے رہیں اگر قبول ہی نہ ہوں تو ان نیکیوں کا کیا فائدہ؟ یہ ہے اس آیت 201 کا مطلب مگر ہر معاملہ کو مفادِ دنیا کے حوالے سے دیکھنے والوں نے اسے کیا سے کیا بنا دیا۔

چوتھی، اہم اور آخری بات کہ جب آپ نے سورۃ جمعہ (62) کی آیت 10 جس میں ہے کہ "پھر جب تم نمازِ جمعہ سے فارغ ہو چکو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو" میں فضل تلاش کرنے سے روزیاں/معاش/رزق تلاش کرنا مراد لیا تو آپ نے روزیاں وغیرہ تلاش کرنے کو اللہ کا فضل تلاش کرنا قرار دے دیا تو پیچھے کیا بچتا ہے؟ اگر نماز جمعہ کے بعد رزق تلاش کرنا فضل یا فضل تلاش کرنا ہے تو نماز عصر اور نماز مغرب کے بعد بھی فضل تلاش کرنا قرار پائے گا اور اسی طرح جمعہ کے علاوہ باقی دنوں میں بھی۔ تو لوگوں نے فضل اکٹھا کرنے میں دن رات ایک کیا ہوا ہے جبکہ بخشش بھی فضل پر ہونی ہے۔ تو کیا آپ کے نزدیک زمین سے رزق تلاش کرنا فضل نہیں ہے؟ تو پھر آپ کا جاگیرداروں اور ان کے فضل اکٹھا کرنے پر اعتراض کیوں؟ ضمناً ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہم کشائش رزق مانگتے ہیں تو اس مانگنے سے ہماری مراد مال و دولت (مذمت کی ہوئی دنیا) ہی تو ہوتی ہے۔ اس مانگنے سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ دستیاب رزق (نعمت) کو ہم کم یا حقیر سمجھتے ہیں یعنی ہم شکر، قناعت

Marfat.com

اور رضا سے محروم ہیں۔ حرص و ہوس و لالچ و بے صبری میں بری طرح گرفتار ہیں۔ جہاں حرص و لالچ ہو گا وہاں ایثار، قربانی، اخوت، بھائی چارے اور مساوات کا کیا کام۔ لہٰذا ہم ان درخشندہ شعارِ اسلامی سے محروم حیوانی معاشرہ میں زندہ ہیں۔

اہل عقل و خرد سے ایک سوال کی جسارت کرتا ہوں کہ ایک شخص نماز جمعہ کے بعد نوافل، تلاوت قرآن، تسبیح و تحلیل، حصول علم آخرت، دعوت و تبلیغ اور محفل ذکر و فکر میں شریک ہو کر اللہ کا فضل تلاش کرتا ہے اور دوسرا شخص نماز جمعہ کے بعد ریڑھی چلا کر، ریڑھی لگا کر، دوکان کھول کر، تاجر تجارت کر کے، ملز مالک اپنی ملز میں جا کر، جاگیردار اپنی جاگیر میں جا کر، ملازم اپنے دفتر میں جا کر حتیٰ کہ رزق تلاش کرنے کے معاشرے میں جو بھی ذرائع ہیں ان میں حصہ لیکر اللہ کا فضل تلاش کرتا ہے تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں؟ آپ خود اندازہ لگالیں کہ رزق تلاش کرنے کو فضل تلاش کرنا کہہ کر کس طرح دین کو دنیا میں دفن کر دیا گیا ہے۔ سب جگہوں میں سے اچھی جگہ مسجد والوں کا ہفتہ کے چھ دنوں میں رزق حلال تلاش کر کے پیٹ نہیں بھرا کہ نماز جمعہ کے بعد بھی سب جگہوں میں سے بری جگہ بازار جانا لازمی قرار دے دیا۔ ذرا ''دوزخی کی مناجات'' میں علامہ اقبال کو بھی تو ملاحظہ کریں: اللہ! تیرا شکر کہ یہ خطۂ پرسوز۔ سوداگرِ یورب کی غلامی سے ہے آزاد۔ دیکھیں ہم رزق (مال و دولت) کیلئے دنیا میں کیسے بری طرح گھسے اور پھنسے ہوئے ہیں جبکہ علامہ اقبال فرماتے ہیں: ''کیا میں نے اس خاکداں سے کنارا۔ جہاں رزق کا نام ہے آب و دانہ''۔ حریصانہ سوچ (کافرانہ طرزِ عمل) اور بے نیازانہ سوچ (مومنانہ طرز عمل) کا فرق عیاں ہے۔

ایک اور پہلو سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کافر بھی مسلمانوں ہی کی طرح رزق تلاش کرتے ہیں اور ان کو بھی مسلمانوں ہی کی طرح رزق دیا جاتا ہے۔ اگر یہ فضل ہے تو اس کا مطلب ہوا کہ کافر بھی فضل میں مسلمانوں کے شریک ہیں جبکہ قرآن

Marfat.com

کہتا ہے کہ کافروں کا فضل میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ جیسا کہ سورۃ حدید (57) کی آیت 29 میں ہے کہ کتاب والے کافر جان لیں کہ ان کا فضل میں کچھ نہیں ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل (17) کی آیت 87 میں ہے کہ "بے شک آپ ﷺ پر اللہ کا بڑا فضل ہے" اگر یہ دنیاوی رزق اللہ کا فضل ہوتا تو یہ نبی ﷺ کے پاس سب سے زیادہ ہوتا کیونکہ آپ ﷺ پر سب سے زیادہ اللہ کا فضل ہے۔ اگر یہ رزق تلاش کرنا فضل تلاش کرنا ہوتا تو نبی ﷺ اس کیلئے سب سے زیادہ کوشش کرتے کیونکہ آپ ﷺ سب سے زیادہ اللہ کا فضل چاہنے والے ہیں۔ رزق نعمت ہوسکتا ہے جس کے بارے ضرور بالضرور پوچھا جانا ہے' سوال ہونا ہے (8:102) جبکہ فضل پر کوئی سوال جواب نہیں ہے۔

اے محترم قاری! تو خود سوچ لے کہ یہ مائنڈ سیٹ کس طرح تضادات کا شکار ہے۔ یہ جاگیرداری کی مخالفت بھی کرتا نظر آتا ہے اور مال داروں کو مذہبی تحفظ بھی فراہم کرتا ہے۔ اس کے پیدا کردہ تضادات اور فراہم کردہ مذہبی تحفظ نے اسلامی معاش اور معاشرت کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ علمائے اکرام سے ان تضادات پر نظر کرنے کی درخواست ہے تاکہ اسلامی معاش اور معاشرت کا احیاء ہوسکے۔

****

دنیا کی زینت و آرائش چاہنا!

سورت کہف (18) کی آیت 7 میں ہے کہ "روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی زینت و رونق کا باعث بنایا ہے کہ ہم انہیں (زمین والوں کو) آزما لیں کہ ان میں سے کون نیک اعمال کرنے والا ہے"۔ ان چیزوں کی غرض وغایت یعنی انہیں آزمائش والی قرار دینے کے بعد اس سے اگلی آیت 8 میں ان کی حیثیت اور اوقات بھی یوں بیان فرما دی کہ "اس پر جو کچھ ہے ہم اسے نیست و نابود کر کے ایک ہموار صاف میدان کر ڈالنے والے ہیں"۔ اسی سورت کی آیت 28 میں ہے کہ

Marfat.com

''خبردار! تیری نگاہیں ان (صبح شام اپنے پروردگار کو پکارنے والوں) سے نہ ہٹنے پائیں کہ دنیاوی زندگی کی زینت وٹھاٹھ حاصل کرنے میں لگ جاؤ''۔ اسی سورت کی آیت 46 میں ہے کہ ''مال واولاد تو دنیا کی ہی زینت ہے''۔ سورت آل عمران (3) کی آیات 14 اور 15 میں ہے کہ ''زینت دار وخوشنما بنادی گئی ہے لوگوں کیلئے محبت ان رغبتوں کی (آزمائش کے طور پر) جوانہیں ہے عورتوں سے اور اولاد سے اور بڑے بڑے سونے چاندی (مال) کے ڈھیروں سے اور منتخب عمدہ گھوڑوں (پرتعیش گاڑیوں) سے اور مویشیوں (ڈیری فارم) سے اور کھیت کھلیان (زرعی فارم) سے لیکن یہ سب دنیاوی زندگی کا سازوسامان ہے اور اللہ ہی کے پاس ہے بہترین ٹھکانہ۔ کہو کیا میں بتاؤں تم کو وہ چیز جو تمہاری ان چیزوں سے بہت ہی بہتر ہے؟ تقویٰ والوں کیلئے ان کے رب تعالیٰ کے پاس جنتیں ہیں''۔ آزمائش میں ڈالنے والی یہ زینت کی چیزیں سورت بقرہ (2) کی آیت 165 کے مطابق ایک طرح سے ''انداد'' میں سے ہیں۔ انداد جمع ہے ندکی، جس کے معنی ہیں اللہ کی طرح محبت کی جانے والی چیزیں یعنی اللہ کے مدمقابل، اللہ سے غافل کردینے والیں۔ آزمائش والی چیزوں کا مطلب ہی یہ ہے کہ ایک طرف یہ چیزیں ہیں اور دوسری طرف اللہ۔ اللہ یہ آزمانا چاہتا ہے کہ میرا بندہ کس طرف جاتا ہے۔ ان چیزوں کے ذریعے اگر ہم اللہ کے مددگار یعنی دین پھیلانے والے بن گئے تو فبہا ورنہ ہم (آزمائش میں) ناکام ہو گئے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ ان چیزوں کی خاصیت ہی یہ ہے کہ بندہ کے پاس ان کے ہوتے ہوئے بندہ اللہ سے غافل ہو جاتا ہے جیسا کہ سورۃ انفال (8) کی آیت 28 میں ہے کہ خوب جان رکھو کہ تمہارے مال اور اولاد سب فتنہ ہیں۔ سورت منافقونؔ (63) کی آیت 9 میں بھی اللہ کریم ہمیں اس بڑے خطرے سے یوں خبردار کر رہے ہیں کہ ''اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد کہیں تمہیں اللہ تبارک تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کردے

Marfat.com

اور جو ایسا کرے وہ بڑے ہی نقصان میں ہے"۔ اس انتہائی پُر خطر، سنگین اور مشکل صورت حال کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ ایک تو انسان کے اندر ان چیزوں کی محبت، دوسرا ان چیزوں کی اللہ سے غافل کر دینے والی خاصیت، تیسرا اس پر طرہ کہ سورت معارج (70) کی آیت 19 کے مطابق کہ "بے شک آدمی بڑا ہی بے صبر اور حریص بنایا گیا ہے" تو ان چیزوں کو اللہ کی بجائے اپنی ذات کی خاطر رکھنے کیلئے اس کے پاس سینکڑوں جواز۔ ہے نا پُر فریب خطرے کا مقام (جال)۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جہاں بڑے خطرے کا گمان ضعیف ہی کیوں نہ ہو عقلمندی کا تقاضا ہے وہاں سے بچا جائے۔ سورت بقرہ (2) کی آیت 212 میں ہے کہ "کافروں کے لئے دنیا کی زندگی خوب زینت دار کی گئی ہے"۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے۔ اب مسلمان بھی کافروں کی طرح اسے زینت دار اور جنت بنانے پہ تلے ہوئے ہیں۔ عیاشیوں، آرائشوں، آسائشوں، زیبائشوں اور دنیاوی سہولتوں کے معاملہ میں ہم کافروں سے کیسے مختلف ہیں؟ قید خانہ میں قیدی کا ان زینت دار چیزوں سے کیا کام؟ ساری بات کی تائید میں حضرت علامہ اقبالؒ کی بات ؎

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کوہستانی
اے شیخ! اچھی ہے مکتب کی فضا لیکن
بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

سورت ہود (11) کی آیات 15 اور 16 میں ہے کہ "جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آسائش چاہتا ہو اور اس کی ساری تگ و دو اسی کیلئے ہو تو ہم ایسوں کو ان کی محنت اور کاموں کا پورا پھل اسی دنیا میں دے دیں گے اور اسی میں ذرا کمی نہ کریں

Marfat.com

گے (مگر) یہ ہیں وہ (بدنصیب) جن کیلئے آخرت میں کچھ نہیں مگر آگ، اکارت گیا جو کچھ وہاں کرتے تھے اور نابود ہوئے جوان کے عمل تھے"۔ ہمیں بھی اپنی تگ ودو کا جائزہ لینا چاہیے کہ کس مقصد کے لئے ہے؟ ہم تو نیک اعمال (نماز، ذکر، وظیفے وغیرہ) بھی اس لئے کرتے ہیں کہ رزق (مال ودولت) میں برکت (اضافہ) ہو۔

اس موضوع پر فیصلہ کن اور حرف آخر کے طور پر سورت احزاب (33) کی آیت 28 پیش خدمت ہے جس میں ہے کہ "اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں سے کہہ دیں کہ اگر تم دنیا کی زندگانی اور دنیا کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا دوں اور تمہیں اچھائی کے ساتھ رخصت کردوں"۔

زینت وآرائش کی چیزیں لینا تو دور کی بات بلکہ قرآن تو عام ضروریات زندگی کیلئے برتنے کی چیزوں کی طرف دیکھنے سے بھی منع فرماتا ہے یعنی انھیں توجہ کے لائق ہی نہیں سمجھتا جیسا کہ سورۃ طٰہٰ (20) کی آیت 131 میں ہے کہ "اور نہ آنکھ اُٹھا کر دیکھو تم اس کی طرف جو ساز وسامان دنیاوی دیا ہے ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو جو شان وشوکت ہے دنیاوی زندگی کی۔ یہ تو ہم نے انہیں اس لیے دیا ہے تاکہ آزمائش کریں ہم ان کی اس سے"۔ یعنی ان چیزوں کے ذریعے لوگ آزمائش میں ڈالے گئے ہیں۔ اللہ کریم ان چیزوں کو ہمارے لئے لائق توجہ ہی نہیں سمجھتا جبکہ ایک ہم ہیں کہ ان کے حصول کیلئے مرے جارہے ہیں۔

درج بالا قرآنی آیات سے دنیاوی زینت وآرائش کی واضح اور دوٹوک نفی ہوجاتی ہے۔ بھلا مرد اور وہ بھی مومن مرد کا زینت وآرائش سے کیا تعلق۔ ہم نے عورت کو اپنی زینت وآرائش چھپانے کے حکم سے عورت کی زینت وآرائش کرنے کا جواز ڈھونڈ لیا حالانکہ عورت کو اپنی زینت چھپانے میں عورت کے جسم کے وہ حصے ہیں جو عورت ہونے کی خبریت دیتے ہیں۔ ہمیں جواز کیا ملا بس ہم نے (ہیئر سیلون، بیوٹی

Marfat.com

پارلر اور کاسمیٹکس پر خطیر زر مبادلہ خرچ کر کے) بالکل کافروں کی طرح تمام حدود پھلانگ دیں۔ ہم نے اس جواز کو اس کی روح کے منافی ایسے غلط استعمال کیا جیسے' نبی ﷺ نے پوری زندگی میں 3 یا 4 مرتبہ مزاح فرمایا اور ہم نے اسے جواز بنا کر تھیٹر کھڑے کر دیے یا جیسے آپ ﷺ نے کبھی کبھار مہندی کی ٹھنڈی تاثیر کی بناء پر مہندی لگائی حالانکہ آپ ﷺ نے سفید بال چھپانے کے لیے کلر کے طور پر اسے استعمال نہیں کیا۔ ہم نے اسے سفید بال چھپانے کیلئے مستقل کلر کے طور پر اپنا لیا بلکہ مہندی کی بجائے مہندی رنگ کا ''کلر'' استعمال کرنا شروع کر دیا اور پھر چل سو چل اور ہم نے بالوں کے کلر کی ایک غیر ضروری دنیا ایجاد کر دی اور ساتھ ہی ہم سفید بالوں اور اس بناء پر آئی ہوئی بزرگی کی فضیلت میں احادیث بھی بیان کرتے ہیں۔ بھلا مقصد بدلنے سے ہمارا یہ عمل کیسے سنت ہو سکتا ہے؟ نیکی کے مقصد سے اللہ کی خوشنودی کی بجائے ریاکاری یا اور کوئی بھی دنیاوی مقصد آنے سے نیکی کہاں رہے گی؟ زینت چھپانے کے حکم سے زینت کرنے کا جواز ڈھونڈنے کی بجائے احتیاط کا پہلو یہ بنتا تھا کہ زینت و آرائش نہ کی جاتی کہ جن کے سامنے زینت نہ کھولنے کا حکم ہے کہیں ان کے سامنے کھل نہ جائے اور مفت میں گناہگار نہ ہو جائیں۔ یہ باتیں ہیں احتیاط والوں کیلئے مگر بقول علامہ اقبالؒ ۔

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہبازی

اس ضمن میں ایک حدیث شریف بیان کی جاتی ہے کہ (مفہوم) اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمیل کو پسند کرتا ہے تو کیا یہ حدیث شریف اوپر بیان کردہ آیات کو رد کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہماری زینت و آرائش کے مفہوم کی روشنی میں آپ ﷺ کا اپنا اور آپ ﷺ کے اصحاب کا اپنے جسم کی زینت و آرائش اور گھر کی اوٹر اور انٹیریئر

Marfat.com

ڈیکوریشن کرنے کا عمل اس حدیث کے تحت نظر نہیں آتا۔ ازواج مطہرات کا حال آپ سورت احزاب کی آیت 28 میں پڑھ چکے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اس حدیث شریف کو اس کی اصل روح کے مطابق نہیں لے رہے۔ اگر اس جمیل سے ظاہری زینت یا جمیل بننے کیلئے ظاہری زینت کرنا مراد ہے تو آپ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو کیا مقام دیں گے؟ جنہیں لاکھوں مربع میل پر حکمرانی کرنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی سیدنا بلال کہہ کر پکارتے تھے۔ کس جمال نے ایک حبشی غلام کو سیدنا بلال بنا دیا؟ کیا یہ ظاہری زینت و آرائش کا نتیجہ تھا؟ ہرگز نہیں۔ کردار فرد اور قوم کا حسن ہوتا ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ جسے ہم ظاہری زینت و آرائش سے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ و رسول ﷺ کے ہاں جمیل اور ہمارے تصور جمیل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اللہ ہماری شکلوں کو نہیں دلوں کو دیکھتا ہے۔ اس کے ہاں ہماری قربانیوں کے گوشت نہیں جاتے بلکہ دلوں کا تقویٰ جاتا ہے۔ اس کے ہاں حسین اہل تقویٰ ہیں اور اہل تقویٰ ہی اصل رعب اور عزت والے ہیں۔ اسی تصور جمیل سے پاکیزگی اور طہارت کے تصور پھوٹتے ہیں نا کہ ہمارے تصورِ جمیل سے۔ جس چیز (جسم، گھر) پر مخلوق کی نظر پڑتی ہے ہم اسے آراستہ و پیراستہ بناتے ہیں مگر جس (دل) پر خالق کی نظر ہے ہم نے اسے گندا بنا رکھا ہے اور نہ ہی ہمیں اس حقیقت کا ادراک اور احساس ہے۔

قرآن کے خلاف ایسے زبردستی کے فراہم کردہ جوازوں نے معاشرہ کے اسلامی اور غیر اسلامی تشخص کے فرق کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ ہم ذرا ایسے جوازوں کی پیدا کردہ قباحتوں اور تباہ کاریوں کا اندازہ تو لگائیں۔ ہم ذرا ان کے نقصانات پر غور تو کریں۔ ہم ذرا غور کریں تو معلوم ہوگا کہ زینت و آرائش کرنا کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف نفس کی خواہش ہے اور خواہش کی پیروی اللہ کی

Marfat.com

راہ سے بہکا دینے والی چیز ہے(26:38)۔ جبکہ خواہش نفس کو پامال کرنے میں جنت کا وعدہ ہے(41,40:79)۔ قرآن صرف اور صرف ضرورت پوری کرنے کی اجازت دیتا ہے(129:2، 87:11 اور 8:102)۔ ایسا کام چاہنا جس سے امیر اور غریب کا فرق واضح ہو' اللہ کے غضب و عذاب کا موجب ہے۔ ایسی صرف خواہش کرنے پر اللہ کریم نے قوم سبا کو کہانیاں کر دیا(19:34)۔

****

توبہ

سورہ بقرہ (2) کی آیت 160 میں ہے کہ جو اپنے جرموں اور گناہوں پر نادم ہو کر آئندہ نہ کرنے کا عہد کر لیں یعنی توبہ کر لیں تو اللہ رب العزت اپنی رحمت کے ساتھ ان کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ سورہ نساء (4) کی آیات 17&18 میں ہے کہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے ان کی توبہ ہے جو کر بیٹھتے ہیں گناہ بے سمجھی سے' پھر توبہ کرتے ہیں جلدی سے' پس یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے توجہ فرماتا ہے اور ان لوگوں کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ نہیں ہے جو کرتے رہتے ہیں ساری عمر برائیاں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آ جائے تو کہے بیشک اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہے جو مرتے ہیں اس حال میں کہ وہ کافر ہیں' انھیں کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ زبان سے استغفار کرنے والا ساتھ ساتھ گناہوں پر اصرار بھی کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرنے والے کی طرح ہے۔ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتی ہیں کہ ہماری استغفار کو بہت بڑی استغفار کی ضرورت ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صرف زبان سے استغفار پڑھنا' جھوٹوں کی توبہ ہے۔ سورہ

فرقان (25) کی آیت 70 میں ہے کہ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے (تجدیدِ ایمان) اور اچھے کام (سے تصدیق) کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بھلائیوں میں بدل دے گا کیونکہ اللہ ہی بخشنے والا مہربان ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی گناہ کرتا ہے اور اس کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاتا ہے' لوگوں نے عرض کیا' یہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گناہ سے تائب ہو کر اس کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھتا ہے اور اُس گناہ سے گریز کرتا ہے یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسے بندے پر شیطان پچھتاتا ہے کہ میں نے اس بندے سے ایسا گناہ کیوں کروایا۔

سورہ تحریم (66) کی آیت 8 میں ہے کہ اے ایمان والو! تم اللہ کریم کے سامنے سچی، خالص اور با اثر توبہ (توبۃ النصوح) کرو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے سب گناہ دور کر دے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نصوح اُس توبہ کو کہتے ہیں جس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی گناہ نہ ہو بلکہ گناہ کا خیال ہی پیدا نہ ہو' یہ بھی آپ کا فرمان ہے کہ توبہ کے بغیر عبادت درست نہیں' مزید فرمایا کہ اس جہاں کی اچھی خوشی اس جہاں کی توبہ ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ توبہ کے بعد کا ایک گناہ توبہ سے پہلے کے ستر گناہوں سے بدتر ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بارگاہِ خداوندی میں توبہ کرنے اور اپنے گناہوں کی معافی چاہنے میں رات ہو یا دن ہرگز تاخیر نہ کرو' مزید فرماتے ہیں کہ توبہ کرو اور اپنی توبہ پر قائم رہ کیونکہ شان توبہ کرنے میں نہیں بلکہ توبہ پر قائم رہنے میں ہے' شان درخت کے پھوٹنے اور پھل آنے میں ہے' مزید فرماتے ہیں کہ بغیر توبہ و تقویٰ' رحمت اور جنت کی آرزو حماقت، نادانی اور نفس کا فریب ہے' آپ مزید فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ توبہ کر خواہش نفس کے تحت کھانے سے' آپ مزید فرماتے ہیں کہ توبہ ہر شخص کے حق میں فرض عین ہے کیونکہ کوئی شخص بھی ہاتھ پاؤں کے گناہوں سے خالی نہیں' اگر کوئی ان اعضاء کے گناہوں سے خالی ہے تو دل ہی سے اس نے گناہ کیا ہوگا اور اگر یہ بھی نہ ہوگا تو ان شیطانی وسوسوں سے خالی نہ ہوگا جو اللہ کی یاد سے غافل کر دینے والے ہوں گے اور اگر ایسا بھی نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت حاصل کرنے میں کوتاہی اور غفلت برتنے سے تو کوئی خالی نہ ہوگا اس لیے ہر شخص توبہ کا محتاج ہے' آپ مزید فرماتے ہیں کہ عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے' خواص کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے اور خاص الخاص بندوں کی توبہ اللہ عزوجل کے سوا کسی اور طرف دل کے میلان سے ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن محمد بن علی نے فرمایا کہ ایک توبہ کرنے والا اپنی لغزشوں سے توبہ کرتا ہے' ایک تائب غفلت سے توبہ کرتا ہے اور ایک توبہ کرنے والا اپنی نیکیوں کے دیکھنے سے توبہ کرتا ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ گناہوں کے چھوڑے بغیر توبہ کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے۔ ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ توبہ انابت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے توبہ کرے' توبہ استجابت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے حیاء کرتے ہوئے توبہ کرلے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توبہ کا طریق یوں مناسب ہے کہ ایسے اسباب پیدا کرنے سے گریز کرے جن سے گناہ آسان ہو جاتا ہے' مزید فرماتے ہیں کہ توبہ اسی کا نام ہے کہ عمل سے فارغ ہونے کے بعد بندہ اس کو نظر ندامت سے دیکھے' مزید فرماتے ہیں کہ توبہ کے معنی یہ ہیں کہ جو طریق اللہ سے دور اور شیطان کے نزدیک کرے اس سے رجوع کرے' مزید فرماتے ہیں کہ جوہر انسانی کو خبائث شیطانی سے علیحدہ کرنے کیلئے ندامت کی حرارت یا دوزخ کی آنچ میں سے

Marfat.com

ایک میں جلنا ضروری ہے' امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کی جناب میں رجوع کرنا سالکین کے راستے کی ابتداء ہے اور واصلین کی متاع گراں بہا ہے۔ حضرت سہیل تستری فرماتے ہیں کہ حرکاتِ مذمومہ کو افعالِ محمودہ سے بدل دینے کا نام توبہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو گنہگار کی آہ وزاری کروبین کی تسبیح سے زیادہ پسند ہے۔ علامہ اقبالؒ اس بات کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے
(انفعال معنی شرمندگی)

حضرت نصر بن محمد ابراہیم ثمر قندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی دانا سے پوچھا گیا کہ کیا توبہ کرنے والے کی کوئی علامت ہے جس سے پہچانا جا سکے کہ اس کی توبہ قبول ہو چکی ہے' انھوں نے کہا کہ ہاں' چار علامتوں سے پہچانا جا سکتا ہے (۱) بُرے دوستوں سے علیحدہ ہو جائے' صالحین کی سنگت اپنا لے (۲) ہر قسم کے گناہ سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جانب توجہ مبذول کر لے (۳) دل کو ہر قسم کی دنیاوی فرحتوں سے خالی کر کے غمِ آخرت سے آباد کر لے (۴) اللہ تعالیٰ نے جس رزق کی ذمہ داری لے رکھی ہے دل کو ان تفکرات سے خالی کر لے اور احکامِ الٰہی کی بجا آوری میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرے۔

توبہ میں جلدی کرو کہ دل زنگ پکڑ لیتا ہے
زنگ آلود دل کو شیطاں شکنجے میں جکڑ لیتا ہے
ایسا جکڑا ہوا دل برائیوں میں لذت پاتا ہے

Marfat.com

یہی لذت پاتے پاتے ہوئے وہ رخصت جاتا ہے
اِس رخصت پہ منیر پھر اُس کا مقدر روتا ہے
ہائے پھر پچھتاوے کے نہ کچھ ہاتھ آتا ہے

****

تقویٰ (پرہیزگاری)

سورہ اعراف (7) کی آیت 26 میں ہے کہ ''پرہیز گاری کا لباس بے شک یہ لباس ظاہری زینت والے لباس سے افضل و بہتر ہے اور سب سے بھلا ہے اور یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے'' اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پرہیز گاری ایک ایسی چیز ہے جو بندے کے جسم پر (اعمال کی صورت میں) نظر آتی ہے، پرہیز گار کو اپنی پرہیز گاری بتانے کی ضرورت پیش نہیں آتی یہ خود بخود اس کے لباس کی طرح ظاہر ہوتی ہے اور کردار کی صورت میں بولتی ہے، اس کی فضیلت و عظمت کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ یہ صفا و مروہ اور قرآنی آیات کی طرح اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔

اللہ رب العزت نے پرہیز گاری کی علامات، پرہیز گار کی صفات اور پرہیز گار کا مقام و مرتبہ بڑے واضح اور دوٹوک انداز میں بیان فرمایا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ (2) کی آیت 177 میں ہے کہ نیکی بس یہی نہیں کہ تم پھیر لو اپنا رخ مشرق اور مغرب کی طرف (رسماً ورواجاً، اصل مقاصد سے یکسر غافل ہوکر) بلکہ نیکی کا کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور روزِ قیامت پر اور فرشتوں پر اور کتاب اللہ پر اور سب نبیوں پر اور مال سے محبت کرنے کے باوجود دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو (جن میں کام کرنے کی استعداد نہیں) اور

Marfat.com

خرچ کرے گردن چھڑانے کیلئے اور صحیح صحیح ادا کرے نماز (بے حیائیوں سے بچانے والی) اور دیا کرے زکوۃ اور وعدہ پورا کرے جب عہد کرے (ایمان کی صورت جو اللہ سے بھی کیا ہے) اور صبر کرے تنگدستی، دکھ درد اور لڑائی کے وقت (راضی برضا رہے) ایسا کرنے والے ہی راست باز ہیں اور یہی حقیقی پرہیز گار ہیں۔ سورہ زاریات (51) کی آیات 15 تا 19 میں ہے کہ بیشک پرہیز گار باغوں اور چشموں میں ہوں گے اپنے رب کی عطائیں لیتے ہوئے بے شک وہ تو اس سے پہلے (دنیا میں) ہی نیکوکار تھے وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے وہ وقت سحر استغفار کیا کرتے تھے اور ان کے مال میں سوال کرنے والوں اور سوال سے بچنے والے محروم لوگوں کا حق تھا۔ سورہ آلِ عمران (3) کی آیات 14&15 میں ہے کہ مزین (خوشنما) کردی گئی ہے لوگوں کیلئے محبت ان مرغوب چیزوں کی (آزمائش کے طور پر) جو انھیں ہے عورتوں سے اور اولاد سے اور بڑے بڑے سونے اور چاندی (مال) کے ڈھیروں سے اور منتخب عمدہ گھوڑوں سے (شوقیہ) اور مویشیوں سے (ڈیری فارمز) اور کھیت کھلیان سے (زرعی فارمز) لیکن یہ سب دنیاوی زندگی کا ساز و سامان ہے اور اللہ ہی کے پاس ہے بہترین ٹھکانا' کہو کیا میں بتاؤں تم کو وہ چیز جو تمہاری ان چیزوں سے بہتر ہے' ان لوگوں کیلئے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا' (ایسے تقویٰ والوں کیلئے) ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں''۔ ان دو آیات میں بڑے واضح انداز میں دنیاوی سامان کو تقویٰ کے متضاد، ضد اور مقابلہ کے طور پر ذکر فرمایا ہے، اس دنیاوی سامان کی محبت کے ہوتے ہوئے بندہ کے اندر تقویٰ نہیں ٹھہر سکتا، باقی سب علم کی موشگافیاں اور تاویلات ہیں۔ اس دنیاوی سامان کی محبت اور اللہ کی محبت کو آپس میں تولا تو نہیں جا سکتا مگر ایک علامت (Indicator) سے اس محبت کی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے کہ

Marfat.com

ہمیں دنیاوی سامان (مال و دولت) اور اللہ کے درمیان کس سے زیادہ محبت ہے وہ یہ کہ ہم مال و دولت اللہ پر کتنا خرچ کرتے ہیں اور اپنے اوپر کتنا خرچ اور اپنے لئے کتنا جمع کرتے ہیں؟ اس علامت سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہمیں اللہ کی نسبت اس دنیاوی سامان کی زیادہ محبت ہے۔ اس دنیاوی سامان کی اللہ سے زیادہ محبت پر سخت وعید بھی ملاحظہ فرمائیں جیسا کہ سورہ توبہ (9) کی آیت 24 میں ہے کہ آپ فرمائیں اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہارے کمائی کے مال اور تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان' یہ چیزیں اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ میں لڑنے سے (بہ نسبت) زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے (یعنی عذاب)۔ اور دنیا کو ترجیح دینے پر سخت وعید کیلئے ایک اور مقام بھی ملاحظہ کریں' جیسا کہ سورہ نازعات (79) کی آیت 38&39 میں ہے کہ جس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو بے شک جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

سورہ طٰہٰ (20) کی آیت 132 میں ہے کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا پابند بنا اور خود بھی اس پر ثابت رہ ہم تجھ سے کچھ روزی نہیں مانگتے بلکہ تجھے روزی دیتے ہیں اور پرہیزگاری کا ہی بھلا انجام اور بول بالا ہے۔ سورہ حج (22) کی آیت 37 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ ان کے خون بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ سورہ حجرات (49) کی آیت 13 میں ہے کہ بے شک اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ سورہ نبا (78) کی آیت 31 میں ہے کہ یقیناً پرہیزگار لوگوں کیلئے (آخرت کی) کامیابی ہے۔ سورہ محمد (47) کی آیت 17 میں ہے کہ جو سیدھی راہ پر چلے اللہ نے اُن

Marfat.com

کواور زیادہ ہدایت فرمائی اور انھیں پرہیز گاری عطا فرمائی۔سورہ مائدہ (5) کی آیت 27سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی قربانی و نیاز قبول فرماتا ہے جو اس سے ڈرتا اور تقویٰ اختیار کرتا ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کو اپنے بندوں سے حساب لینے سے حیاء آئے گی جو دنیا میں پرہیز گاری رکھتے تھے' یہ بھی آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ پرہیز گار امورِ دنیا سے روگرداں ہوتا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ اپنی جی چاہی بات نہیں کرتا۔حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خاردار جھاڑیوں کے درمیان سے اپنے دامن کو سمیٹتے ہوئے گزرنے کا نام تقویٰ ہے۔حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غفلتوں سے دل کو، خواہشات سے نفس کو، لذتوں سے حلق کو اور بری باتوں سے اعضاء کو بچانا اور محفوظ رکھنا تقویٰ ہے اس وقت یہ امید کی جاسکتی ہے کہ زمین و آسمان کے مالک تک تیری رسائی ہو جائے' مزید فرمایا کہ جو شخص اپنی خواہشات کا تابع نہیں وہ متقی ہے' مزید فرمایا کہ آدمی جب تک ایسے مقام پر نہ پہنچ جائے کہ اس کی دلی آرزوؤں اور خواہشات کو طشت میں رکھ کر بازار میں پھرانے کیلئے کہا جائے تو اس کو جھجک محسوس نہ ہو' متقی کہلانے کا حق دار نہیں' آپ مزید فرماتے ہیں کہ عوام کا تقویٰ ہے ترکِ دنیا (حرام و شبہ کی تمام چیزوں سے بچنے) میں، خواص کا تقویٰ ہے ترکِ جنت (خواہش نفس، لذت و رغبت سے بچنے) میں اور خاص الخاص کا تقویٰ ہے ماسویٰ اللہ کے ہر شے کے ترک کر دینے میں' آپ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی یاد پرہیز گاری کی کنجی ہے اور پرہیز گاری آخرت کا دروازہ ہے اسی طرح جیسے ہویٰ (خواہشات) دنیا کا دروازہ ہے۔حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم شریعت اور علم فقہ کو تقویٰ کے

Marfat.com

بغیر پسند کرنے والا فاسق وفاجر ہے یعنی اپنے دامن کو گناہوں کی خاردار جھاڑیوں اور محبت دنیا سے نہ بچانے والے کا علم شریعت اور علم فقہ بے سود ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ متقی کو لگام دی گئی ہے جس طرح حرم میں احرام باندھنے والے کو یعنی جس طرح محرم پر بہت سی حلال چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اسی طرح متقی کیلئے بہت سی چیزوں سے بچنا ضروری ہے۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ متقی وہ ہے جو اپنے نفس سے بغض رکھے۔ ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام شبہوں سے بچنے کا نام تقویٰ ہے۔ قاسم بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آدابِ شریعت کی محافظت کا نام تقویٰ ہے۔ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تقویٰ یہ ہے کہ متقی اپنے تقویٰ کی دید سے پرہیز کرے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مامورات (جن کے کرنے کا حکم ہے) اور منہیات (جن سے بچنے کا حکم ہے) کے مجموعے کا نام تقویٰ ہے۔ حضرت نصر بن محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پرہیز گاری کی دو اقسام ہیں (۱) ورع فرض: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا (۲) ورع حذر: شبہات میں پڑنے سے بچنا۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم حلال کے دس حصوں میں سے 9 کو اس خوف سے ترک کر دیتے ہیں کہ کہیں شبہ یا حرام میں نہ پڑ جائیں۔ حضرت ابوتراب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ منزلِ تقویٰ سے پہلے پانچ گھاٹیاں آتی ہیں جب تک تو ان کو عبور نہیں کرے گا' منزلِ تقویٰ تک نہیں پہنچ سکتا (۱) نعمت پر فقر کو ترجیح (۲) بقدرِ کفایت روزی کو کثیر روزی پر ترجیح (۳) ملامت کو عزت پر ترجیح (۴) رنج کو راحت پر ترجیح اور (۵) موت کو زندگی پر ترجیح دینا۔

اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال کا مدعا ہی تقویٰ بتایا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ (2) کی

Marfat.com

آیت 21 میں ہے کہ اے لوگو زندگی کا لمحہ لمحہ اسی رب کی تابع داری میں گزارو جس نے تمہیں اور تمہارے آباؤ اجداد کو پیدا کیا اور تمہاری حیات و بقا کے سارے سامان فراہم کیے تا کہ تم (اس کی اطاعت کرتے ہوئے شکر بجالا کر) متقی بن جاؤ۔

****

لوگو چوکنے ہو جاؤ

سورہ حج (22) کی آیت 49 میں ہے کہ اعلان کر دیں کہ لوگو! میں تمہیں کھلم کھلا چوکنا کرنے والا ہوں۔ سورہ اعراف (7) کی آیت 201 میں ہے کہ ''بے شک وہ جو ڈرنے والے ہیں جب انھیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے تو اللہ کی یاد میں فوراً ہوشیار ہو جاتے ہیں اور پوری طرح چوکنے اور چوکسی کی حالت (ریڈ الرٹ) میں آجاتے ہیں''۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت اپنے سے ڈرنے والوں کی خصوصیت و کیفیت بیان فرما رہا ہے کہ وہ کوئی شیطانی عمل کر کے نہیں بلکہ صرف شیطانی خیال آنے پر ہی فوراً خطرے کو بھانپتے ہوئے خبردار ہو جاتے ہیں' اللہ کی طرف پہلے سے بڑھ کر رجوع کرتے ہیں اور اپنے اعمال کا فوراً محاسبہ کرتے ہیں۔ سورہ قصص (28) کی آیت 46 میں ذکر ہے کہ لوگوں کو ہوشیار کرو، چوکنا کرو، ڈرساؤ یہ امید کرتے ہوئے کہ ان کو نصیحت ہو۔

لوگو چوکنے ہو جاؤ ''پاس آنے والی (موت) آنے ہی والی ہے'' (57:53)۔ لوگو چوکنے ہو جاؤ ''بے شک دوزخ گھات لگائے ہوئے ہے'' (21:78)۔ لوگو چوکنے ہو جاؤ ''کھال کھینچ لینے والی بلا رہی ہے'' (16:70)۔ لوگو چوکنے ہو جاؤ ''جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تبارک تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے'' (2:64)۔ لوگو

Marfat.com

چوکنے ہو جاؤ ''بے شک تم پر عزت والے نگہبان مقرر ہیں' کراماً کاتبین' جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں'' (10:82 تا 12)۔ لوگو چوکنے ہو جاؤ ''بے شک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو انھوں نے آگے (نیک و بد عمل) بھیجا اور جو پیچھے چھوڑ گئے (نیک و بد عمل جن کو لوگوں نے اپنایا' اور مال جو اولادوں نے نیک و بد کاموں میں لگائے) اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں'' (12:36)۔ لوگو چوکنے ہو جاؤ ''جب نامۂ اعمال سامنے رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس میں لکھے ہوئے سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے ہائے خرابی ہمارے اس نامہ اعمال کو کیا ہوا (حیرت و تعجب سے) کہ ہمارا کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا گناہ ایسا نہیں جو اس میں مذکور نہیں اور انھوں نے اپنا سب کیا پایا اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا'' (49:18)۔ لوگو چوکنے ہو جاؤ ''روزِ حشر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کے اثرات و نتائج دیکھ لے گا اور جس نے ذرا برابر برائی کی ہوگی وہ اس کے اثرات و نتائج دیکھ لے گا'' (99:7&8)۔ لوگو چوکنے ہو جاؤ ''جس کے اعمال ہلکے ہوئے اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے اور تو نے کیا جانا کہ ہاویہ کیا ہے؟ وہ شعلے مارتی تند و تیز آگ ہے'' (101:8 تا 10)۔ لوگو چوکنے ہو جاؤ ''اُس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کے بارے پوچھا جانا ہے'' (8:102)۔ لوگو چوکنے ہو جاؤ ''تمہارے رب کی قسم' ہم ضرور تم سے پوچھیں گے جو کچھ تم کرتے تھے'' (15:92&93)۔ لوگو چوکنے ہو جاؤ ''اور ایسی بات کہنے سے رکو جس کا تمہیں علم نہیں بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے باز پرس ہونی ہے'' (36:17)۔ لوگو چوکنے ہو جاؤ ''ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہریں لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور اس کے پاؤں گواہیاں دیں گے ان کاموں کی جو وہ

Marfat.com

کرتے تھے" (65:36)۔لوگو چوکنے ہو جاؤ "اللہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت (شہوت کی نظر، حقارت کی نظر یعنی آنکھوں کا ناجائز استعمال) اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے" (19:40)۔لوگو چوکنے ہو جاؤ "یہ دنیا کا جینا تو کچھ معنی ہی نہیں رکھتا' یقین مانو ہمیشگی کا گھر آخرت ہی ہے" (39:40)۔لوگو چوکنے ہو جاؤ "تمہارے مال اور تمہاری اولاد کہیں تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کردے اور جو ایسا کرے وہ بڑے ہی نقصان میں ہے" (9:63)۔لوگو چوکنے ہو جاؤ "تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر سے نہ ہو' یہ تیرے پروردگار کے ذمہ قطعی' فیصل شدہ امر ہے' پھر ہم پرہیزگاروں کو تو بچالیں گے اور نافرمانوں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے" (72&71:19)۔لوگو چوکنے ہو جاؤ "جس دن جہنم بھی سامنے لائی جائے گی' اس دن انسان کی سمجھ میں (مقصد حیات) آئے گا مگر آج اس کے سمجھنے کا فائدہ کہاں' وہ کہے گا کہ کاش میں نے اپنی اس زندگی کیلئے کچھ پیشگی سامان کیا ہوتا' پس آج اللہ عزوجل کے عذابوں جیسا عذاب کسی کا نہ ہوگا" (23:89 تا25)۔لوگو چوکنے ہو جاؤ "اللہ سے ڈرو اور تم میں سے ہر ایک اچھی طرح دیکھ بھال کر کے جانچ پڑتال کرلے کہ کل کیلئے آگے کیا بھیجا ہے" (18:59)۔لوگو چوکنے ہو جاؤ "بیشک نصیحت ہو چکی' پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرے" (19:73)۔لوگو چوکنے ہو جاؤ "تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں" (6:66)۔لوگو چوکنے ہو جاؤ "ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ رسولوں سے وعدہ خلافی کرےگا (یہ تو ممکن ہی نہیں) بے شک اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا" (47:14)۔لوگو چوکنے ہو جاؤ "یقین مانو کہ تم سے جو وعدے (ثواب وعذاب کے) کیے جاتے ہیں' وہ ہو کر رہنے ہیں اور بے شک انصاف ضرور ہونا ہے"

Marfat.com

(6&5:51)۔لوگو چوکنے ہو جاؤ ''بیشک (نافرمانوں کو) تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں'' (8&7:52)۔لوگو چوکنے ہو جاؤ ''تمہارا حساب نزدیک ہے اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو'' (1:21)۔لوگو چوکنے ہو جاؤ ''یومِ حساب حق ہے جو چاہے اپنے رب کے پاس نیک اعمال کر کے ٹھکانا بنالے' ہم نے تمہیں بہت قریب آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے جس دن انسان اپنے ہاتھوں کی کمائی کو دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا'' (40&39:79)، ''اور وہ جو اپنے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا ہائے کسی طرح مجھے میرا نامہ اعمال نہ دیا جاتا اور کاش میں جانتا ہی نہ کہ حساب کیا ہے' ہائے کسی طرح موت ہی سارا قصہ تمام کر چکی ہوتی'' (69:25 تا 27)۔

نبی چوکنا کرنے آئے تھے' لوگو چوکنے ہو جاؤ
مکرِ دنیا سے بچو اور فکرِ آخرت میں کھو جاؤ
بہت بڑے خطرے کا ادراک حاصل کرو
یقین کرو ، فکر کرو ، بچاؤ کرو ، عقل کرو
یا اللہ فکرِ آخرت ، یا اللہ فکرِ آخرت
فکرِ آخرت ہی ہے مُنیرؔ راہِ نجات

نوٹ: یہاں بریکٹ کے اندر حوالہ جات میں پہلے سورت کا نمبر ہے اور کولن (:) کے بعد آیات مبارکہ کا نمبر ہے۔

****

آزمائش والی چیزیں ----- پُرخطر و پُرفریب!

کیسے قائم ہوسکتا ہے عدل واخوت ومساوات کا نظام
فقر محمدی نہیں جب تک ہماری معاش ومعاشرت کا امام

ویسے تو زمین پر موجود ہر ہر چیز میں انسان کیلئے آزمائش ہے جیسا کہ سورۂ کہف کی آیات 7 اور 8 میں ہے کہ ''جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین والوں کیلئے رونق (آرائش وزیبائش) بنایا ہے تاکہ اس سے لوگوں کی آزمائش کریں کہ کون ان میں آزمائش پر پورا اُترتا ہے، کون اپنی خواہشاتِ نفسانی میں مگن ہوئے بغیر اچھے عمل کرنے والا ہے اور یہ جو دنیا کی چیزیں ہیں ان کی حقیقت میں کوئی حیثیت نہیں ہے، ہم ان کو نیست ونابود و ملیامیٹ کر کے زمین کو بنجر میدان بنادیں گے''۔

ہم یہاں صرف حلال اور جائز چیزوں پر آیا ہوا ''منع'' زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ لوگ ان کے بارے میں صرف اتنا جانتے ہیں کہ یہ حلال ہیں اور ان کا حصول و استعمال جائز ہے، بس پھر چل سو چل۔ یہی سوچ کج روی اور خرابی کا باعث بنی ہوئی ہے۔ جتنا کسی چیز کا حلال اور جائز ہونا اہم ہے اتنا ہی اس کے استعمال کا مقصد اور اس چیز کے لینے کی مقدار اہم ہے۔ جس طرح وضو میں پانی سے ہر مطلوبہ عضو کو تین بار دھونا، اگر آپ نے کسی ایک عضو کو چار بار دھویا تو آپ کا فعل اسراف میں شامل ہوگا خواہ آپ نہر یا دریا پر ہی وضو کیوں نہ کر رہے ہوں۔ کسی چیز کے لینے میں ان پہلوؤں یعنی حلال (جائز)، مقصد میں سنت اور مقدار میں سنت کو پیش نظر رکھے بغیر سنت کی کامل پیروی نہیں ہوگی اور لازمی بگاڑ پیدا ہوگا۔ ہمیں صرف ان کے استعمال میں حلال اور جائز ہونے کی حد تک ہی اکتفا نہیں کرلینا چاہیے بلکہ ان کی خلقت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حلال اور جائز چیزیں عبادت یعنی اعمالِ آخرت کمانے اور دین کی مدد کرنے میں

کس حد تک استعمال ہوئی ہیں یا ہو رہی ہیں۔ یہ ہے ان کا صحیح استعمال، اصل افادیت، حق، شکر اور مقصدِ خلقت۔ سورۂ انبیاء (21) کی آیت 14 کے مطابق جب یہ کہا جاتا ہے کہ ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے مابین جو کچھ ہے اس کو عبث نہیں بنایا تو اس کا یہی مطلب و مقصد ہے۔ مجموعی طور پر نتیجہ کھلی کتاب کی طرح سامنے ہے کہ یہ چیزیں اپنے اصل مقصدِ خلقت کے بمطابق استعمال نہیں ہو رہی ہیں۔ اگر آج موجود اشیاء ضروریہ کا صرف سو سال پہلے کی اشیاء ضروریہ سے موازنہ کریں تو آج ان میں کئی سو گنا اضافہ نظر آ رہا ہے مگر اس تناسب سے دین اسلام مضبوط تو کیا ہوا بلکہ مجموعی طور پر اسلام اور اسلام کے نام لیوا انتہائی کمزور، خستہ حال اور تنزلی کا شکار ہوئے اور یہ سفر ہنوز جاری ہے۔ ان اشیاء ضروریہ کے حاصل کرنے اور استعمال میں مسلمان کافروں کی طرح آزاد ہیں۔ تنزلی کی وجہ ہی یہ ہے کہ مسلمانوں نے بھی انھیں چیزوں کو کافروں کی طرح حاصل کیا اور کافروں ہی کی طرح اپنی انفرادی ذاتی زندگی کو خوش نما اور زینت بخش بنانے کیلئے استعمال کیا۔ ان اشیاء ضروریہ کی ورائٹی کے لحاظ سے اضافہ کے تناظر میں کہا جاتا ہے کہ انسان نے بڑی ترقی کی ہے۔ یہ اس ترقی کا ہی شاخسانہ ہے کہ انسان بری طرح ضرورتوں کے چنگل میں پھنس کے رہ گیا ہے۔ ایسی ترقی کو ''چولہے'' میں ڈالنا ہے جس نے انسانوں کی بھاری اکثریت کی زندگیوں کو اجیرن بنا دیا ہے اور آج کا انسان اُس سو سال پہلے والے انسان سے جو اِس ترقی اور سویلائزیشن کے بغیر تھا، ہر لحاظ سے کہیں زیادہ بے سکون اور عدم تحفظ کا شکار ہو گیا ہے۔ یہ مذکورہ قانونِ قدرت (چیزوں کے مقصدِ خلقت) کی خلاف ورزی (ناشکری) کا ہی نتیجہ ہے۔ حقیقی ترقی والا نظام وہ نہیں ہوتا کہ جس میں کروڑ پتی اور ارب پتی افراد کی تعداد میں اضافہ ہوتا جائے بلکہ حقیقی ترقی والا نظام وہ ہوگا جس میں خط غربت سے

اوپر آنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جائے۔اس کی ضمانت صرف اور صرف دین اسلام فقرِ محمدی ﷺ کی صورت میں دیتا ہے۔شاید علامہ اقبال علیہ رحمۃ اسی پس منظر کی ترجمانی فرمارہے ہیں ؎

گو فکرِ خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد
ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار
انساں کو حیواں بنانے کا طریقہ

بہر حال مسلمان ان آزمائش والی چیزوں کی حلال اور جائز ہونیوالی خصوصیات اور اِنکی دل میں آزمائش کے طور پر مزین کی ہوئی محبت سے سخت مغالطہ کھائے ہوئے ہیں۔لوگ اپنی عقل، علم اور تمام صلاحیتوں سے انکے حصول بلکہ حریصانہ اور حریفانہ حصول سے معاشرے میں ان آزمائش والی چیزوں کیلئے لگی ہوئی دوڑ کو مزید برانگیختہ کر کے عدم توازن پیدا کرتے ہیں اور امیر و غریب کے غیر فطری تفاوت کو مزید بڑھاتے ہیں۔

یہ آزمائش والی چیزیں نہ حرام ہیں اور نہ ہی ان کا استعمال ناجائز، اس لئے نہ ہی حرام اور ناجائز چیزوں کی طرح ان پر منع کے احکامات ہیں۔بس یہاں سے لوگ دھوکہ کھائے ہوئے ہیں۔ یہ آزمائش والی چیزیں ضروریاتِ زندگی ہیں۔ان میں آسائش و نمائش والی، اپنے آپ کو ممتاز و منفرد کرنے والی اور امیر و غریب کے فرق کو واضح کرنے والی چیزیں زیر بحث نہیں ہیں۔اگر ان آزمائش والی چیزوں پر حرام چیزوں کی طرح منع کے احکامات ہوتے تو ان کا حصول زیادہ مغالطے والا نہ بنتا۔ان آزمائش والی چیزوں پر حلال اور جائز کے پردے نے ہی انھیں پُر خطر و پُر فریب بنایا

Marfat.com

ہے۔ البتہ ان پر حرام کی طرح منع نہیں آیا اور نہ ہی حرام کی طرح منع کیا جا سکتا ہے۔ان کا معاملہ کچھ ایسا ہے، بقول علامہ اقبالؒ

یہ کافری تو نہیں، کافری سے کم بھی نہیں
کہ مردِ حق ہو گرفتار حاضر و موجود

یہی تو دیکھنا ہے کہ بندہ کیا کرتا ہے۔ یہاں بندے کے اختیار کی آزمائش و امتحان مقصود ہے لہٰذا منع کا حکم کیونکر لایا جاتا۔ان آزمائش والی چیزوں پر منع آیا ہے مگر انداز مختلف ہے چونکہ حرام کی طرح کا منع نہیں ہے اسلئے ہم اس منع والے انداز سے نظریں چراتے ہوئے بلی کو دیکھ کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔کیا اس طرح خطرہ ٹل جاتا ہے؟ ہرگز نہیں!

حرام کی طرح والا منع نہیں مگر انتہائی پُر خطر چھپا ہوا ''منع'' لیے ہوئے چند آیات ملاحظہ فرمائیں جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل (17) کی آیت 18 میں ہے کہ''جو شخص دنیا کا خواہشمند ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں مگر اس کیلئے جہنم مقرر کر دیتے ہیں جہاں وہ بُرے حالوں دھتکارا ہوا داخل کیا جائے گا''۔سورۂ شوریٰ (42) کی آیت 20 میں ہے کہ''جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کیلئے اس کی کھیتی بڑھائیں گے اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے جو اس کیلئے لکھ چھوڑا ہے دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں''۔

ذرا ملاحظہ کریں کہ دنیا مانگنے سے نہ منع کیا جا رہا ہے اور نہ ہی دینے سے انکار،مگر اس مانگنے کا انجام کتنا خوف ناک ہے! کیا یہ ''انجام'' ہمیں دنیا مانگنے سے منع نہیں کر رہا ہے؟ جب ہم حصولِ دنیا کیلئے کوشش کرتے ہیں بلکہ یہی تو کرتے ہیں اور ہمیں دنیا عطا کر دی جاتی ہے تو ہم بڑے خوش ہوتے ہیں کہ یہ اللہ کی عطا (سورۂ جمعہ کی

Marfat.com

آیت 10 کے مروّجہ ترجمہ کے مطابق فضل) ہے۔ وہ تو حسبِ وعدہ دے گا مگر اس کے مانگنے، لینے اور استعمال کے انجام کا خمیازہ ہمیں بھگتنا ہوگا۔ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تعجب ہے لوگوں پر کہ وہ اپنی خطا کو عطا سمجھے بیٹھے ہیں۔ سورۂ احزاب (33) کی آیت 28 میں ہے کہ "اے پیغمبر (ﷺ) اپنی بیویوں سے کہہ دیں کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی خواستگار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دے دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں"۔

ازواج مطہرات نے حلال ہی تو طلب کیا تھا۔ کتنا طلب کر لیا تھا؟ تھوڑا سا حلال۔ پہلے ہی ان کے پاس کیا تھا؟ فاقوں پہ فاقے! کس مقصد کیلئے مانگا؟ یہ قابل غور بات ہے! نہ مانگنے سے منع کیا اور نہ ہی دینے سے انکار۔ کس چیز نے انھیں دنیا کی زینت و آرائش کیلئے حلال مال طلب کرنے سے منع کر دیا؟ جی ہاں! اللہ و رسول ﷺ کے دامن رحمت کے یقینی چھوٹ جانے کے انجام نے۔ ایسے معاملات پر اگر ان پاکیزہ ہستیوں سے درگزر نہیں تو ہم کس باغ کی مولی ہیں! حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی بڑے خطرے کا گمان ضعیف ہی کیوں نہ ہو، وہاں سے بچنا ہی عقلمندی ہے۔

اسی تناظر اور اسی پس منظر میں ضرورتوں کو محدود سے محدود رکھنے کا حکم لئے ہوئے سورۂ بقرہ کی آیت 219 کہ "پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں، فرما دیجئے خرچ کر دو جو زائد از ضرورت ہے"، جس میں معاشرے کے توازن کو قائم رکھنے اور منصفانہ معاشرت کا سکہ بند اُصول پایا جاتا ہے۔ یہ آیت ضرورتوں کو بڑھانے پر زبردست قدغن لگاتی ہے کیونکہ روزِ محشر ہم اپنی نام نہاد ضرورتوں کا جواز نہیں پیش کر سکیں گے۔

حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پاکیزہ زندگیوں میں یہ اصول اپنی

Marfat.com

پوری تابانی پہ نظر آتا ہے اور یہ بچی زندگیاں پوری طرح اس اصول کے سانچے میں ڈھلی ہوئی نظر آتی ہیں۔مگر تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ یار لوگوں نے معاش اور معاشرت کو زبردست طریقے سے متاثر کرنے والی مگر نفس پر ذرا بھاری پڑنے والی اس آیت کے حلقۂ اثر کو محدود کرنے کیلئے جواز ڈھونڈ لئے اور زکوٰۃ کو حجت کے طور پر لاکر کہہ دیا کہ یہ آیت زکوٰۃ (2.5%) کی فرضیت سے پہلے کی ہے، لہٰذا زکوٰۃ کے حکم کے بعد شاید یہ عملاً منسوخ ہے۔اگر اس کے ساتھ وہ روایت بھی ملالی جائے جس میں اس آیت کے نزول پر صحابہ کرام کا پریشان ہو جانا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسلمانوں کی اس پریشانی کو دور کرنے کیلئے حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں جانا اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ کیا آپ لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے،یعنی زکوٰۃ ادا کرنے سے اس آیت کی پیروی ہو جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسے لوگوں کے نزدیک اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے مذکورہ آیت والا حکم بہ نسبت زکوٰۃ والے حکم سے زیادہ بھاری اور سخت ہے۔اس طرح یہ بات شراب کو مطلق حرام قرار دینے والے بتدریج احکامات کی حکمت کے منافی نظر آتی ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے پہلے سخت اور بھاری حکم دے دیا، بعد میں قدرے ہلکا اور نرم حکم؟

اس روایت سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت زکوٰۃ فرض ہو چکی تھی۔اگر زکوٰۃ فرض ہو چکی تھی تو پھر مزید خرچ کیلئے لوگوں کی طرف سے سوال کرنے کا کیا مقصد؟ جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے کہ یہ سوال نبی ﷺ سے ہی پہلے پوچھا گیا تھا تو آپ ﷺ اس کا وہی جواب دے دیتے جو آیت کے نزول کے بعد دیا تھا۔پھر اس کے جواب بمع سوال پر قرآن کا نازل ہونا، یہ غیر معمولی بات ہے۔بہر حال اگر اس آیت کو منسوخ قرار دینا ہے تو ہمیں سورۂ ہود کی اسی قبیل کی ایک

Marfat.com

آیت 87 کو بھی منسوخ قرار دینا ہوگا، جس کے مطابق حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم بھی ایک ایسے ہی حکم پر پریشان اور سیخ پا ہو گئی تھی، وہ حکم ہمارے لئے بھی ہے۔ جس میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے آپ سے کہا کہ ''اے شعیب (علیہ السلام) کیا تیری نماز (دینی طرزِ حیات) یہی حکم دیتی ہے کہ ہم بتوں کی پوجا چھوڑ دیں اور اپنی محنت سے جو کماتے ہیں انھیں اپنی مرضی (خواہش نفس) کے مطابق خرچ کرنا بھی چھوڑ دیں (طنزاً بولے) پھر تو تو بڑا سیانا بندہ ہے''۔ یہ آیت سورۂ بقرہ کی آیت 219 سے بھی قدرے سخت ہے کیونکہ اس میں تو خواہش پر ہی قدغن لگائی جا رہی ہے، ضرورت تو بعد میں آتی ہے۔ بہ نسبت اس سخت آیت پر ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی 219 والی پریشانی جیسی کوئی روایت نہیں ملتی؟ کیا احکاماتِ الٰہی (آیت 219) پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پریشانی تعجب خیز نہیں لگتی؟

سورۂ ہود کی اس آیت 87 پر بھی یار لوگ گھیر گھار کے زکوٰۃ کو لے آئے ہیں کہ بس زکوٰۃ دے دیں پھر مرضی (خواہشِ نفس) پر کسی بھی قسم کی قدغن ختم ہو جاتی ہے۔ یہ غلط تصور صرف اس وجہ سے ہے کہ جب یہ سمجھ لیا گیا کہ بس زکوٰۃ (2.5%) دینے سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حق ادا ہو گیا مگر اس طرح زکوٰۃ کے علاوہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے احکامات اور ترغیبات والی آیات رد ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ اس آیت میں سیدھا سادا خواہش نفس کو قابو اور ضبط میں رکھنے کا حکم ہے اور نفس (مرضی) پر قدغن لگانے والی یہی ایک آیت تو نہیں ہے، کئی اور آیات بھی تو ہیں۔ اسلام میں ضبط نفس والا معاملہ اتنا اہم ہے کہ اس پر جنت اور جہنم منحصر ہے۔ جیسا کہ سورۂ نازعات (79) کی آیات 40 اور 41 میں ہے کہ وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا، تو بیشک اسکا ٹھکانہ جنت ہے۔ سورۂ

ص (38) کی آیت 26 میں ہے کہ خواہش کے پیچھے نہ جانا یہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی، بیشک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے ایسے لوگ حساب کے دن کو بھولے بیٹھے ہیں۔

ڈاکو زدہ معاشرہ میں جب ہر اک لگائے ہوئے ہے گھات
ایسے میں منیر ضبطِ نفس کی تلقین لگتی ہے دیوانے کی بات
تو مان یا نہ مان، بچھی ہے ساری ضبطِ نفس پرکھنے کیلئے یہ بساط
ہوگی مبارک وہی تیرے لئے جو گزری ہوگی ضبطِ نفس میں ساعت

کیا یہ ضبط نفس کا حکم لئے ہوئے آیات ہمیں چیزوں کے محدود سے محدود استعمال کی تلقین نہیں کر رہی ہیں؟ کہیں کوئی چیز خواہش نفس کے تحت استعمال نہ ہو جائے، اس حالت میں پیدا ہونیوالے ''شک'' پر حضور ﷺ کا یہ فرمان کیا ہمارا ہاتھ نہیں روکتا کہ جو چیز تمہیں شک میں ڈال دے اسکو چھوڑ دو اور جو چیز واضح ہو اسکو اپنا لو؟ بزرگان دین وسلف صالحین کی زندگیاں اسی ضبط نفس کے تحت ہی نظر آتی ہیں مگر افسوس کہ ہم نے اپنے جہل کی وجہ سے ان پر حلال کو حرام کرنیکا الزام لگا دیا۔

ہمارے روٹی، کپڑا اور مکان والے سارے معاملات تو خواہش نفس کے تحت ہی نظر آتے ہیں۔ لباس کا کام برہنگی چھپانا ہے، یہ ایک ضرورت ہے مگر لباس کے نرم وملائم اور قیمتی ہونے، رنگوں، سٹائلوں، ڈیزائنوں، کڑھائی، فینسی بٹن، کفلنگ اور میچنگ وغیرہ کا اس ضرورت سے کیا تعلق؟ بلاضرورت خرچ کرنے کو ہی فضول خرچی کہتے ہیں۔ بلاضرورت خرچ کرنیوالے اللہ کو ناپسند ہیں (انعام: 141) اور ایسا کرنیوالے شیطان کے بھائی ہیں (بنی اسرائیل: 27)۔ اللہ کی ناپسندیدگی اور شیطان کے ساتھی ہونیکا خوف دلا کر کیا ہمیں بلاضرورت خرچ کرنے سے منع نہیں کیا جا رہا؟

Marfat.com

ان تمام لوازمات کے بغیر لباس کو اللہ رب العزت نے سورۂ اعراف (7) کی آیت 26 میں زینت والا لباس فرمایا ہے۔ یہ سب خواہش نفس کی ہی پیروی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کہ "ہم نے مردوں کیلئے سفید لباس کو پسند کیا ہے" کے پیچھے پاکیزگی، بزرگی اور نفاست کے ساتھ ساتھ لباس کے معاملہ میں ضرورت کو کم سے کم رکھنے کی حکمت اور فلسفہ ہی پایا جاتا ہے۔ بلکہ پیوند لگے کپڑے پہننے کی سنت کے پیچھے بھی یہی ضرورت کو کم سے کم رکھنے کا ہی راز ہے۔ کیونکہ پیوند لگے ہونے کے باوجود لباس جسم کی ضرورت پوری کر رہا ہے یعنی جسم کی برہنگی چھپا رہا ہے۔ بہر حال اگر آپ سفید لباس پہننے کی سنت پر عمل پیرا ہیں تو ۳،۴ جوڑے لباس سے بآسانی گزارہ ہو سکتا ہے اور اس طرح اجتماعی عمل سے یقیناً کپڑے کی اجتماعی ڈیمانڈ میں زبردست کمی آئے گی اور اکنامکس کے اُصول کے تحت اس کی دستیابی میں آسانی پیدا ہوگی اور اس طرح اس معاملہ میں حقیقی مساوات بھی قائم ہوگی۔ اس تناظر میں اگر یہاں حکومتی سطح پر ملازمالکان کیلئے کوئی پالیسی بنادی جائے تو سونے پہ سُہاگہ ہوگا۔

ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے سرخ لباس بھی زیب تن فرمایا ہے۔ تو چلیں اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سفید رنگ کیساتھ ساتھ سرخ رنگ کا لباس پہننا بھی سنت ہے مگر باقی رنگوں کے لباس کا سنت ہونا کیسے ثابت ہوتا ہے؟ باقی رنگوں کے لباس تو خلاف سنت اور خواہش نفس کے تحت ہی قرار پائیں گے۔ عوام کا تو کہنا ہی کیا، بلکہ دین کے علمبردار، اپنی پوری زندگی کا سنت کے تابع ہونے کا دعویٰ کرنے والے اور بزعم خویش سنت کا روپ دھارے ہوئے بڑے دھڑلے سے یہ رنگ برنگ کے لباس پہنتے ہیں اور ٹی وی کی سکرینوں پر جلوہ فروز ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض نے تو بوتیک بھی کھولے ہوئے ہیں اور یہ حلال کمانے کے بھی دعویدار

Marfat.com

ہیں۔ یہ لوگ ایسا کر کے لوگوں کو کس بات کی ترغیب دے رہے ہیں؟ رہا سرخ رنگ کا لباس جسے انھوں نے دوسرے رنگوں کیلئے جواز بنایا ہے، ان میں سے کوئی بھی اس سنت پر عمل نہیں کرتا۔ لباس میں یہ مردوں کا رنگ ہی نہیں ہے۔ عربوں میں نہ اسکا رواج تھا اور نہ اب نظر آتا ہے۔ ویسے بھی یہ سرخ لباس والی بات سورۃ صف (61) کی آیت 2 کہ "کیوں کہتے ہو وہ بات جو خود کرتے نہیں" کے مطابق اوپر مذکور سفید لباس والے فرمان سے ٹکرا رہی ہے یعنی نبی اکرم ﷺ دوسرں کیلئے سفید لباس پسند فرمائیں مگر خود سرخ لباس پہنیں! ایسے قول وفعل کے تضاد کا صدور نبی (ﷺ) سے ناممکن ہے۔ آپ ذرا اندازہ لگائیں کہ لباس میں رنگ کے معاملہ میں سنت سے انحراف کر کے ہم کتنی بڑی مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں۔ نت نئے رنگوں، ڈیزائینوں اور فیشنوں نے اس مصیبت کو چار چاند لگائے ہوئے ہیں حالانکہ یہ سب کچھ خواہشِ نفس کی پیروی کرنے، اپنی برتری ظاہر کرنے، بڑائی مارنے اور منفرد نظر آنے کے جنون کی وجہ سے ہے۔

گھر کی ضرورت اس لئے ہے کہ یہ ہمیں دشمن، جانور اور موسم وغیرہ سے پناہ دے مگر باقی سارے معاملات خواہش نفس کے تحت ہیں۔ کھانا بھوک مٹانے کیلئے ہے اور زندہ رہنے کیلئے ایک ضرورت مگر اس ضرورت کو جانوروں کی طرح پورا نہیں کرنا جیسا کہ سورۃ محمد (47) کی آیت 12 میں ہے کہ کافر کھاتے ہیں ایسے جیسے جانور اور ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ کھانا ایک ضرورت ہے جیسے رفع حاجت بھی ایک ضرورت ہے۔ رفع حاجت کی ضرورت پوری کرتے وقت اگر لذت پیش نظر نہیں تو کھانے کی ضرورت پوری کرتے وقت لذت کیوں؟ تمام لذات خواہش نفس کے تحت ہیں اور آزمائش ہیں۔

Marfat.com

خواہش نفس کی پیدا کردہ یہ بربادیاں ہیں ہماری
ممتاز ہونے کے شوق کی یہ خرابیاں ہیں ساری

ضرورتیں پوری کرنے کے دوران لذات حاصل کرنے کی قرآن نے نفی فرمائی ہے جیسا کہ سورۂ لقمان (31) کی آیت 33 میں ہے کہ ہرگز تمہیں دنیا کی زندگی کی نعمتیں اور لذتیں دھوکہ نہ دے دیں کہ تم ان پر ہی فریفتہ ہو کر رہ جاؤ اور ہرگز بڑے فریبی (شیطان) سے دھوکہ نہ کھا جانا کہ وہ تمہیں دور دراز کی لمبی امیدوں میں ڈال کر گناہوں میں مبتلا کر دے۔ اسی سورہ کی آیت 24 میں ہے کہ ہم نافرمانوں کو تھوڑی مہلت دیں گے کہ وہ دنیا کے مزے اٹھالیں بالآخر پھر انھیں بے بس کر کے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے۔ کیا معلوم ہم بھی عرصۂ مہلت میں ہوں؟ سورۂ اعراف (7) کی آیت 51 میں اللہ رب العزت دوزخیوں کے بارے فرماتا ہے کہ دنیا کی زندگی نے انھیں فریب دیا وہ اس کی لذتوں میں آخرت بھول گئے۔ یعنی لذات میں آخرت کی بھول پائی جاتی ہے۔ کیا لذات پر منع نہیں آرہا؟ کیا ہمیں لذات سے روک کر چیزوں کے کم سے کم استعمال کا نہیں کہا جا رہا؟ یہی ہیں وہ حلال اور جائز چیزیں جن کے بارے سورۂ طٰہٰ کی آیت 131 میں فرمایا ہے کہ ان کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ پوری سورۂ تکاثر کیا کثیر مال کے حصول کیلئے محنت کرنے کا انجام بتا کر ہمیں منع نہیں کر رہی کہ ایسا نہ کریں؟ بالخصوص اس کی آخری آیت کہ تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کے بارے باز پرس ہوگی، کیا ہمیں نعمتوں کی طرف ہاتھ بڑھانے پر متنبہ نہیں کر رہی کہ کم سے کم لیں کہ حساب دینا ہے۔

محدود سے محدود اشیاء ضروریہ رکھنا ہے اسلام کا مزاج
نظر آتا ہے انبیاء و صلحاء کی زندگیوں پر اس مزاج کا راج

Marfat.com

یہی مزاج اپنانے اور پھیلانے کی اشد ضرورت ہے آج
اس کے بغیر منیرؔ ممکن نہیں دنیا سے افلاس کا اخراج

آزمائش والی چیزیں حرام نہیں، حلال اور جائز ہیں۔لیکن ان کے حصول اور استعمال کی حد کیسے مقرر کی جائے؟ کس حد تک ان کو لیا جائے؟ بالکل فطری، عقلی اور حقی بات یہی بنتی ہے کہ حرص وہوس کی نفی کرتے ہوئے، زبانی کلامی نہیں بلکہ عملی اور حقیقی ایثار، قربانی اور اخوت کا ثبوت دیتے ہوئے، مواخاتِ مدینہ کی روشنی میں اور سورۂ حشر کی آیت 9 کے مطابق صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجموعی کردار کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی ضرورتوں کو کم سے کم سطح پر رکھا جائے۔حضور نبی اکرم ﷺ کی خواہشوں کو کنٹرول کرتی ہوئی، ضرورتوں کو کم سے کم سطح پر رکھتی ہوئی، حقیقی وعملی ایثار، قربانی اور اخوت کا نمونہ پیش کرتی ہوئی فقر وفاقہ والی زندگی اس آفاقی اُصول کی تائید کر رہی ہے۔سورۂ احزاب کی آیت 21 کے مطابق کیا آپ ﷺ کی زندگی کے ہر ہر گوشے و پہلو بالخصوص امارت وغربت کے گراف کو متاثر کرنے والے روٹی، کپڑا اور مکان (گھر بنانے) کے معاملات میں ضرورتوں کو کم سے کم سطح پر رکھنے والے عوامل کی پیروی کیا ہم پر فرض نہیں؟ کیا حضور ﷺ کی زندگی ہمیں آسائش، نمائش اور زیبائش میں مسابقت والی معاشرت سے منع نہیں فرما رہی؟ کیا کم سے کم اشیاءِ ضروریہ رکھنے کی تلقین نہیں کر رہی؟ ہماری تو ساری کی ساری جدوجہد اس "منع" کی ہوئی معاشرت کے حصول کیلئے ہی نظر آتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا کو اہلِ دنیا کے پاس چھوڑ دو، جو کوئی اس کو اپنی حاجت سے زائد لے گا یہ اس کی ہلاکت کا باعث بنے گی۔پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تجھ کو تھوڑا سا حلال استعمال کرنے کا حکم

Marfat.com

ہے، اس حلال میں بھی کم ہی پر اکتفا کر کہ زیادتی کرے گا تو اس کا استعمال تجھ کو اس مباح تک لے جائے گا جو عام مومنین کیلئے مباح ہے اور جب تو اس کو لینے لگے گا تو وہ تجھ کو مال مشتبہ تک لے جائے گا اور مشتبہ حرام تک جا پہنچائے گا اور حرام آگ تک پہنچادے گا۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہے وہ ہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

☆☆☆☆

تخفیف غربت کے واسطے امارت کو پست کردو
یہ ضد ہے فقرِ محمدی کی، اسے قابل کراہت کردو
سود، سرمایہ داری اور امارت ہیں آپس میں اٹوٹ انگ
ہو کے فقرِ محمدی کے سنگ، کاٹ دو ان کا انگ انگ

☆☆☆☆

دین کو بدل کے رکھ دینے والا تضاد

سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ "تفہیم القرآن" میں سورۂ مؤمنون (23) کی آیت 56 کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ "جب کوئی شخص یا قوم ایک طرف تو حق سے منحرف اور فسق و فجور اور ظلم و طغیان میں مبتلا ہو، اور دوسری طرف اس پر نعمتوں کی بارش ہو رہی ہو تو عقل اور قرآن دونوں کی رو سے یہ اس بات کی کھلی علامت ہے کہ خدا نے اس کو شدید تر آزمائش میں ڈال دیا ہے اور اس پر خدا کی رحمت نہیں بلکہ اُس کا غضب مسلط ہو گیا ہے۔ اسے غلطی پر چوٹ لگتی تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ خدا ابھی اس پر مہربان ہے، اسے تنبیہ کر رہا ہے اور سنبھلنے کا موقع دے رہا ہے۔ لیکن غلطی پر "انعام"

Marfat.com

یہ معنی رکھتا ہے کہ اسے سخت سزا دینے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے اور اس کی کشتی اس لیے تیر رہی ہے کہ خوب بھر کر ڈوبے"۔ کتنی سچ اور حق بات ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ بھی کچھ ایسا ہی فرماتے ہیں کہ "غافل پر اللہ کی نعمتوں کا اظہار ہونا' اس پر اللہ کے غصہ کا اظہار ہے"۔

گو سیّد مودودی صاحب نے یہ تحریر سورۂ مؤمنون کی آیت 56 کے ذیل میں لکھی ہے لیکن بالکل اسی تصور کی تائید کرتی ہوئی سورۂ انعام (6) کی آیت 44 بھی ہے' جس میں ہے کہ "پھر جب انھوں نے بھلا دیں وہ نصیحتیں جو ان کو کی گئی تھیں تو ہم نے ان پر ہر چیز (صحت و سلامتی اور وسعتِ رزق و عیش وغیرہ) کے دروازے کھول دیئے"۔

ہم میں سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ میں نے نصیحتیں نہیں بھلائیں اور عملاً نہیں بھلائیں؟ تو رزق کو فضل سمجھنے والے، جیسے دوسروں کی طرح سیّد مودودی صاحب اور ڈاکٹر طاہر القادری صاحب بھی فضل کہتے ہیں، تو ایسا شخص "نعمتوں کی بارش"، "غلطی پر انعام" اور دروازے کھلنے کو' کیا سمجھے گا؟ وہ تو کہے گا کہ اللہ نے مجھ پر فضل کر دیا، اللہ نے میری 'بانہہ' پکڑ لی، اللہ نے میرے دن پھیر دیئے، اللہ نے رنگ لگا دیا، میرے نصیب جاگ اٹھے۔ یہ مشاہدہ کی ہوئی باتیں ہیں جو ہم لوگوں سے سنتے ہیں۔

ذرا "نعمتوں کی بارش" اور "دروازے کھلنے" (اللہ کا فضل ہونے) کی وجہ تو دیکھیں کہ کتنی خوفناک ہے۔ ایسا شخص یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ نے میری دعائیں قبول کر لیں۔ کیونکہ ہم نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں مگر ہر وقت ہماری تمام دعاؤں کی تان، کشائش اور وسعتِ رزق پر ہی آکر ٹوٹتی ہے۔ میں نے آج تک ایسا شخص نہیں دیکھا جس کی کشائش رزق کی دعا پوری ہوگئی ہو (خواہ وہ زرداری ہو یا نواز شریف)۔ ہمارے تمام

Marfat.com

ورد و وظائف کا مدعا حتیٰ کہ ہماری نماز کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے اور ہماری دوسروں کو نماز پڑھنے کی ترغیب بھی اسی سوچ کی عکاسی کرتی ہے کہ نماز پڑھنے سے رزق میں برکت (بڑھوتری) ہوتی ہے۔

جملہ معترضہ کے طور پر جب یہ کہا جاتا ہے کہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھنے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے تو عبادت کا مقصد ''رضا'' کہاں گیا؟ کیا یہ عبادت میں ''مقصد'' کی بنیاد پر شرک نہیں ہو گیا؟ جس کی سورۂ کہف (18) کی آیت 110 میں واضح ممانعت آئی ہے۔ جس میں ہے کہ ''جس کو اپنے رب سے ملنے کی امید ہے اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی (مفادِ دنیا وغیرہ) کو شریک نہ کرے''۔ اس آیت میں رب کا شریک نہیں بلکہ رب کی عبادت میں شرک کی بات ہے، جو قابل غور ہے۔

رزق میں برکت (بڑھوتری) کیلئے ورد وظیفے بتانے اور تعویذ دھاگے کرنے والے جعلی پیروں سے بھی ایک الگ دروازہ کھلتا ہے۔ اگر ہم عبادت کا واحد مقصد جو 'رضا' ہے سامنے رکھیں اور اس مقصد میں کسی قسم کی ملاوٹ یعنی شرک نہ کریں تو اس طرح کسی بھی کام کیلئے ورد وظیفے بتانے اور تعویذ دھاگہ کرنے والے جعلی پیروں سے چھٹکارا ہو سکتا ہے۔ عمل وہی قابل قبول ہوگا جو صرف اور صرف اللہ کی رضا کے حصول کیلئے کیا گیا ہوگا۔ باقی سب اخلاص نہ ہونیکی وجہ سے مشقت ہوگی۔

رزق کو فضل کہنے والے شخص کا ''نعمتوں کی بارش'' اور ''دروازے کھلنے'' پر گمراہی سے نکلنا، نصیحتیں یاد کرنا اور راہِ راست پر آنا ناممکن ہوگا، ایسا شخص کبھی بھی یہ نہیں سمجھ سکے گا کہ اس پر اللہ کا غضب مسلط ہو گیا ہے۔

اب تو ہر ایک اس ''غضب'' کے بارے لاعلمی کی وجہ سے فضل کے نام پر اسی

Marfat.com

غضب کیلئے سرگرداں نظر آتا ہے۔ آپ ذرا دیکھیں! رزق کو فضل کہنے کا انجام؟ رزق کو فضل کہنے سے لوگوں کا رخ اللہ (دین) کی بجائے رزق (دنیا) کی طرف ہو گیا حالانکہ رزق کا تو اللہ کریم نے وعدہ فرمایا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں نے نصیحتیں نہیں بھلائیں، میں شریعت کا پابند ہوں، میرے نیک اعمال کی برکت یا وجہ سے میرے رزق میں برکت (وسعت) ہے تو ایسا شخص بھی بڑے خسارے میں ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے اعمال کو ستائش کی نظر سے دیکھا۔ یہ ستائش کی نظر سے دیکھنا ہی خطرناک اور اعمال کی بربادی کا باعث ہے جیسا کہ سورۂ انفال (8) کی آیت 48 میں ہے کہ ''شیطان نے ان کے اعمال ان کی نظروں میں بھلے کر دکھائے''۔ اعمال کو برباد کرنے کی یہ شیطانی چال ہے۔ دوسری بات جیسا کہ سورۂ ہود (11) کی آیات 15 اور 16 میں ہے کہ ''جو دنیا کی زندگی اور آسائش چاہتا ہو اور اس کی ساری تگ و دو اسی کیلئے ہو تو ہم ایسوں کو ان کی محنت اور کاموں کا پورا پورا پھل اسی دنیا میں دے دیں گے اور اس میں ذرا کمی نہ کریں گے (مگر) یہ ہیں وہ (بدنصیب) جن کیلئے آخرت میں کچھ نہیں مگر آگ، اکارت گیا جو کچھ وہاں کرتے تھے اور نابود ہوئے جو ان کے عمل تھے''۔

رزق کو فضل کہنے والے، کیا ''کاموں کا پورا پورا پھل اسی دنیا میں ملنے کو'' اللہ کا فضل کہہ سکتے ہیں؟ کہیں ہمارے ساتھ تو ایسا نہیں ہو رہا؟ ہمارے ساتھ ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟ یہ آیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ ہم اللہ کے حضور یہ دعا کیا کریں کہ وہ کہیں ہمارے اعمال کا پھل ہمیں اسی دنیا میں ہی نہ دیدے چہ جائیکہ ہم اپنی عبادت اور ورد وظیفوں کا پھل اسی دنیا میں چاہیں اور وہ بھی دنیا کی صورت میں؟ ہم رضا کے علاوہ اور کچھ کیوں چاہیں؟ بندہ کی اپنی پسند اور ناپسند، اُس کیلئے مفید اور

Marfat.com

مضر ہونے کا معیار نہیں ہے، دیکھیے سورۂ بقرہ کی آیت 216۔ بندہ کی اپنی پسند کی نسبت، اُس کیلئے تقدیرِ الٰہی بہر صورت بہتر ہے۔ اسی لئے اہلِ تصوف کہتے ہیں کہ ''عارف گونگا ہوتا ہے''۔

سورۂ مؤمنون (23) کی آیات 55 اور 56 (جسکا شروع میں ذکر آیا ہے) میں ہے کہ ''کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو دنیا میں انکو مال اور بیٹوں سے مدد دیتے ہیں اور یہ جو جلد جلد انکو بھلائیاں اور نعمتیں دیتے ہیں (کیا یہ انکے اعمال کی جزاء ہے یا ہمارے راضی ہونیکی دلیل، نہیں نہیں) انہیں اس عطا کا شعور ہی نہیں''۔

کیوں بھئی؟ کیوں شعور نہیں؟ رزق کو فضل سمجھنے والوں کو تو فوراً کہنا چاہیے کہ یہ اللہ کا فضل ہے اور لوگ ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ جس کسی کیساتھ ایسا معاملہ ہوتا ہے وہ پھولے نہیں سماتا۔ اگر کسی کیساتھ ایسا معاملہ ہو رہا ہو یعنی بیٹے ہو رہے ہیں، کاروبار (رزق) خوب چل رہا ہے یا کسی اور ذرائع سے خوب مال آرہا ہے جسکے نتیجہ میں کوٹھی بنگلہ اور قیمتی گاڑی وغیرہ ہے، تو ہم یہی کہتے ہیں جیسا کہ سورۂ قصص (28) کی آیت 79 میں ہے کہ ''دنیا کے متوالے (قارون کو دیکھ کر) بولے کہ یہ تو بڑا قسمت کا دھنی ہے''، اللہ نے اسے بڑا وافر رزق دیا ہوا ہے، یہ بڑے نصیبے والا ہے اور یہ اللہ کی دَین ہے جسے چاہے وہ بے حساب رزق دے۔ اب بتائیں کہ یہ رزق، یہ بے حساب رزق اور یہ اللہ کی دَین' کیا یہ فضل ہے یا شدید تر آزمائش کی صورت میں اللہ کا غضب؟

بیٹوں کی پیدائش پر خوشیاں منانیوالے، بیٹوں کے حصول کیلئے دوسری شادی کر کے نتائج بھگتنے والے، بیٹوں کی خواہش میں اپنا فیملی سائز بڑھانیوالے، بیٹوں کے حصول کیلئے پُتر دینے والے پیروں کا کاروبار چلانے والے اور وہاں اپنی عزتیں گنوا کر عبرت ناک اور ہولناک داستانیں رقم کروانیوالے/والیاں کس سوچ کی عکاسی کرتی

Marfat.com

ہیں؟ کیا یہ سوچ رزق اور بیٹوں کو فضل قرار دینے کا ساخسانہ نہیں ہے؟ کیا کہیں سیّد مودودی صاحب اور طاہر القادری صاحب کے ہاں اس سوچ کا توڑ پایا جاتا ہے؟

قرآن نے کئی مقامات پر مال اور اولاد کا اکٹھے ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ ان دونوں کی تاثیر ایک جیسی ہے۔ جیسا کہ سورۂ منافقون (63) کی آیت 9 میں ہے کہ ''اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد کہیں تمہیں اللہ تبارک تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر دے''۔ یعنی مال اور اولاد کے ہوتے ہوئے یہ خطرہ موجود ہے کہ بندہ اللہ کے ذکر سے غافل ہو جائے۔ یہ ایسی ہی خطرے سے آگاہی اور تنبیہ ہے جیسی سورۂ طٰہٰ (20) کی آیت 117 میں حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا کو تنبیہ کی گئی تھی کہ ''کہیں یہ (شیطان) تم دونوں کو جنت سے نکلوا نہ دے''۔ اور وارننگ کے باوجود ایسا ہو گیا۔

کیا ہم میں سے کوئی ایک بھی ایسا سمجھتا ہے کہ مال اور اولاد نے اسے اللہ کے ذکر سے غافل کر دیا ہے؟ کیا ہم آدم علیہ السلام سے زیادہ پختہ ایمان والے ہیں کہ ہم پر شیطان کا وار نہیں چل رہا؟ یا کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ فلاں کو مال اور اولاد نے اللہ کے ذکر سے غافل کیا ہوا ہے؟ ہم دن میں بہت دفعہ رزق میں برکت (بڑھوتری) کیلئے اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ دن میں بہت دفعہ کہتے ہیں کہ یا اللہ یہ کام کر دے وہ کام کر دے۔ یا کہتے ہیں کہ اللہ کا بڑا شکر ہے، اللہ بڑی روزی دے رہا ہے۔ ان شاء اللہ آگے میرا کاروبار (رزق) بڑھانے کا یہ یہ منصوبہ ہے، اللہ کی مدد ہوئی تو یہ مکمل ہو جائے گا۔ اتنا بڑا کام میں کہاں کر سکتا تھا بس اللہ نے کر دیا۔ اللہ کے فضل سے میری گانوں کی البم (یا فلم) ریلیز ہو گئی ہے، ان شاء اللہ اس سے اگلی جلد مارکیٹ میں آ جائے گی۔ نرگس کہتی ہے کہ مجھ پر اللہ کی بڑی رحمت ہے، اللہ نے مجھے بڑی عزت

Marfat.com

دی ہوئی ہے۔اب آپ بتائیں،کوئی اللہ کے ذکر سے غافل نظر آتا ہے؟افسوس!ہم اپنی غفلت سے ہی جاہل اور غافل ہیں۔ہمیں یہ معلوم ہی نہیں کہ سورۂ تکاثر کی رو سے مال (رزق کو فضل کہنے والوں کے مطابق ''فضل'') کی کثرت چاہنا ہی غفلت کی علامت ہے۔سورۂ انفال (8) کی آیت 28 میں ہے کہ ''خوب جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد سب فتنہ ہے''۔مگر ہم تاویلات کے زور پر مقصد کو نظر انداز کرتے ہوئے ''لتے واہ'' فتنے پیدا کیے جا رہے ہیں۔

سورۂ قصص (28) کی آیت 61 میں ہے کہ ''بھلا جس شخص سے ہم نے (آخرت میں بھلائی کا) نیک وعدہ کیا ہے اور وہ اسے یقیناً پا بھی لے گا' کیا اس شخص کی مثل ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کی ایسے ہی تھوڑی سی منفعت دے دی پھر وہ قیامت کے روز (اسکے حساب کتاب کی وجہ سے) پکڑا بندھا ہوا حاضر کیا جائے گا''۔ناشکری کا فیصلہ بھی حساب کتاب کے بعد ہونا ہے۔کافر کا تو حساب کتاب ہونا ہی نہیں (کہف:105)۔کیا کافر دنیا کی دی ہوئی منفعت کیوجہ سے پکڑا ہوا ہوگا؟ نہیں، وہ تو اسکے بغیر اور پہلے ہی ایمان نہ لانیکی وجہ سے پکڑا ہوگا۔اس تھوڑی سی منفعت کا حساب تو مسلمان سے ضرور ہونا ہے (تکاثر:8)۔کیا ہم حساب دے لیں گے؟ایسے ہی تھوڑی سی منفعت جسکی وجہ سے بندہ پکڑا اور بندھا ہوا اللہ کے حضور پیش کیا جائے' کیا اللہ کا فضل ہو سکتا ہے یا اس بندہ میں کوئی کم یا زیادہ فضیلت کی بات ہو سکتی ہے؟حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''کسی بڑے خطرے کا گمان ضعیف ہی کیوں نہ ہو وہاں سے بچنا ہی عقلمندی ہے''۔

اب اس اکٹھے کیے ہوئے ''اللہ کے فضل'' سے معرضِ وجود میں آنے والی معاشرت پر مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی ایک تحریر'جس میں وہ لکھتے ہیں کہ ''حضرت شاہ

Marfat.com

ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے انباروں سے زیادہ خطرناک وہ طرزِ معاشرت ہے جو امیر و غریب میں امتیاز قائم کر کے غریب کے دل میں سرمایہ داری کی ہوس اور شاہ پرستی کا شوق پیدا کرتی ہے۔سونے چاندی کے برتن، زرق برق ریشمی لباس، فیشن اور تکلفات دولت مندوں کے دماغوں میں کبر و غرور اور تصورِ برتری پیدا کرتے ہیں۔اس سے ناداروں کے دلوں میں حرص و طمع کی وہ خواہش پیدا ہوتی ہے جو اُن کو زیادہ رشوت ستانی، چوری، خیانت، استحصال بالجبر اور عصمت فروشی وغیرہ پر آمادہ کر دیتی ہے۔غرض سماجی زندگی کے بیش قیمت تکلفات، سرمایہ داری اور شاہ پرستی کے وہ زہریلے جراثیم ہیں کہ جب تک نظام ان کی اجازت دیتا رہے گا' سرمایہ داری کی جڑیں مضبوط ہوتی رہیں گی، دوسری طرف نادار اور حریص لوگوں میں جرائم کی عادت بڑھتی رہے گی۔شاہ صاحبؒ ایک طبقے کی ایسی خوشحالی کو جو ان تکلفات سے مرصّع (مزیّن) ہو جس سے اقتصادی توازن بگڑے ''رفاہیت بالغہ'' سے تعبیر کرتے ہیں اور سوسائٹی کیلئے اس کو بدترین جرم اور اس کے خلاف جنگ کو مقدس جہاد قرار دیتے ہیں۔شاہ صاحبؒ کی تصانیف رفاہیت بالغہ کی مذمت سے بھری ہوئی ہیں''۔(بحوالہ ہفت روزہ ندائے خلافت 29 اپریل تا 5 مئی 2014)۔

اس تحریر بالا کی تائید کرتی ہوئی ایک حدیث شریف جو حضرت امام غزالیؒ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''میرے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو انواع و اقسام کے لذیذ کھانے کھائیں گے اور طرح طرح کے کپڑے پہنیں گے، خوبصورت عورتیں اور قیمتی گھوڑے (قیمتی گاڑیاں) رکھیں گے، انکے پیٹ تھوڑے کھانے سے سیر نہ ہوں گے اور وہ بہت مال پر بھی قناعت نہیں کرینگے، انکا ہر ایک عمل دنیا کے واسطے ہوگا۔میں محمد (ﷺ) تم کو حکم دیتا ہوں کہ جو کوئی تمہاری اولاد میں انکو

Marfat.com

دیکھے اسکو چاہیے کہ انکو سلام نہ کرے، بیمار ہوں تو انکی عیادت نہ کرے اور اگر کوئی اسکے خلاف کریگا وہ اسلام کو ویران اور برباد کرنے میں انکا مددگار ہوگا''۔

رزق کو فضل کہنے والے کیا حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مطابق ''رفاہیت بالغہ'' اور حدیث شریف کی رو سے ''قیمتی گھوڑوں (گاڑیوں) والی معاشرت'' کو اللہ کا فضل کہہ سکتے ہیں؟ کیا ندائے خلافت والے رزق کو فضل نہیں کہتے؟ اگر کہتے ہیں تو پھر اس مذکورہ تحریر کو اپنے رسالے کے سرورق پر سجانے کا کیا مقصد؟

رزق کو فضل قرار دینے سے مسلمان کا رخ ''ہر برائی کی جڑ محبت دنیا'' کی طرف ہوا جو ہوا، ایک اور مقام پر بھی ان دونوں شخصیتوں یعنی سیّد مودودی صاحب اور طاہر القادری صاحب نے قلم کے زور پر تراجم میں ڈنڈی مار کر بقول علامہ اقبالؒ: خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں کے مصداق، اس رخ کو مزید پختہ کیا، وہ مقام ہے سورۂ بقرہ (2) کی آیات 200 اور 201۔ آیت 200 میں ان دونوں یعنی سیّد مودودی صاحب اور طاہر القادری صاحب کے تراجم سے یہ واضح تاثر ملتا ہے کہ صرف اکیلے دنیا مانگنا درست نہیں اس طرح بندے کا آخرت سے حصہ ختم ہو جاتا ہے لیکن اگر ساتھ آخرت بھی مانگی / رکھی جائے تو درست ہے۔ اس کا مطلب ہوا کہ مذمت کی ہوئی اللہ کی ناپسندیدہ چیز اور دھوکے کا سامان دنیا اللہ سے مانگنے / رکھنے کے ساتھ ساتھ اگر اللہ کی پسندیدہ چیز آخرت بھی مانگے تو پھر دنیا مانگنا درست قرار پائے گا۔ اس کا مطلب ہوا کہ گندا پانی لینا اور پینا مضرِ صحت ہے مگر یہ گندا پانی دودھ کے ساتھ لینے اور پینے سے یہ مفید اور صحت افزا ہو جائے گا۔ دنیا میں ایک مسلمان بھی ایسا نہیں ہوگا جو آخرت نہ مانگتا / چاہتا ہو۔ جو مسلمان کہتا ہے کہ مجھے دنیا میں ہی سب کچھ (رزق) دے دے تو آپ اس سے پوچھیں کہ تو آخرت نہیں چاہتا تو وہ قطعاً انکار نہیں

Marfat.com

کرے گا۔ یہ مشاہدہ کی ہوئی بات ہے، ہم لوگوں سے سنتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کیا اللہ کے خزانوں میں کوئی کمی آجائے گی؟ آپ اُس سے دنیا بھی مانگواور آخرت بھی مانگو۔

گو اللہ کے خزانوں میں کوئی کمی آنے یا نہ آنے والا تصور درست نہیں ہے۔

جو اس نے کہا ہے وہی ہو کر رہنا ہے خواہ ہم کتنے ہی ماڈرن اور روشن خیال ہو جائیں۔

یہاں سورۂ کہف کی آیت 110 اور سورۂ شوریٰ کی آیت 20 ضرور سامنے رکھیں۔

ایک مرگی کا دورہ پڑنے والی عورت نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ میری اس مرض کیلئے دعا فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا، اگر تو اس پر صبر کرے تو تیرے لئے جنت ہے، اگر تو کہے تو میں تیرے لئے دعا کر دیتا ہوں۔ اس نے کہا میں جنت چاہتی ہوں۔ اس نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ مجھے دونوں چیزیں چاہئیں، اللہ کے خزانوں میں کوئی کمی آجائے گی اور سامنے تھے بھی اللہ کے خزانوں کو تقسیم کرنے والے ﷺ؟ اور نبی رحمت ﷺ بھی ہم سے زیادہ اللہ کے خزانوں کو جانتے تھے، کیونکہ ایسا ہو نہیں سکتا تھا یا ایسا ہونا یعنی دعا سے صحت یاب ہونا نقصان دہ تھا۔ دعا سے مفر نہیں مگر کیا لاؤڈ سپیکروں میں اور کیمروں کی روشنیوں کے سامنے لمبی لمبی دعائیں اور دعاؤں کا کاروبار کرنے اور دعائیں کروانے والوں کیلئے اس میں سبق نہیں ہے؟

یقیناً اللہ کے خزانوں میں کمی نہیں آتی مگر اس نے کائنات کا نظام چلانے کیلئے اٹل اصول وضوابط وضع کیے ہیں اور وہ اپنے حکموں پر غالب ہونے کے باوجود ان کی پابندی کرتا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی مسلمان یہ کہے کہ میں آخرت نہیں چاہتا۔ یہ آیت 200 ہے ہی مسلمان کے بارے میں کہ یہ حج کے بعد کی دُعا ہے۔ لہٰذا تعجب خیز لگتا ہے کہ جو بات (یعنی کوئی مسلمان بھی ہو اور وہ آخرت کی تمنا نہ رکھتا ہو) وجود ہی نہیں رکھتی قرآن اس کا ذکر کرے۔

Marfat.com

مجھے غالب گمان ہے کہ اوپر مذکور تاثر کے پیچھے انکے ذہن میں اس سے اگلی آیت 201 ''رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ'' O ہے کیونکہ دنیا اور آخرت دونوں کو اکٹھا رکھنے کا موقف اپنانیوالے ثبوت کے طور پر یہی آیت پیش کرتے ہیں اور اجمالی طور پر اس آیت (دُعا) کو پڑھنے سے بھی یہی لگتا ہے کہ بندہ اپنے رب سے کہتا ہے کہ مجھے دنیا بھی عطا کر اور آخرت بھی عطا کر جبکہ یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ اس دعا میں ''دنیا'' نہیں بلکہ ''دنیا کی حسنہ'' مانگنے کا ذکر ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک طرف اللہ رب العزت دنیا کی مذمت فرمائے، اسے دھوکے کا سامان کہے اور اسکے مانگنے پر بندے کا آخرت سے حصہ ختم کردے لیکن دوسری طرف بہانے بہانے سے اسے مانگنے کا طریقہ بتائے اور ترغیب بھی دے۔ یہاں بھی ان دونوں (سیّد مودودی صاحب اور طاہر القادری صاحب) کے ہاں وہی تشنگی کہ ''دنیا'' اور ''دنیا کی حسنہ'' کا فرق مفقود ہے۔ ان باتوں کا جواب آپ کو ہماری ویب سائٹ www.ta-deen.com پر ان شاء اللہ ضرور ملے گا۔

سورۂ بقرہ (2) کی آیت 200 کو اگر سامنے رکھیں تو یہ بات بڑی واضح ہے کہ آخرت پر ایمان رکھنے والا اور اعمالِ آخرت کرنے والا مسلمان (اس آیت کی رو سے دنیا مانگنے والے نے پہلے ہی حج کی صورت میں عملاً آخرت رکھی ہوئی ہے) یعنی آخرت رکھتے ہوئے بندہ جب دنیا مانگتا ہے تو اس کا آخرت سے حصہ ختم ہو جاتا ہے۔ بالکل یہی بات آگے سورۂ بنی اسرائیل (17) کی آیت 18 اور سورۂ شوریٰ (42) کی آیت 20 میں بھی دوٹوک انداز میں موجود ہے۔ آپ ضرور ان دونوں شخصیتوں کے تراجم کھول کر دیکھیں۔ ان دو آیات کے تراجم کو دیکھ کر یہ بات واضح ہے کہ ان میں مذکور دنیا سے مراد کوئی ٹھوس قسم کی چیز ہے جو بندہ اللہ سے مانگتا ہے اور وہ بندے کو عطا

Marfat.com

بھی کردی جاتی ہے مگر اس کیلئے جہنم مقرر کردی جاتی ہے جہاں وہ دھتکارا ہوا برے حالوں داخل کیا جائے گا۔

کسی کافر کے دنیا مانگنے /چاہنے اور اس کے حصول کیلئے محنت و مشقت کرنے پر اس کا آخرت سے حصہ ختم ہو جانے کی بات کا کیا مطلب؟ اس کا تو پہلے ہی ایمان نہ ہونے کی وجہ سے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ دنیا مانگنے اور لینے پر اُس کا حصہ ختم ہوگا جس کا پہلے آخرت میں حصہ ہے۔ بالفرض کافر کے دنیا مانگنے /چاہنے اور اس کے حصول کیلئے محنت و مشقت کرنے پر اس کافر کا آخرت سے حصہ ختم ہو جاتا ہے تو اگر یہی کافروں والا کام (مشابہت) مسلمان کرے تو؟

اتنے خوفناک انجام سے بچنے کیلئے کیا یہ جاننا ضروری نہیں! کہ یہ "دنیا" آخر کس بلا کا نام ہے؟ دنیا، دنیا کی حسنہ، متاعِ دنیا، مال و دولت، رزق، نعمت اور فضل کے درمیان فرق کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے قوی امکان ہے کہ یہ جو ہم ہر وقت اللہ سے روزیاں، وسعتِ رزق اور کشائش رزق مانگتے رہتے ہیں، جسے اوروں کی طرح سیّد مودودی صاحب اور طاہر القادری صاحب بھی اللہ کا فضل کہتے ہیں، کہیں یہ مذکورہ بالا نظریہ ہی وہ "دنیا" تو نہیں جسے مانگنے کا اتنا خوفناک انجام ہے؟

زکوٰۃ اور نصابِ زکوٰۃ کا مرحلہ تو بربادی (بنی اسرائیل:18، شوریٰ:20) ہو چکنے کے بعد آئے گا۔ یہاں بھی اوروں کی طرح سیّد مودودی صاحب اور طاہر القادری صاحب کے ہاں کوئی راہنمائی نہیں ملتی۔ یہاں پھر وہی بات کہ رزق کو فضل سمجھنے والا بندہ اس دنیا جس کے مانگنے اور ملنے پر بندے کا آخرت سے حصہ ختم ہو جاتا ہے، کو اللہ کا فضل ہی سمجھے گا اور خوفناک انجام سے بے خبر ہی رہے گا۔ جو بندہ اپنی بیماری سے ہی بے خبر ہے اس کا علاج کیسے ہو سکتا ہے؟ دنیا مانگنے سے منع اور دینے سے انکار اس لئے

Marfat.com

نہیں کیا کہ یہ آزمائش ہے۔ دیکھنا تو یہی ہے کہ بندہ کدھر جاتا ہے؟ کیا آپ کہیں اس آزمائش والی مذکورہ دنیا سے ہٹنے کو رہبانیت تو نہیں کہتے؟ کیونکہ دنیا کے متوالوں کے سامنے جب بھی دنیا سے بے رغبتی کی بات کی جاتی ہے تو ان کی طرف سے فوراً یہی جواب آتا ہے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ بہر حال ہماری ویب سائٹ پر رہبانیت کے بارے ہمارا موقف موجود ہے۔ ان متوالوں کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسلام میں رزق کیلئے کسب لازمی ہے۔ بات درست ہے مگر کیا رزق کیلئے کسب کی کوئی حد نہیں ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ (مفہوم) ''انسان کا تین چیزوں پر حق ہے (۱) اتنا کھانا کہ پشت سیدھی رہے (۲) اتنا کپڑا کہ برہنگی چھپائے اور (۳) اتنا گھر جو پناہ دے، اگر اس سے زائد ہے تو وہ حساب کی چیز ہے''۔ بس ''اتنا'' سے زائد کے حصول کیلئے کیئے جانے والے کسب (طاقت + عقل + علم + وقت) پر سوال ہوگا۔ مزید برآں اس زائد کے حصول کیلئے کیئے جانے والے سفر کی وجہ سے روزے قضا کرنے اور مروّجہ قصر نماز پڑھنے کے جواز پر الگ سوال اٹھے گا۔ یہاں پر بھی ہم اپنی فکر کے تناظر میں ایک سوال کرنے کی جسارت کرتے ہیں کہ اس زائد کے حصول (اللہ کا فضل اکٹھا کرنے) کیلئے رمضان کی طاق رات جاگ کر گزارنے والے (دُکاندار اور درزی وغیرہ) کی کیا یہ سعی ''خصوصی عبادت'' میں شمار ہوگی؟ اگر ہاں تو کیسے؟ اگر نہیں تو کیوں؟

جانور اپنا رزق اپنی پیٹھ پر لادے نہیں پھرتے۔ ہر جاندار یعنی ہر ذی روح کا رزق اللہ رب العزت کے ذمۂ کرم پر ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ مگر یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں لوگ بھوک سے کیوں مر جاتے ہیں؟ بھوک و افلاس سے تنگ لوگ خودکشیاں کیوں کر جاتے ہیں؟ تھر میں بھوک سے کیوں ہلاکتیں

Marfat.com

ہو رہی ہیں؟ جنوبی افریقہ میں لوگ بھوک سے کیوں مر رہے ہیں؟ مجھے نہیں معلوم سیّد مودودی صاحب (جماعت اسلامی) اور ڈاکٹر طاہر القادری صاحب اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب تو کہتے ہیں کہ بہتر معاشی نظام کیلئے ایم اے معاشیات کے طلبہ ریسرچ کر کے بتائیں۔ تجویز اچھی ہے مگر کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے پاس کوئی بہتر معاشی نظام نہیں ہے جسے وہ اقتدار میں آکر نافذ کریں گے؟

جہاں ہو رہا ہو ڈاکوؤں کی طرح رزق اکٹھا کرنے کا اہتمام
دیوانگی ہے منیر کرنا وہاں رازق کے ایفائے عہد پر کلام

بہرحال ہم بھوک سے ہلاکتوں کی وجہ عرض کیے دیتے ہیں۔ اللہ رب العزت کی طرف سے یہ رزق کا وعدہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے اللہ کریم نے فرمایا ہے کہ ہم نے ہی اس ذکر یعنی قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بظاہر اللہ کریم نے قرآن کی حفاظت انسانوں کے ذریعے ہی "حفظ" کی صورت میں فرمائی ہے۔ بالکل اسی طرح اللہ رب العزت کا نظامِ ربوبیت اور شانِ رزاقیت زمین پر فقرِ محمدی ﷺ کی صورت اور فقرِ محمدی ﷺ کے ذریعے نافذ العمل ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ رب العزت کی صفات کے وارث، امین اور مظہر ہوتے ہیں اور ایسے ہی اولیاء اللہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے حضرت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

Marfat.com

کائنات کا نظام نپے تلے قاعدے کلیے کے تحت رواں دواں ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ اُس رب کا انسانوں کو رزق دینے کا کوئی قاعدے کلیے والا نظام نہ ہو۔ ہم اسی قاعدے کلیے والے نظام کو فقرِ محمدی ﷺ کہتے ہیں۔ یہ ''نظامِ فقرِ محمدی'' اسلامی نظام، نظامِ خلافت، نظامِ مصطفیٰ اور مصطفوی انقلاب وغیرہ کی وضاحت، عملی تعبیر و تفسیر ہے۔ معاشرہ کے حُسن کا ضامن حکم ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کے مطابق اور سورۂ انفال کی آیت 25 کے تحت' اس نظام کو ہمیشہ توڑنے والے غاصبوں، خائنوں اور زور آوروں کے خلاف نہ اُٹھنے والے بھی اس خُدائی نظام (فقرِ محمدی) کے ٹوٹنے کے نتائج بھگت رہے ہیں۔ لہٰذا خودکشیاں، ہلاکتیں بھی ہوں گی اور ڈاکے، قتل، اغواء برائے تاوان وغیرہ بھی ہوگا۔ (بد) انسانوں کو (نیک) انسانوں کے ذریعے دفع کرنا بھی اس کائنات کو چلانے والے خُدائی نظام کا حصّہ ہے۔ مگر کوئی ان ظالموں اور شاطروں کے خلاف کیسے اُٹھے اور کس بنیاد پر اُٹھے؟ جبکہ ملاّ نے ان کے مال کو اللہ کا فضل کہہ کر، یہ کہ ''دنیا بھی رکھنی ہے'' کہہ کر ان کے مال اکٹھا کرنے کے جواز کو اور 2.5 فیصد زکوٰۃ ادا کر کے باقی مال کو جمع اور پھر من مرضی سے خرچ کرنے کا اختیار دے کر تحفظ فراہم کر دیا ہے۔

بڑی سیدھی سی بات ہے کہ بھوک سے ہلاکتوں کی وجہ صرف اور صرف فقرِ محمدی ﷺ سے انحراف ہے۔ یہاں کوئی کہہ سکتا ہے کہ بعثت محمدی (فقرِ محمدی) سے پہلے کیوں ایسی ہلاکتیں ہو جاتی تھیں؟ تو عرض ہے کہ معاش اور معاشرت کے لحاظ سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگیاں ایک جیسی تھیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگیوں میں فقرِ محمدی (ضبطِ نفس کے ذریعے اپنی ضرورتوں کو کم سے کم سطح پر رکھتے ہوئے دنیا سے کم سے کم لینا) روحِ رواں تھا۔ تمام انبیاء کرام کی زندگیوں کا نچوڑ فقر

Marfat.com

محمدی ہے:

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

فقر محمدی ﷺ ایک یونیورسل ٹروتھ ہے۔ بس انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگیوں سے روگردانی ہی ہر بگاڑ کی وجہ تھی اور ہے۔

جناب غلام احمد پرویز صاحب اپنی کتاب لغات القرآن کے صفحہ 222 پر لکھتے ہیں کہ ''توحید یہ ہے کہ خدا کا جو قانون خارجی کائناتی زندگی میں کارفرما ہے اسی قانون کو انسان کی معاشی زندگی کا مدار بنایا جائے''۔ وہ ساتھ ہی سورۂ اعراف کی آیت 176 کا اس طرح حوالہ دیتے ہیں کہ ''اس نے اپنی خواہشات کا اتباع کر لیا'' یعنی جس طرح خواہشات کے اتباع کی توحید میں اہمیت ہے بالکل اسی طرح یہ معاشی زندگی میں بھی اہمیت کی حامل ہے بس انہیں خواہشات کی اتباع سے رکنا ہی فقر محمدی ﷺ کی پیروی میں پہلا قدم ہے۔

فقر محمدی ﷺ زندگی گزارنے کا ایک لائحہ عمل ہے۔ فقر محمدی ایک معاشی اور معاشرتی نظام کا نام ہے۔ یہ فکر محمدی کا ایسا گوشہ ہے جسکا مرکز و محور یہ ہے کہ دنیا سے اپنی ذات کیلئے کم سے کم لیا جائے۔ دنیا لینے اور رکھنے میں مقصد میں سنت کو کیمو فلاج یا نظر انداز کرنے سے بگاڑ پیدا ہوا ہے۔ اگر دنیا لینے اور رکھنے میں اپنی ذات کو ترجیح دی تو، تُو جہاں کیلئے ہو گیا۔ بقول علامہ اقبالؒ ''جہاں ہے تیرے لئے'' والی بات رد ہو جاتی ہے۔

''ذات'' اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی
اڑ گیا دنیا سے تو مانندِ خاکِ راہگزر
(اصل شعر میں ذات کی جگہ نسل ہے)

Marfat.com

ہم کہتے ہیں کہ فقر محمدی (یعنی اپنی ذات کیلئے دنیا سے کم سے کم لینا) کے عملی نفاذ کیلئے صرف لوگوں پر ہی انحصار نہ کیا جائے بلکہ امارت اور غربت کے فرق کو بڑھانے، امیروں اور غریبوں کے درمیان واضح امتیاز پیدا کرنے اور امیروں کو ممتاز کرنے والی غیر ضروری اشیاء لوگوں کے سامنے ہی نہ آنے دی جائیں۔ ایسی اشیاء کا ہونا اور لوگوں کا مذکورہ مقاصد کیلئے انہیں لینا سورۂ سبا (34) کی آیت 19 کے مطابق اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ممکن ہے ہم اجتماعی طور پر اس غضب کا بھی شکار ہوں۔ بہرحال جس طرح ہم ملکی سرحدوں کے باہر سے آنے والی لہروں کو کیبل کے ذریعے کنٹرول کر کے عوام کو جو چاہیں اور جتنا چاہیں دکھا سکتے ہیں تو پھر ہم ان ٹھوس اشیاء کو ملک کے اندر آنے (امپورٹ) سے کیوں نہیں روک سکتے؟ ہر مرد وزن اپنی ذاتی حیثیت میں خواہ مطلوبہ اسلامی حکومت نہ بھی ہو، فقر محمدی پر عمل کر کے بھوک و افلاس سے ہونے والی خودکشیوں اور ہلاکتوں کو روکنے میں اپنا حصہ ڈال سکتا ہے اور فقر محمدی پر عمل نہ کرنے والا ان خودکشیوں اور ہلاکتوں میں اپنی مالی حیثیت کے مطابق اپنا حصہ ڈال رہا ہے۔ اللہ کے حضور اسے جواب دینا ہوگا۔ فقر محمدی پر عمل کرنے کی صورت میں نتائج کے ظاہر ہونے میں مسلم و غیر مسلم کی تخصیص نہیں ہے۔ جو معاشرہ بھی عمل کرے گا دنیا میں پھل پائے گا۔

فقر محمدی ﷺ کے مخالف آسائش و نمائش والی معاشرت کے حصول اور اسے برقرار رکھنے کے جنون نے ہی اجتماعی طور پر انسان کو معاشی لحاظ سے عدم تحفظ کا شکار کر دیا ہے کیونکہ ہر ایک زیادہ سے زیادہ کے حصول کی دوڑ میں لگا ہوا ہے جو کہ فقر محمدی کی ضد ہے۔ آسائش و نمائش والی معاشرت تو کافروں کیلئے ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ (2) کی آیت 212 میں ہے کہ ”خوشنما اور زینت بخش زندگی کافروں کیلئے ہے“۔ عالمِ

Marfat.com

کفر اپنے سرمایہ دارانہ نظام کے ذریعے اسی آسائش ونمائش والی معاشرت کو پوری دنیا میں پروموٹ کیے ہوئے ہے اور عالمِ اسلام بھی پوری طرح اور بُری طرح اس کے نرغے میں ہے۔ کافروں کیلئے دنیاوی زندگی خوشنما اور زینت بخش ہونے کی وجہ سے فقرِ محمدی والی معاشرت (نظام) عالمِ کفر کیلئے نامنظور اور ناقابلِ برداشت ہے۔ عالمِ کفر کو ہمارے نماز، روزے، زکوٰۃ اور حج سے کوئی خاص مخاصمت نہیں ہے۔ ہمارے پڑوسی مشرک دشمن ملک ہندوستان میں حاجیوں کیلئے سرکاری سطح پر ہم سے کہیں زیادہ بہتر انتظام اور سہولتیں میسر ہیں۔ اور اسی لئے ہمارے مذہبی لیڈران، علماء کرام اور تبلیغی جماعت والے یورپ اور دوسرے غیر مسلم ممالک میں کُھل کھلا کر اسلام کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں، گرجے خریدتے ہیں اور مسجدیں بناتے ہیں۔ حضرت علامہ اقبالؒ کچھ ایسی ہی صورتِ حال کو کچھ یوں بیان فرماتے ہیں ۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت

ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

یہ کوئی ان کافروں کی اعلیٰ ظرفی نہیں ہے بلکہ فقرِ محمدی ﷺ کے بغیر والے اسلام سے انکی خوشنما، زینت بخش اور من چاہی طرزِ زندگی یعنی معاشرت کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ نبوّی معاشرت کو قائم کرنے کیلئے ہی جہاد ہے کیونکہ اسی معاشرت میں معاشی تحفظ ہے اور معاشی تحفظ میں ہی یکسوئی کے ساتھ پرسکون عبادت ممکن ہے۔ لہٰذا اسی معاشرت میں انسانیت کی بقاء وفلاح پوشیدہ ہے۔

ڈیڑھ دو سو سال (جس میں ان آسائش ونمائش والی غیر ضروری اشیاء کا کئی سو گنا اضافہ ہوا) سے پہلے والا انسان جو اِن اشیاء سے محروم تھا بنسبت کہیں زیادہ پُرسکون، پُر امن اور کم فکرِ معاش میں مبتلا تھا بلکہ جوں جوں ہم پیچھے چلتے جائیں گے تو

Marfat.com

توں یہ آسائش ونمائش والی چیزیں کم سے کم ہوتی جائیں گی اور معاشرہ بہتر سے بہتر نظر آئے گا حتیٰ کہ ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور عہدِ نبوی ﷺ تک پہنچ جائیں۔

عصر حاضر ہے ملک الموت تیرا جس نے
قبض کی روح تیری دے کے تجھے فکر معاش

بحیثیت مسلمان ہمارے ایمان کا تقاضا بنتا تھا کہ ہم نبوی معاشرت یعنی فقر محمدی کے مخالف آسائش ونمائش والی معاشرت کو حقارت کی نظر سے دیکھتے اور ایسے حاملینِ معاشرت سے نفرت اور کراہت کا اظہار کرتے لیکن ہم تو اجتماعی طور پر اس فقر محمدی کے مخالف آسائش ونمائش والی کافرانہ معاشرت کے حصول کیلئے سر توڑ کوشش میں ہیں۔ کیوں نہ ہوں؟ جب بالعموم ہمارے اکثر رہبرانِ دین اور بالخصوص مولانا مودودی صاحب اور مولانا طاہر القادری صاحب کی طرف سے معاش، معاش کی تلاش، روزیاں تلاش کرنا، کاروبار، رزق اور رزق تلاش کرنے کو اللہ کا فضل تلاش کرنے سے تعبیر کیا جائے گا اور جب مقصد بتائے بغیر ''دنیا بھی رکھنی ہے اور آخرت بھی رکھنی ہے'' کہا جائے گا تو نتیجتاً انجامِ کار کیا ہوگا؟

فقر محمدی ﷺ کے مخالف آسائش ونمائش والی معاشرت کے حصول اور اسے برقرار رکھنے کی دوڑ دھوپ کا ہی نتیجہ ہے کہ جس نے عورت کو کمائی کیلئے گھر سے باہر نکالا ہے۔ جس کے تباہ کن اثرات نے معاشرہ کو حیا باختہ بنا دیا ہے۔ ہم بے حیائی کے خلاف تو بڑا بولتے ہیں اور ٹھیک بولتے ہیں مگر اس کے اسباب کے آئینہ میں اپنے آپ کو نہیں پہچانتے۔ خلاصۂ مضمون کے طور پر بقول حضرت علامہ اقبالؒ

خوب ہے تجھ کو شعارِ صاحبِ یثرب کا پاس
کہہ رہی ہے زندگی تیری کہ تو مسلم نہیں

ہر اک مست مے ذوقِ تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے ؟
زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
''رزق کو فضل کہہ کے جب تو نبوی معاشرت قتل کرتا ہے''

☆☆☆☆☆

رزق کو فضل کہہ کر یہ ہم نے کیا کر دیا!
بس دین کو دولت کے ڈھیر میں دفن کر دیا
بخش دینا منیر شاکر کی سب گستاخیاں
برداشت کر نہ سکا یہ نبوی معاشرت کی خلاف ورزیاں
اللہ کے فضل کو بھی ہم مال و دولت سے ماپتے ہیں
مال و دولت والے کو ہی ہم فضل والا گردانتے ہیں
پرہیزگاری ، عزت کا خدائی پیمانہ ہم کب مانتے ہیں
ہم تو شہر میں صرف اہلِ ثروت کو ہی جانتے ہیں
''مجھے ہے حکمِ اذاں'' مانا ہے ہم نے یہ فرمان
سمجھیں گے آپ کی راہنمائی کو ہم ایک احسان

☆☆☆☆☆

Marfat.com

سورۃ فتح کی پہلی تین آیات کا مفہوم اور وضاحت

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا . الفتح (48): 1۔ بے شک ہم نے آپ ﷺ پر اس صلح حدیبیہ کے ذریعے دین کے پھیلاؤ میں بڑی روشن کامیابی (فتح مبین) کیلئے ایک بڑا ہی واضح دروازہ کھول دیا۔ لِّيَغۡفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡکَ وَيَهۡدِيَکَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا . 2:48۔ تاکہ اس واقعہ سے پہلے کفار مکہ کی شدید مخالفت کی بنا پر دین کے پھیلاؤ کی جدوجہد میں نتائج کے اعتبار سے جو کمی رہ گئی وہ اللہ اس واقعہ کے بعد اس صلح حدیبیہ کے ذریعے اس کمی کو پورا فرما کر جو نبوت کی شکل میں آپ ﷺ کو نعمت دی جس کا منطقی نتیجہ دین اسلام کو دوسرے ادیان باطلہ پر غالب کرنا ہے کی تکمیل فرمادے اور یہ کہ اس غلبہ سے ثابت ہو جائے کہ یقیناً آپ ﷺ سیدھے راستے پر ہیں (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور غالب آ کر رہیں گے میں اور میرے رسول' 51:40,21:58 اور 139:3) ۔ وَّيَنۡصُرَکَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِيۡزًا . 3:48۔ اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی صلح حدیبیہ کی صورت میں زبردست مدد فرمائی (کیونکہ ہم پر مومنوں کی مدد کرنا لازم ہے' 40:22,47:30 اور 13:61)۔

یہاں آیت 2 میں ہر ایک نے (الا ماشاءاللہ) بڑے دھڑلے سے "ذنب" کا مفہوم بیان کرتے ہوئے نبی کے ساتھ لفظ گناہ لگا دیا اور کسی نے کوتاہی۔ وہ افعال جو نہ گناہ صغیرہ ہیں اور نہ خلاف اولیٰ مثال کے طور پر حضرت آدم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور خود نبی اکرم ﷺ کے بارے سورہ عبس اور سورہ تحریم میں بیان کردہ واقعات، ایسے افعال کو

Marfat.com

بالخصوص حضور ﷺ کے مقام رفیع کو سامنے رکھتے ہوئے گناہ کیوں کہہ دیا گیا؟ انبیاء کرام کے ایسے افعال کو اللہ تعالیٰ نے تو گناہ نہیں فرمایا۔ یہاں یہ اعتراف کیوں نہیں کرلیا گیا کہ ایسے افعال کو کوئی نام دینے کے لیے ہمارے پاس کوئی موزوں لفظ دستیاب نہیں ہے۔ گناہ فقہ کی اصطلاح ہے جس کا مطلب ہے کہ ایسا فعل جس میں ارادۃً اللہ کی نافرمانی پائی جائے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّاٰتُ الْمُقَرَّبِيْنَ "ابرار کی نیکیاں (خشوع وخضوع اور معیار کے لحاظ سے) مقربین کے نزدیک گناہ کا درجہ رکھتی ہیں" کے قاعدہ کے مطابق بھی خلاف اولیٰ فعل کو نبی کیلئے گناہ کا نام نہیں دینا چاہیے۔ ویسے یہ قول فقہ (شرع) کے ذیل میں نہیں آتا بلکہ تصوف وتقویٰ کے ذیل میں آتا ہے۔ انبیاء اکرام کے ایسے افعال پر کسی بھی قسم کی رائے زنی کی بجائے انہیں حروف مقطعات یا آیات متشابہات کی طرح لینا چاہیے۔

اس آیت مبارکہ میں ذنب کا لفظ نہایت ہی اہم ہے۔ قرآن کریم میں ذنب کا لفظ الزام کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اسے دعوت حق دو، تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ. الشعراء (26): 14۔ "انہوں نے مجھ پر الزام قتل لگا رکھا ہے، پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے"۔ ایک اور آیت ملاحظہ ہو۔ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ الذاریات (51): 59 "پس جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انہیں بھی ان کے ساتھیوں کے حصہ (عذاب) کے مثل حصہ (عذاب) ملے گا لہٰذا وہ مجھ سے جلدی طلب نہ کریں"۔ یہاں ذنوب حصے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اب ان دونوں آیات الشعراء (26): 14 اور الذاریات (51): 59

Marfat.com

میں ذنب کے بیان کردہ مفاہیم کو سامنے رکھ کر اس سورہ فتح کی آیت 2 میں آنے والے ذنب کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ 2 میں اللہ تعالیٰ نے ذنبک کہہ کر دین کے مشن میں نبی اکرم ﷺ کے حصہ کے کام کی طرف نشاندہی فرمائی ہے یعنی آپ ﷺ کے منصب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا منصب کیا تھا؟ یہ بھی جان لیں۔ سورہ یٰسین (36) کی آیت 17 میں ہے کہ "اور نہیں ہم پر کوئی ذمہ داری بجز اس کے کہ پیغام حق واضح کھول کر پہنچا دیں"۔ سورہ مائدہ (5) کی آیت 67 میں ہے کہ "اے رسول (ﷺ) جو کچھ بھی آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا"۔ آپ ﷺ نے اعلان نبوت سے لے کر آخری دم تک اللہ کے فضل سے اپنے حصہ کا کام پوری جانفشانی، جاں نثاری، عرق ریزی، جاں سوزی، دل سوزی، دل جمی سے، خیر خواہی اور غمخواری کے جذبہ کے تحت اور جہد مسلسل کے ساتھ پورا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے حصے کے کام کا اعتراف کرتے ہوئے یہاں آپ ﷺ کے کام کے اس پہلو پر غفرَ (غفرَ کا معنی ہے دور کر دینا، محفوظ کر دینا) کہہ کر پیشگی پیش بندی کے طور پر اس طرح کے کسی بھی الزام سے آپ ﷺ کو دور رکھا اور محفوظ فرما دیا۔ آپ ﷺ کی اس جدوجہد کو اللہ تعالیٰ نے غَفرَ کے ذریعے Recognize کیا اور ہر طرح کے الزام سے تحفظ دیدیا۔ مگر جب ہم ذنبک سے ماتقدم اور ماتاخر کو دیکھتے ہیں تو آپ ﷺ کی جدوجہد پر نتائج مرتب کرنے کا کام (حصہ) حکمتوں والے رب کے دست قدرت میں نظر آتا ہے۔ جیسے خندق کھودنا نبی اکرم ﷺ کا کام تھا اور فتح دینا اللہ رب العزت کا کام تھا حالانکہ خندق کھودے بغیر بھی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی حفاظت کرنے اور آپ

ﷺ کو فتح دلوانے پر قادر تھا۔ کشتی بنانا نوح علیہ السلام کا کام تھا اور اسے حفاظت و سلامتی و کامیابی سے پانی میں تیرانا اللہ رب العزت کا کام تھا۔ میرے اس بیان کردہ تصور کو مزید واضح کرنے کیلیے سورہ نساء (4) آیت 79 کا مفہوم پیش خدمت ہے "جو پہنچے آپ کو دکھ، تکلیف اور تنگی سو وہ تمہاری اپنی کوتاہیوں، غفلتوں اور شامت اعمال کا نتیجہ ہے، ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے"۔ سورہ واقعہ (56) کی آیات 63-64 میں ہے کہ " کیا کبھی سوچا تم نے کہ یہ جو تم بیج بوتے ہو کیا تم اُگاتے ہو اس سے کھیتی یا ہم ہیں اُگانے والے"۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ذنبک میں اللہ اور رسول دونوں کے حصوں کا کام ظاہر ہے۔ ذنبک درمیان میں حرف مشدد کی طرح ہے مگر اس کا ظاہرہ اشارہ نبی اکرم ﷺ کی طرف ہی ہے کیونکہ اللہ کے حصہ کا کام (یعنی نتائج ظاہر کرنے کے لحاظ سے) بھی نبی ﷺ کے حصہ کے کام پر منحصر ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا کام اقراء سے لے کر تا دمِ حیات تمام صلاحیتوں اور اہلیتوں سے تسلسل کے ساتھ ایک جہد مسلسل کی طرح نظر آتا ہے مگر اس کام پر مرتب ہونے والے نتائج کے اعتبار سے آپ کی جدو جہد ایک نقطہ پر دو واضح ادوار میں بٹی ہوئی نظر آتی ہے وہ نقطہ ہے صلح حدیبیہ۔ آپ ﷺ کی صلح حدیبیہ سے پہلے کی جدو جہد (دورانیہ تقریباً 19 سال) کے نتائج اور صلح حدیبیہ کے بعد کی جدو جہد (دورانیہ تقریباً 5 سال) کے نتائج میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہ ہے وہ مقام جہاں رب کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کی تسلی و تشفی کرواتے ہوئے یہ مژدہ سنایا کہ اس صلح حدیبیہ سے پہلے جو آپ ﷺ کی غلبہ دین کیلئے جدو جہد پر نتائج مرتب ہونے میں کمی رہ گئی ہے ہم اس کمی کو اس صلح حدیبیہ کے بعد پورا فرما دیں گے یعنی فتح مبین کی خوشخبری سنائی۔ اس فتح مبین سے مراد بالعموم مجموعی کامیابی ہے اور

Marfat.com

بالخصوص فتح مکہ مراد ہے۔ یہاں ہم صلح حدیبیہ سے پہلے والی کمی کو اللہ رب العزت کی طرف منسوب نہیں کر سکتے جس طرح دکھ، تکلیف اور تنگی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس کمی کو نبی ﷺ کی جدو جہد سے جوڑ سکتے ہیں اس کا ذکر پہلے آ چکا ہے کہ غفر کہہ کر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی جدو جہد کو ہر نقص سے پاک فرما دیا۔ اس کمی کا سبب تیسرے فریق یعنی کفار مکہ کی سخت دشمنی، بے جا ہٹ دھرمی اور شدید مخالفت تھی اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کی پیہم جدو جہد کے سامنے سے یہ سبب (رکاوٹ) صلح حدیبیہ کے ذریعے سے ہٹ جاتا ہے تو آپ ﷺ کی جدو جہد پر بڑے واضح نتائج نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں لہٰذا آیت کے مفہوم میں کمی کفار مکہ کی طرف ہی منسوب ہو گی۔

یہ تھا وہ مژدہ جاں فزا جسے سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے محبوب تر اور عزیز تر ہے۔ اس مژدہ جاں فزا کو جب ہم تاریخ کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو اس کی سچائی روز روشن کی طرح یوں نظر آتی ہے کہ صلح حدیبیہ پر آپ ﷺ کے ساتھ تقریباً 1400 سے 1500 کے درمیان جاں نثار تھے اور صلح حدیبیہ کے تقریباً 2 سال بعد فتح مکہ (8 ہجری) کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ تقریباً دس ہزار جانبازوں کا لشکر جرار تھا اور فتح مکہ کے تقریباً 2 سال بعد حجۃ الوداع (10 ہجری) کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار سرفروش تھے۔ یہ تھے آپ ﷺ کی جدو جہد پر نتائج صلح حدیبیہ سے پہلے (ماتقدم) کے اور صلح حدیبیہ کے بعد (ماتاخر) کے۔

****

قصر نماز---ایک نقطہ نظر

سورۃ نساء (4) کی آیات 101 تا 103 میں ہے کہ جب تم سفر میں جا رہے ہو تو تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے یقیناً کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں (101) جب آپ ان میں ہو اور ان کیلئے نماز کھڑی کرو تو چاہیے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ اپنے ہتھیار لیے کھڑی ہو پھر جب یہ سجدہ کر چکیں تو یہ ہٹ کر تمہارے پیچھے آ جائیں اور دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آ جائے اور آپ کے ساتھ نماز ادا کرے اور اپنا بچاؤ اور اپنے ہتھیار لیے رہے کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان (جنگ) سے بے خبر ہو جاؤ تو وہ تم پر اچانک دھاوا بول دیں اگر تم بارش کے سبب تکلیف میں ہو یا بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو مگر ہوشیار ضرور رہنا اللہ نے کافروں کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (102) پھر جب تم نماز تمام کر چکو تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حالت) میں اللہ کو یاد کرو پھر جب خوف جاتا رہے تو اس طرح سے پوری شرائط کے ساتھ نماز پڑھو جس طرح امن کی حالت میں پڑھتے ہو بے شک نماز کا مومنوں پر اوقات مقررہ میں ادا کرنا فرض ہے (103)۔

میں نے اس مسئلہ پر اپنی رائے بنانے کیلئے ہر طرف سے کان اور آنکھیں بند کر کے صرف وصرف ان تین آیات پر اپنے آپ کو مرکوز کیا۔ اگر آپ بھی ایسا کریں گے تو ممکن ہے کہ بات سمجھنے میں آسانی ہو۔ کرنا بھی ایسا ہی چاہیے۔ اگر قرآن ہی سے کسی مسئلہ کا واضح حل مل جائے تو پھر اِدھر اُدھر اپنی عقل کے گھوڑے نہیں دوڑانے چاہیے۔ ہمارے اختلافات کی بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ ہم مسائل کے حل کیلئے اِدھر اُدھر بھاگتے ہیں۔

تینوں آیات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہے کہ یہ تینوں آیات قصر نماز کے مضمون پر مشتمل ہیں۔ پہلی آیات (101) میں سفر کی حالت میں قصر نماز کی، حکم کے قریب تر اجازت ہے اور یہ نماز مشروط ہے دشمن کے حملہ (ستائے جانے) کے ڈر / خوف / خطرے سے۔ یعنی یہ نماز بنتی ہے سفر میں ہتھیار بند فوج / لشکر / پہریدار کیلئے اور ساتھ دشمن کے حملہ کا خطرہ بھی ہو ورنہ یہ نماز نہ ہوگی یا ایسی جنگ کی سی صورت حال جو حدیبیہ کے مقام پر بن گئی تھی یہاں آپ ﷺ نے قصر نماز پڑھی۔ اس بات کا ثبوت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ایک بیان سے ملتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے سوچا کہ نماز کے وقت اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیں مگر آپ ﷺ نے قصر نماز پڑھی جس سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ کو ہمارے حملہ کا علم ہو گیا ہے اس لیے آپ ﷺ چوکس ہیں۔ یہ بیان آپ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کے بعد کا ہے یعنی بیان کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کو قصر نماز کے مسئلہ کا علم تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قصر نماز مشروط ہے سفر میں دشمن کے حملے کے خطرے سے۔ اب ہم نے علمی موں شگافیو کے ذریعے اس آیت کے مفہوم کو توڑ مروڑ کر جو مروجہ سفر میں قصر نماز کا جواز نکالا ہوا ہے وہاں دشمن کے حملے کا خطرہ کہاں ہوتا ہے؟ ہمیں اپنے سفروں کے اسلامی جواز اور جن کاروبار کیلئے سفر کرتے ہیں ان کاروبار کے اسلامی جواز کو الگ سے بھی دیکھنا ہوگا۔ جو سفر ہی اسلامی نہیں، جو کاروبار ہی اسلامی نہیں، یا غیر ضروری ضروریات جو صرف و صرف خواہش نفس کے تحت آتی ہیں کو پورا کرنے کیلئے پھیلے ہوئے کاروبار کے لئے کیے جانے والے سفروں میں قصر نماز کا جواز کیسے مل سکتا ہے؟

اس سے اگلی آیت 102 میں قصر نماز ادا کرنے کا طریقہ بیان ہوا ہے۔

پورے قرآن میں کہیں بھی نماز ادا کرنے کا طریقہ نہیں بیان ہوا۔ واحد یہ قصر نماز ہے جس کا اس آیت میں طریقہ بیان ہوا ہے۔ اب آپ اس آیت میں قصر نماز پڑھنے کا طریقہ دیکھیں اور اپنی مروجہ قصر نماز پڑھنے کا طریقہ۔ ہماری قصر نماز میں کہاں ہتھیار ہوتے ہیں؟ اس آیت میں قصر نماز ادا کرنے کے طریقہ نے ہماری مروجہ قصر نماز کی قطعی نفی کر دی ہے۔

اس سے اگلی آیت 103 کے الفاظ کہ (مفہوم) جب خطرہ ٹل جائے تو اس طرح سے پوری شرائط کے ساتھ نماز پڑھو جس طرح امن کی حالت میں پڑھتے ہو' بھی اس موقف کی تائید کرتے ہیں کہ سفر میں دشمن کے خطرہ کے پیش نظر ہی قصر نماز ہے۔ مجھے تو مروجہ قصر نماز کا جواز ہمارے عبادت سے بیزار، عدم دلچسپی، عدم دل جمی اور رخصتیں ڈھونڈنے والے مزاج کا عکاس لگتا ہے۔

اگر قرآن کو قرآن سے سمجھنے کی خواہش رکھنے والا ایک بندہ جو اور کچھ زیادہ نہیں جانتا اور نہ ہی اس مسئلہ پر ائمہ کرام کی رائے سے آگاہ ہے تو ایسے بندہ کیلئے اوپر بیان کردہ قرآنی موقف کو سمجھنے میں کیا دقت ہو سکتی ہے؟

****

نماز تراویح میں ہمارا قرآن پڑھنا

سورۃ مزمل (73) کی آیت 4 میں ہے کہ "قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو"۔ سورۃ قیامتہ (75) کی آیت 16 میں ہے کہ "اے محمد ﷺ اس وحی (قرآن) کو جلد یاد کرنے کیلئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کرو"۔ سورۃ طٰہٰ (20) کی آیت 114 میں ہے کہ "قرآن کی وحی جو تمہاری طرف بھیجی جاتی ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے پڑھنے کیلئے جلدی نہ کیا کریں"۔

Marfat.com

ان تینوں آیات سے یہ بات دوٹوک طور پر عیاں ہے کہ قرآن کو خوب غور و فکر اور اطمینان کے ساتھ خوب ٹھہر ٹھہر کر اور خوب سجا سجا کر پڑھنے کا حکم ہے۔ اس پڑھنے میں سمجھنا بھی شامل ہے۔ وہ پڑھنا ہی کیا جس میں سمجھنا شامل نہیں؟ ایسا لگتا ہے کہ ایک گہری سازش کے تحت قرآن کو سمجھے بغیر پڑھنے کو قرآن پڑھا ہوا قرار دے کر ہمیں روح قرآن، مقصد قرآن اور مقصد حیات سے دور کر دیا گیا ہے۔ یہ سازش صرف یہاں ہی نہیں رکتی بلکہ ہمیں یہ کہہ کر بغیر سمجھے ہوئے قرآن پڑھنے سے بھی ہٹا دیا گیا کہ تین دفعہ قل شریف پڑھنے سے ایک قرآن پڑھنے کا ثواب یا ایک دفعہ سورۃ یٰسین پڑھنے سے دس دفعہ قرآن پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ ایک دفعہ سورۃ یٰسین پڑھنے سے دَس دفعہ قرآن پڑھنے کا ثواب بڑی مضحکہ خیز بات لگتی ہے کیونکہ سورۃ یٰسین قرآن کے اندر شامل ہے پھر کیسے ایک سورت 10 قرآن کے برابر ہو سکتی ہے؟ اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کی سازشوں کے بارے تو دو رائے نہیں ہیں۔ ان کی سازشیں کیا تھیں؟ ہمیں قرآن کی روح جو ہماری قوت ہے' سے دور کرنے کیلئے یہ کہیں ان کی سازش تو نہیں؟ ایسا عمل جس سے ہم قرآن سے عملاً دور ہو جائیں' اس سے بڑھ کر اسلام دشمنی کیا ہوگی؟ ہمارا ایسی سازشوں کا شکار ہو جانا کچھ بعید از قیاس نہیں کیونکہ ہماری ذہنی سطح اور علمی وسعت کا یہ عالم رہا ہے کہ ہم نے قرآن فہمی کیلئے اہل درد کی طرف سے قرآن کے دوسری زبانوں میں تراجم کی مخالفت کی، ہم نے انسان کا چاند پر جانا نہ مانا اور ہم نے لاؤڈ سپیکر کی مخالفت کی۔ لہٰذا ایسے مائنڈ سیٹ کا بن جانا اچنبے کی بات نہیں ہے۔

ایک بات ہم نے علماء کرام سے سنی ہے کہ قرآن اور اس کی مختلف سورتیں پڑھنے کے فضائل کے بارے بہت سی وضعی احادیث ہیں اور ان وضعی احادیث سے صرف نظر اس حُسن ظن کے ساتھ برتا گیا کہ چلیں لوگ اس بہانے سے قرآن پڑھیں

Marfat.com

گے۔ مگر آپ مجھے ایمانداری سے بتائیں کہ کیا اس صرف نظر سے اب ہم قرآن کے قریب ہوئے ہیں یا دور؟ یقیناً ہم دور ہوئے ہیں۔ ہمارا قرآن کے ساتھ ایسا واسطہ ہونا چاہیے تھا جیسا وکیل کا آئین و قانونِ پاکستان کے ساتھ واسطہ ہوتا ہے۔ قانون وکیل کا اوڑھنا بچھونا ہوتا ہے۔

قرآن اور حدیث سے یہ بات اشارۃً بھی نہیں ملتی کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کا اتنا ثواب ہے اور بغیر سمجھے پڑھنے کا اتنا ثواب ہے؟ اس فرق کا نہ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام میں قرآن کو سمجھے بغیر پڑھنے کا تصور ہی نہیں ہے۔ بغیر سمجھے قرآن پڑھنا، قرآن اور اسلام کی منشاء ہی کے خلاف ہے۔ وہ دین جس میں علم حاصل کرنا فرض ہے وہ بغیر سمجھے قرآن پڑھنا کیسے گوارہ کر سکتا ہے؟ قرآن سمجھے بغیر ہم اللہ کی معرفت کیسے حاصل کر سکتے ہے؟ دین کو کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ یہ قرآن کو بغیر سمجھ کر پڑھنے پر ثواب کے حصول کا ہی نتیجہ ہے کہ ہم ایسے حفاظ کرام اور قاری عظام پیدا کر رہے ہیں جو اس بادام کی مانند ہے جو گری سے خالی ہوتا ہے' اس چراغ کی طرح ہیں جس میں تیل نہیں۔ یہ اسی مائنڈ سیٹ کا ہی شاخسانہ ہے کہ قرآن سمجھنے کی طرف ہمارا بالکل رجحان نہیں ہے۔ ہمیں اس رجحان اور سورۃ اعراف (7) کی آیت 179 کے موازنہ سے اپنی حالت کا اندازہ لگا لینا چاہیے جس میں ہے کہ (مفہوم) ''یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کیلئے پیدا کیا ہے کیونکہ ان کے پاس دل ہیں مگر وہ اس سے سوچتے نہیں' ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں' ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں' وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ جانوروں سے بھی گئے گزرے''۔ سورۃ محمد (47) کی آیت 24 میں ہے کہ'' کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں''۔ اس آیت میں قرآن میں غور و فکر نہ کرنے کو دل پر قفل لگنے کے مترادف قرار دیا ہے۔ یہ آیت ہمیں

Marfat.com

قرآن میں غور وفکر کرنے کیلئے جھنجوڑ رہی ہے۔قرآن کو سمجھے بغیر اس میں تدبر کیسے ہو سکتا ہے؟ان اوپر مذکور دونوں آیات اور حسن ظن والی بات کی ناکامی کی روشنی میں اب وقت کا تقاضا بنتا ہے کہ ایسا فتویٰ آئے کہ بغیر سمجھے قرآن پڑھنا' قرآن پڑھنا ہی قرار نہ دیا جائے۔قوم کو قرآن کی طرف موڑنے کیلئے یہ ناگزیر ہے۔پہلے نہ سہی' چلیں اب ہی سہی۔اگر علماء اکرام کی جانب سے قرآن کو سمجھ کر پڑھنا لازمی قرار دیا جاتا تو یقیناً لٹریسی ریٹ یہ نہ ہوتا جواب ہے۔

قرآن کو خوب تدبر اور خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کے بارے اوپر مذکور شروع کی تینوں آیات میں براہ راست نبی اکرم ﷺ سے خطاب ہے۔اس سے قرآن پڑھنے کے دوران احتیاط کی انتہا عیاں ہے اور یہ کہ شانوں والے رب کو اپنے شانوں والے قرآن پڑھنے کے دوران کسی قسم کی جلد بازی گوارہ نہیں ہے۔ہمارے ہاں فرض نمازوں کی جماعت میں قرآت بالجہر میں تو قدرے قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جاتا ہے مگر نماز تراویح میں حفاظ اکرام قرآن پڑھنے میں قرآن پر وہ ٹوکہ چلاتے ہیں اور وہ کترا کرتے ہیں کہ الامان الحفیظ۔نہ پڑھنے والے کو کوئی پتا کہ کیا پڑھ رہا ہے' نہ سننے والوں کو کچھ معلوم کہ کیا سن رہے ہیں۔کہاں کا ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا' کہاں کا غور وفکر؟ پڑھنے والا اس پر ہی بڑا خوش ہے کہ اسے مصلیٰ سنانے کیلئے مل گیا اور مہینہ کے آخر پر چار آنے آ جائیں گے۔سننے والے اس پر نازاں کہ انہوں نے سال میں ایک دفعہ قرآن سن لیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ قرآن پڑھنے میں قرآن کے حکم کی خلاف ورزی کر کے ہم اللہ کی رحمت یا ثواب کے مستحق ہو سکتے ہیں بلکہ اس طرح تو ہم گنہگار ہوتے ہیں۔ہم لوگ اس مسجد میں جانا پسند کرتے ہیں جس میں مولوی صاحب نماز تراویح جلد مکمل کر لیتے ہیں۔ہمیں کس چیز کی جلدی ہوتی ہے؟ یہ جلدی' عبادت میں ہماری دلچسپی اور دل جمی کو ظاہر کرتی ہے؟ دراصل ہم آسانیوں، آسائشوں اور سہولتوں کے رسیہ ہو گئے ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفس کا آرام وسکون باطل میں ہے۔
حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؂

ترے صوفے ہیں افرنگی، تیرے قالین ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

قرآنی آیات کے تعویز بنا کر گلے میں لٹکانے کے بارے یہاں میں کچھ نہیں کہوں گا مگر بقول علامہ اقبالؒ ؂

زمیں کیا آسماں بھی تری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطرِ قرآں کو چلیپا کردیا تو نے

****

رویت ہلال۔ ایک زاویۂ نگاہ

ہر سال رمضان المبارک اور عیدین کے مبارک موقعوں پر بدقسمتی سے ملک میں رویت ہلال کا مسئلہ بلکہ ایک جھگڑا اور فساد کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس قدر سائنسی ترقی کہ چاند، سورج اور زمین کی گزرگاہوں اور رفتار کے علم کی بناء پر چاند گرہن اور سورج گرہن کے بارے ٹھیک ٹھیک پیشین گوئی کرنے کے باوجود رویت ہلال کے مسئلہ کا حل نہ ہونا مضحکہ خیز ہے۔ اگر علماء اکرام متفقہ طور پر یہ بتادیں کہ انھیں کتنی عمر کا چاند چاہیے تو شاید یہ مسئلہ آسانی سے حل ہو جائے مگر وہ مسئلہ ہی کیا جو حل ہو جائے۔

بہرحال ہم شب قدر کے حوالے سے رویت ہلال کے مسئلہ پر ایک زاویہ نگاہ پیش خدمت کر رہے ہیں۔ احادیث کی روشنی میں یہ بات متفقہ علیہ ہے کہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ فضیلت رکھنے والی یہ قدر والی رات رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک رات ہے۔ سورت قدر کے مطابق یہ رات

Marfat.com

سورج غروب سے شروع ہو کر طلوع فجر تک رہتی ہے۔ ہر سال روئے زمین پر یہ ایک ہی رات ہوتی ہے دو راتیں نہیں ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اسی ایک رات میں ایک ہی دفعہ زمین پر اترتے ہیں۔ قرآن بھی اسی رات اتارا گیا یعنی جو قدر والی رات سعودی عرب میں بنے گی وہی پاکستان اور باقی دنیا میں ہوگی کیونکہ قدر والی ایک ہی طاق رات ہے مگر ہوتا یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایک دن بعد میں چاند نظر آنے کا اعلان کیا جاتا ہے تو جس وقت سعودی عرب میں طاق رات ہوگی تو اس وقت ہمارے ہاں وہ جفت رات ہوگی۔ مثلاً اگر سعودی عرب میں پچیسویں طاق رات ہے تو ہمارے ہاں وہ رات چوبیسویں ہوگی۔ یہ بات بھی طے ہے کہ قدر والی رات سعودی عرب میں آنے والی طاق راتوں میں سے ہی ایک رات ہے یعنی ہماری طاق راتوں اور سعودی عرب کی طاق راتوں میں فرق ہے جبکہ قدر والی ایک ہی رات ہے تو کیوں نہ سعودی عرب اور پاکستان کی طاق راتوں کو برابر لانے کیلئے ہم سعودی عرب کے رویت ہلال کے نظام کی پیروی کریں یعنی جس دن سعودی عرب میں چاند دیکھے جانے کا اعلان ہو، ہم بھی آنکھیں بند کر کے اسی دن چاند دیکھے جانے کا اعلان کر کے اسلامی مہینہ کا آغاز کر دیں ورنہ ہمیں قدر والی رات اپنے ہاں جفت راتوں میں ڈھونڈنی چاہیے مگر حکم ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کو ڈھونڈو۔ ویسے اسلام کی تو کوئی سرحد نہیں ہے یہ سرحدیں تو ہم نے بنائی ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد فتح مندوں نے مسلم دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے اندر سے ہی اپنے ہم نواؤں کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں پر اقتدار دے کر امت مسلمہ کے مستقل ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ بہر حال ہمیں سرحدوں سے بالاتر ہو کر سوچنا ہوگا۔ حضرت علامہ اقبال امتِ واحدہ کے تصور کو یوں جلا بخشتے ہیں

نہیں ہے حدود و ثغور سے وجود اس کا
محمد عربی ﷺ سے ہے عالم عربی

مجھے نہیں معلوم کہ جب ملت اسلامیہ کی سرحدیں ملتان تک تھیں تو اس وقت ملت اسلامیہ میں کتنی عیدیں ہوتی تھیں یا سلطنت عثمانیہ میں رویت ہلال کا کیا نظام تھا؟ اگر پاکستان اور افغانستان ایک ہی ملک ہوتا تو؟ اگر ہمارے زاویہ نگاہ میں کوئی کمی اور کمزوری نظر آئے جو یقیناً ہوگی مگر (1) ملک میں پیدا شدہ فساد کے خاتمہ، (2) ملت اسلامیہ میں ابھرنے والے وحدت کے تصور اور (3) ایک رات کی ہزار مہینوں سے زائد عبادت (امت محمدی ﷺ کیلئے منفرد تحفۂ خداوندی) ضائع ہونے سے بچنے کی وجہ سے آپ اس زاویہ نگاہ میں کسی کمی اور کمزوری کو نظر انداز کر دیں۔

عیداں، شب قدراں تے شب راتاں جے اک ہو جاون
کی پتا اتفاق دی برکت نال مسلمان وی اک ہو جاون
چھٹ جان جے نفاق دے بدل، سانجھے غم تے خوشیاں ہو جاون
ایمان نال کہنداہاں' محمدی بھائیاں توں دور سب بلاواں ہو جاون
جے چوہندے او سارے فساد زمین وچ دفن ہو جاون
بھلکے سارے مسلکاں نوں' مسلمان' سارے مسلمان ہو جاون
مواخاتِ مدینہ والے دین دے جے مَن والے اے ہو جاون
رب دیاں ساریاں جنتاں دے وارث اے ہو جاون
اس توں علاوہ ہمیں کوئی چارہ' اے اک مِک ہو جاون
دشمن اے ای چوہندا اے منیرا اے نہ کیتے اک مِک ہو جاون

****

زندگی کا مقصد ہے صرف دین کی خدمت گزاری
اسی کیلئے جاں ساری، اسی کیلئے کمائی ساری

****

Marfat.com

فیملی پلاننگ

بڑھتی ہوئی آبادی میں بڑی ہے خرابی
اس کو روکنے کے لیے کرنی ہے ذرا شتابی
آبادی کی زیادتی میں بھلا کونسی ہے خوبی
یہ تو مسائلستان کے دروازے کی ہے چابی
بچوں سے بھر دیے ہم نے گلی و محلہ جات
یہ نہ دیکھا کیسے کرنی ہے گزر اوقات
کیا جانوروں کی طرح بچے پیدا کرنا ہے کام ؟
یہ نہیں دیکھنا کہ کیا ہوگا ان کا انجام؟
دوزخ سے انہیں بچانا ہے ہم پر فرض
انہیں دین سکھا کر اتارنا ہے یہ قرض
نسل کی بڑھوتی میں ہونی چاہیے کوئی تفریق
اس معاملہ میں ہم تو ہو گئے حیوانوں کے شریک
نسل بڑھانے کے لیے کوئی تو ہو حساب و اصول
انسان حیوان نہیں ، یہ تو ہے صاحب عقول
بچے کیوں پیدا کیے؟ یہ پوچھا جانا ہے ضرور
ہر کام پر جواب دہی کا پیدا کرو شعور
قرآن نے فرمایا کہ مال و اولاد ہے فتنہ
ہم نے اسے بڑھایا ہو سکا ہم سے جتنا
ہے قرآنی حکم کہ بچے کو دو سال دودھ پلانا

Marfat.com

ہم نے یہ حکم بھی بالکل نہ مانا
واہ! کیا ہم ہوں گے نبی ﷺ کے لیے قابل فخر
جو ہیں زمانے بھر میں عملاً صفر
صفر جمع صفر برابر صفر
کیا صفر بھی ہوتا ہے کبھی قابل فخر؟
ہم تو نبی ﷺ کی عزت سے بے خبر ہیں
" امتی باعثِ رسوائی پیغمبر ہیں"
اے نور کے وارث تیرے اندر ہے اندھیر نگر
اے صاحب کتاب تیری دنیا کب ہوگی منوّر
قدرت نے تجھے کیا نہیں دیا اے بے ہنر
کب چمکے گا تو آسمانِ افق پہ بن کے بدر؟
تو بھی ہو سکتا ہے نبی ﷺ کے لیے قابل فخر
گر جان لے صحیح امتی بننے کا ہنر
قر آن سے کو ئی عملی تعلق ہمارا نہیں
اللہ کو ایسا امتی گوارا نہیں
حفاظ کے دماغ میں تو قرآن محفوظ ہے
مگر دلوں سے ہمارے ہنوز یہ دور ہے
قرآن سے کیا تعلق ہے ہمارا؟
کر لو ذرا اپنے کردار کا نظارہ
ہماری زندگیوں میں اس کا کتنا عمل دخل ہے ؟

کیسے کہتے ہیں کہ ہم پہ اللہ کا فضل ہے؟
قرآن سے کتنی ہے ہماری تعلق داری ؟
ثبوت دے رہی ہے ہماری ذلت و خواری
جتنے ہیں انہیں قرآن سکھانے کی ہے ضرورت
تیرے قابل فخر ہونے کے لیے یہی کام ہے بہت
گر قرآن چھوڑنے والوں میں ہو گیا حشر ہمارا
پول کھل جائے گا قابل فخر ہونے کا سارا
کیا قابل فخر قوموں کے یہ ہوتے ہیں انداز؟
نہ پیغمبر کا پاس ، نہ کتاب کا لحاظ
ردی کا ڈھیر کبھی ہوتا نہیں قابل فخر
جتنا مرضی بڑھ جائے رہتا ہے ہمیشہ احقر
اچھی چیز تھوڑی بھی ہو ، ہوتی ہے خوب تر
بری چیز ڈھیروں ڈھیر بھی ہوتی ہے خراب تر
معرکوں میں کبھی کام نہ آئی کثرت
بازی پلٹتی ہے ہمیشہ جوانوں کی جرآت
تعداد میں مسلمان ہیں یہودیوں سے زیادہ
اس زیادہ کا مسلمانوں کو ہے کیا فائدہ؟
دنیا پر مسلم حکمرانی بن گئی ایک قصہ
اب تو چلتا ہے دنیا پر قلیل یہود کا سکہ
اب تو کثیر ہو رہے ہیں قلیل کے سامنے ذلیل

یہ دلیل دیکھ کر ہی تو ہوش کر میرے خلیل
بھیڑ بکریوں کے بڑھنے سے ہوتا ہے بھیڑیے کا فائدہ
بھیڑ بکریوں سے ہوتی نہیں سر کبھی رزم گاہ
بھیڑ بکریوں کو ہمت دلا کے شیر بنا دو
شیروں کو شیر ہونے کا احساس دلا دو
قابل فخر کون ہوا کثیر یا قلیل؟
قابل فخر کا نہیں پیمانہ کثیر یا قلیل
کیا تجھے چاہیے زرداری جیسے کثیر؟
یا کہ افتخار محمد چودھری جیسے اکسیر
کثیر و قلیل پہ نہ جا دیکھ تو اصل گوہر
اس گوہر کو پیدا کرنے کا دکھا کوئی جوہر
اس گوہر کو ہی پیدا کرنا ہے اصل کام
اس گوہر سے ہوتی ہیں قابل فخر اقوام
ایسے گوہر والی امت کو ہم نے بڑھانا ہے
نہ کہ آبادی کا گراف اوپر چڑھانا ہے
ہمارے لیے ہمارا گوہر ہے اسوۂ حسنہ
ہمارا اسی کے لیے ہے جینا اور مرنا
مومن کے اندر ہے جو روح محمد
اس کو بیدار کر کے تو بن سکتا ہے فتح مند
اس کو بیدار کرنے کے لیے چاہیے ایک تربیت

Marfat.com

تربیت کے لیے ضروری نہیں ہوتی کثرت
چھوٹی کلاس میں اُستاد کے لیے ہے بڑی آسانی
بڑے کنبے میں منیؔر ہے بڑی پریشانی
دو چیزیں جو ہو کنٹرول تو ہوجائے ملک روشن
ایک بڑھتی ہوئی آبادی ، دوسری کرپشن

****

بچاؤ کی تدبیر

یہ کتاب بفضل تعالیٰ فرقہ واریت سے پاک ہے
فرقہ واریت کے خلاف شاید یہ ایک شاک ہے
فقہ نہیں ، فرقہ واریت ایک زہر ہے
اس میں ہے بربادی ہماری یہ اللہ کا قہر ہے
فرقہ پرستی نہیں، اور ہے بہت کرنے کا کام
یہی بہت کام اصل میں ہے کرنے کا کام
صحابہ کرام کے مطمحِ نظر تھا یہی اصل کام
اولیاء عظام نے کرکے دکھایا یہی اصل کام
آج مسلماں کے پیش نظر نہیں اصل کام ہے
اسی لئے امت پہ چھائی ہوئی شام ہے
آج مسلماں کے پیش نظر نہیں اصل کام ہے
اصل کام میں نہیں فرقہ پرستی کا نام و نشاں ہے
ہمارے اعمال سے اعمال کی روح مفقود ہے

Marfat.com

اسی روح کو پھر زندہ کرنا مقصود ہے
اصل کام کرنے کی، کی گئی ہے نشاندہی
اصلاح کے طالبوں کیلئے یہ ہے آگہی
شیطاں کیا، تو خود ہے اپنا دشمن منیؔر
اے نفس کے اسیر بچاؤ کی ذرا کی ہے تدبیر

بیداری

کیا ہم پہ اطاعت ہی بھاری ہے!
کیوں چڑھی ہوئی ہم پہ خماری ہے؟
اس خماری نے ہماری مت ماری ہے
غفلت ہی غفلت ہے نہیں ذرا ہوشیاری ہے
دنیا، دنیا کمانے پہ لگی ہوئی ساری ہے
نہیں آخرت کیلئے ذرا ہماری تیاری ہے
اللہ سے کہاں پیار ہمیں تو دنیا پیاری ہے
دنیا کے پیار میں ہی خرابی ساری ہے
یہی خرابی امت ساری کی بیماری ہے
اسی خرابی سے نافرمانی ہماری ہے
دنیا سے دوری ہی ہماری بیداری ہے
اسی بیداری میں منیؔر نجات ہماری ہے

****

Marfat.com

آرزو

دلوں میں منیرؔ کاش اللہ آجائے
دنیا نکالے بنا ممکن نہیں ہو ایسا جائے
بہک سکتے نہیں، ہم کہیں بھی، کبھی بھی
عشق رسول گر مشعل راہ ہو جائے
رہبر کا سوال ہی نہ رہے کہ اگر
قرآں رہبرو رہنما ہمارا ہو جائے
****

عکسِ خیال

میرے اس قدر گناہوں پہ پھر بھی اتنی مہربانی
کہ قائم ہے ابھی تک میری شکل انسانی
نہ آسماں ہی گرا نہ ہی زمین پھٹی
وگرنہ گناہوں کی فہرست ہے بڑی طولانی
بعد مرنے کے ایک ڈر سا ہے لگا ہوا
کہیں ڈبو نہ دے مجھے شرمندگی کا پانی
میں اُس کی اِس مہربانی پہ قرباں جاؤں
سیاہ دل میں بھی ہے ذرا احساس پشیمانی
ستارالعیوب کی پردہ پوشی کا ہے صدقہ
ورنہ لوگ تھوکتے دیکھ کے میری حالت اندرونی

اس پردہ پوشی سے بندھا ہوا ہے امید کا پلو
ایسی پردہ پوشی کا ہوں روزِ حشر بھی میں متمنی
اپنے امروں پر بھی غالب ہے واللہ تو
شاید کہ ہو جائے میرے لئے روزِ حشر کوئی انہونی
انہونی کی بات تیرے منہ سے نکلتی ہے کیسے؟
تیری گھٹی میں تو ہے بیٹھی ہوئی اُس کی نافرمانی
انہونی کی امید سے ہے تیرے گناہوں میں فراوانی
بس یہاں سے شروع ہوتی ہے بربادی کی کہانی
بات مانی یا نہ مانی، یہ بات نہیں ہے آنی جانی
نافرمانی کے ساتھ ساری امید ہے بے معانی
پانچ وقت تجھے کروائی جاتی ہے اس کی یاددہانی
اس یاد دہانی کی بھی ہے تجھ پہ بڑی گرانی
بخشش آساں نہیں ،بندہ ہو جاتا ہے کمانی
کھول آنکھ دیکھ ذرا انبیاء و صلحا کی زندگانی
ان کی زندگی میں ہے بھری ہوئی محبت کی تابانی
محبت کی تابانی لاتی ہے اطاعت میں آسانی
محبت میں کہاں ہے فربہ جسم، سرخ چہرہ، خشک آنکھ
محبت کی چھری کے نیچے تو رکتی ہے سانس کی روانی
اہل محبت ہیں سر بلند اور رکھتے نہیں اپنا ثانی
یہی ہیں نورانی واللہ یہی ہیں محبوبِ سبحانی

Marfat.com

آنسوؤں کی روانی بس آنسوؤں کی روانی
مجھے تو معلوم ہے منیرؔ بس اہل محبت کی یہ نشانی

****

شیطان کا دروازہ

پنکھڑی جیسے لبوں کی باتیں
نرگسی آنکھوں کی گھاتیں
کونج جیسی گردن کا ذکر
ہرنی جیسی چال کا مکر
گلابی گالوں کا خیال
خنجر جیسے ناک کا کمال
ترچھی آنکھوں کے گھاؤ
ایماں لیوا اداؤں کے داؤ
کیا لینا دینا غزل سے
گو یہ کمزوری رہی ہے ازل سے
کمزوری پہ قابو پانا ہے
خواہش نفس کو مٹانا ہے
نفس میں ملی ہوئی ہے شیطنت
اس کی مخالفت میں ہے عظمت
مومن کا غزل موضوع نہیں
مومن کیلئے یہ موزوں نہیں

Marfat.com

شیطاں کا ہے یہ دروازہ
بس منیر کا ہے یہی آوازہ
اپنا پہچان تو مقام
اپنا پہچان تو کام

****

ان ''دنیا پرستوں'' کا مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھلاتی نہیں مومن کو ''دنیا پرستی'' کے آداب
پورے کرتی نہیں ہے اب یہ زمانے کے تقاضے
دیکھو! بند کرتی ہے مومن پہ یہ دنیا کے دروازے

دنیا کی ہر ایسی حالت جسے لوگ دیکھ کر حسرت کریں کہ کاش یہ ہماری ہوتی، ایسی حالت باطل ہے۔

Marfat.com

اظہارِ تشکر

میں شکر گزار ہوں محترم جناب عبدالمجید ساجد صاحب (انچارج اقراء پیج روزنامہ جنگ) کا کہ میں نے اپنے کچھ آرٹیکل انہیں بھیجے اور انہوں نے مہربانی فرماتے ہوئے ان کچھ میں سے کچھ کو اپنے صفحہ اقراء پر نمایاں جگہ دی جس سے میں نے حوصلہ پا کر مزید آرٹیکل تیار کئے' پھر قطع نظر کہ وہ اخبار میں چھپتے ہیں یا نہیں' میں نے یہ سارے تیار کر کے کتابی شکل دینے کا ارادہ کیا جسے اللہ رب العزت نے اپنے فضل سے تکمیل تک پہنچا دیا۔

میں شکر گزار ہوں محترم جناب اسد اللہ مجاہد شاہ صاحب کا جنھوں نے خصوصی توجہ سے کتاب کا ٹائٹل تیار کیا اور کتاب کی سیٹنگ میں راہنمائی فرمائی۔

میں شکر گزار ہوں محترم جناب قاضی سلیم اکرم قریشی صاحب (ر) ڈپٹی ڈائریکٹر ZTBL کا جنھوں نے بڑی دلچسپی کے ساتھ پروف ریڈنگ کی صورت میں میری رہنمائی فرمائی۔ میں شکر گزار ہوں جناب مہر دانش منظور صاحب کا جنھوں نے کتاب کی کمپوزنگ میں میری ہر طرح سے راہنمائی کی اور کمپوزنگ کیلئے مجھے سہولت بہم پہنچائی۔

کتاب کی کمپوزنگ کے دوران جس چیز نے سب سے زیادہ پریشان اور اوازار کیا وہ تھی گھنٹوں پر مشتمل بجلی کی غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ۔ اس پر دل سے جناب زرداری صاحب کیلئے بڑی "دعائیں" نکلیں۔ میری دعاؤں سے کیا ہونا تھا انھیں تو سارا ملک ہی "دعائیں" دے رہا ہے! سنت الٰہیہ ہے کہ جیسی قوم ویسے حکمران۔ ایسے حکمرانوں کو بدلنے کیلئے خود کو بدلنا ہوگا۔

آزمائے ہوئے ہی جب آزمائے جائیں گے
اسی طرح ہی دکھ پہ دکھ اٹھائے جائیں گے
پھونکوں سے یہ الاؤ نہ بجھائے جائیں گے
دعاؤں سے یہ لٹیرے نہ بھگائے جائیں گے
کسی سے کیا گلہ یہ ہے نظام کا سارا کیا دھرا
نہ سمجھے منیر تو اسی طرح ہم برباد کیئے جائیں گے

****

کیسے آئے کردار میں ضیاء؟ ہو رہا ہے بہت وقت کا ضیاع
احساسِ زیاں ہی جب مر گیا بغیر روح کے جسم رہ گیا
ایسے جسم کا ہے قبر مقام پھر کیسے ہم ہیں زندہ قوم؟
آج مسلماں نام کا مسلماں رہ گیا کردار سے گیا اپنا مقام کھو گیا
دنیا کی لگن میں دیں سے بھی گیا دنیا میں ہو کے منیر بد نام رہ گیا
مقصود ہے اب دنیا کمانی اور تن آسانی ایمانی نہیں ایسی زندگی ہے شیطانی

****

سنت الٰہیہ

جب لوگوں نے اللہ رب العزت کی طرف سے آئے ہوئے دلائل و براہین کی کٹ حجتی (بے جا حجت، تاویلات) کرتے ہوئے رد کیا تو پھر اللہ رب العزت نے اپنی جباریت اور قہاریت پرمبنی فیصلہ نبی ﷺ کے ذریعے سنا دیا جیسا کہ سورہ انعام (6) کی آیت 158 میں ہے کہ "آپ ﷺ فرما دیجئے! تم بھی انتظار کرو اور ہم

Marfat.com

بھی انتظار کرتے ہیں"۔

فہرست کتب

(۱) تفسیر ضیاء القرآن از حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

(۲) ترجمہ کنز الایمان از حضرت احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) ترجمہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(۴) ترجمہ از قرآن آسان تحریک

(۵) ترجمہ از فہد کمپلیکس سنٹر (جو حجاج کرام لیکر آتے ہیں)

(۶) غنیۃ الطالبین از حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

(۷) کشف المحجوب از حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

(۸) کیمیائے سعادت از حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

(۹) عین الفقر از حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰) تلبیس ابلیس از حضرت علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱) تنبیہ الغافلین از حضرت نصر بن محمد ابراہیم ثمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲) دلائل السلوک از حضرت اللہ یار خاں رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳) تاریخ الاسلام والمسلمین از جناب مسعود احمد صاحب

(۱۴) کلیات اقبال از حضرت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

(۱۵) فیروز اللغات اردو جدید

قرآن فہمی کے ذریعے اصلاح احوال کے طالبوں کے لیے

بندہ کی دو کتب

میں نے تو پہلے ایسا نہیں پڑھا

(منتخب قرآنی آیات کے مفہوم پر مشتمل مختصر تفسیر)

اور

مال و دولت فضل یا فتنہ یا کچھ اور

کا مطالعہ دنیا سے موڑ کر اللہ کی طرف راغب کرنے میں آپ کے لیے مددگار ثابت ہوگا

ان شاء اللہ

Marfat.com

''تحریک احیائے دین'' کی اساس

سورۃ التکاثر

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ۔ تم کو ایک دوسرے سے بڑھ کر، زیادہ سے زیادہ مال و دولت حاصل کرنے کی چاہت وہوس نے اپنے مولا اور آخرت سے غفلت میں رکھا۔ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ۔ یہاں تک کہ تم اس چاہت وہوس کے تحت حصولِ کثرت کیلئے محنت کرتے کرتے قبروں میں جا پہنچے۔ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۔ خبردار! بہت جلد تمہیں اپنی اس روش کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۔ پھر کان کھول کر سن لو! بہت جلد تمہیں اپنی اس روش کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ۔ اگر تم اس غفلت کا انجام اس طرح یقینی طور پر جان لیتے جس طرح دنیا کی کسی دیکھی بھالی چیز کا تمہیں یقین ہوتا ہے تو تم یقیناً اس حصولِ کثرت میں مبتلا نہ ہوتے۔ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ۔ اللہ کی قسم تمہاری یہ روش بتا رہی ہے کہ تم ضرور جہنم کو دیکھو گے یعنی سزا بھگتو گے۔ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ۔ پھر تم دوزخ کو ایسے پاؤ گے جس طرح تم دنیا میں کسی چیز کو دیکھ کر اور ہاتھ سے چھو کر یقین حاصل کرتے ہو۔ ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ۔ پھر اس دن ضرور بالضرور ان نعمتوں کے بارے باز پرس ہوگی جو استعمال کی ہوں گی کہ ان کا حق کس حد تک ادا کیا۔

Marfat.com